بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِم

میں جوامع الکلم دے کر بھیجا گیا ہوں (صحیحین)

الأفضل

شرح اربعین نووی اردو

معہ عربی متن

امام نووی شارح صحیح مسلم کی منتخب تینتالیس مستند احادیث کا مجموعہ
سلیس ترجمہ اور مفید اصلاحی شرح
سیرۃ الصحابہ، سیرۃ محدثین، اور اصطلاحات حدیث پر مشتمل
بیش قیمت تحفہ

مؤلف

امام ابوزکریا محی الدین النووی

شارح

محمد عبدالرحمن ندوی

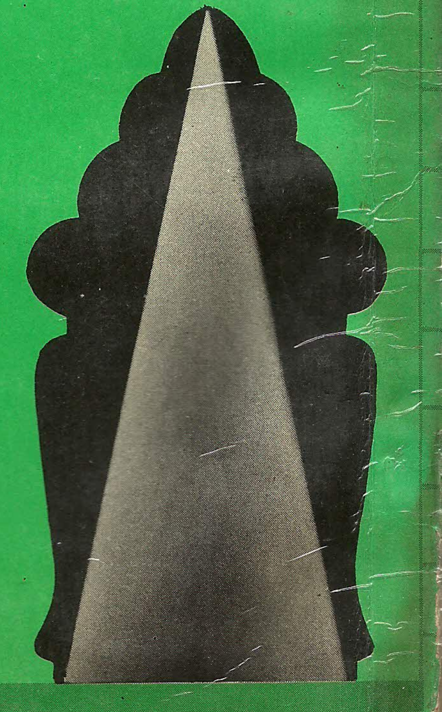

ندوۃ السنۃ بیرون فتح دروازہ ۱۹-۲-۴۵۰
حیدرآباد ۵۰۰۲۵۳ الہند

الافضل

شرح اربعین نووی اردو

مع عربی متن

امام نووی شارح صحیح مسلم کا منتخب تنتالیس ۴۳ مستند احادیث کا مجموعہ سلیس ترجمہ و مفید اصلاحی شرح
سیرۃ الصحابہ سیرت محدثین و اصطلحات حدیث پر مشتمل بیش قیمت تحفہ

متن — الاربعین النوویۃ
باللغۃ الاردویۃ

— المؤلف —

شیخ الاسلام ابوزکریا محی الدین یحیٰ بن شر[ف]
شارح صحیح مسلم

— الشارح باللغۃ الاردویۃ —

محمد عبدالرحمن الندوی

الطبعۃ الاولیٰ : ۱۴۱۰ھ

ندوۃ السنۃ : بیرون فتح دروازہ ۔ ۴۵۰-۲-۱۹ حیدرآباد ۵۰۰۲۵۲
الھند

JAMIA DARUL HADEES SUMAYYA RZ ★ INDIA A.P. ★ KOTLA ALIJAH HYD-
Sunni Islamic L
Bada Bazar Yakutpur
Mirza Abdul Gaffar
Cell 9396889310 Book No-

سلسلۂ مطبوعات ندوۃ السنۃ ۲

جملہ حقوق بحق شارح محفوظ

کتاب — الاربعین النوویۃ
مؤلف — شیخ الاسلام ابوزکریا محی الدین یحیٰ بن شرف النووی شارح مسلم شریف
نام شرح — الافضل — شرح اربعین نووی اردو مع عربی متن
مترجم وشارح — محمد عبدالرحمٰن ندوی
ناشر — ندوۃ السنۃ — بیرون فتح دروازہ ۔ ۴۵۰-۲-۱۹ حیدرآباد
سن اشاعت — ۱۴۱۰ ہجری — ۱۹۹۰ عیسوی
تعداد اشاعت — Rs 80= [redacted]
نام کاتب — محمد نورالدین حیدرآبادی ولد مولوی محمد ولی الدین خوشنویس حیدرآبادی (اے پی)

شارح صحیح مسلم امام نووی کی منتخب کردہ بیالیس احادیث نبویہ کا معروف مستند ومفید مجموعہ جو اصول اور قواعد اسلام پر مشتمل ہے عام مسلمانوں اور واعظین وطلباء کیلئے ایک عظیم تحفہ ہے، جس کا ہر گھر اور لائبریری میں رہنا یقیناً نفع بخش ہوگا

ملنے کا پتہ
محمد افضل ۔ ندوۃ السنۃ
بیرون فتح دروازہ ، ۴۵۰-۲-۱۹ حیدرآباد ۵۰۰۲۵۳ (آندھرا پردیش) انڈیا

Sunni Islamic Library
Bada Bazar Yakutpura, Hyd.
Mirza Abdul Gaffar Ali Baig
Cell 9396889310 Book No————

فہرست مضامین

مَوضُوعات	صفحہ
انتساب	۸
تقدیم	۹
مقدمہ	۱۶
فتنۂ انکارِ حدیث کا سرسری جائزہ	۱۷
حجیت حدیث	۱۹
محدثین سیرت اور کارنامے	۲۳
امام مالک بن انس ۹۵ — ۱۷۹ھ	۲۴
امام احمد بن حنبل ۱۶۴ — ۲۴۱ھ	۲۶
امام دارمی ۱۸۱ — ۲۵۵ھ	۲۸
امام بخاری ۱۹۴ — ۲۵۶ھ	۳۰
امام ابوداود السجستانی ۲۰۲ — ۲۷۵ھ	۳۲
امام مسلم بن حجاج ۲۰۶ — ۲۶۱ھ	۳۳
امام ابن ماجہ القزوینی ۲۰۹ — ۲۷۳ھ	۳۵
امام ترمذی ۲۰۹ — ۲۷۹ھ	۳۶
امام نسائی ۲۱۵ — ۳۰۳ھ	۳۷
امام دارقطنی ۳۰۵ — ۳۸۵ھ	۳۹
امام بیہقی ۳۸۴ — ۴۵۸ھ	۴۰

موضوعات	صفحہ
مصطلحات حدیث	۴۲
کتاب اربعین نووی کی اہمیت	۴۸
سیرت مؤلف کتاب ۔ امام نووی ۶۳۱ ۔ ۶۷۶ ھ	۵۰
آغاز کتاب اربعین نووی	۵۲
متن حدیث، تخریج حدیث، ترجمہ حدیث، شرح حدیث، سیرت راوی (سیرۃ الصحابہ)	
مقدمہ مؤلف کتاب ۔ امام نووی	۵۳
ترجمۂ مقدمہ	۵۸
حدیث (۱) اخلاص نیت	۶۲
" (۲) دین کے مراتب	۶۵
" (۳) ارکان اسلام	۷۰
" (۴) مراحل تخلیق انسانی	۷۳
" (۵) بدعات سے ممانعت	۷۷
" (۶) مشتبہ چیزوں سے اجتناب	۸۰
" (۷) دین سراپا خیر خواہی ہے	۸۳
" (۸) مسلمان کی حفاظت	۸۶
" (۹) تکلیف اتنی جتنی طاقت ہو	۸۸
" (۱۰) حلال رزق کی اہمیت	۹۱
" (۱۱) پرہیزگاری	۹۳
" (۱۲) لایعنی چیزوں سے پرہیز	۹۵
" (۱۳) دینی محبت	۹۶
" (۱۴) خون مسلم کی حفاظت	۹۹
" (۱۵) مومن کے ایمانی صفات	۱۰۱

موضوعات	صفحہ
حدیث (۱۶) غصہ سے ممانعت	۱۰۳
" (۱۷) ہر کام میں مہربانی کرو	۱۰۵
" (۱۸) اسلامی آداب	۱۰۷
" (۱۹) حضرت ابن عباس کو چند نصیحتیں	۱۱۰
" (۲۰) شرم وحیا کی تاکید	۱۱۴
" (۲۱) ایمان اور استقامت	۱۱۶
" (۲۲) جنت میں لے جانے والے اعمال	۱۱۹
" (۲۳) چند اعمال خیر	۱۲۲
" (۲۴) بندوں پر اللہ کا فضل وکرم	۱۲۵
" (۲۵) صدقات کی آسان شکلیں	۱۲۹
" (۲۶) بدن کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے	۱۳۲
" (۲۷) نیکی اور گناہ پرکھنے کی کسوٹی	۱۳۴
" (۲۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں	۱۳۷
" (۲۹) راہ جنت	۱۴۲
" (۳۰) اللہ کے حقوق	۱۵۰
" (۳۱) حقیقت زہد اور اس کا ثمرہ	۱۵۴
" (۳۲) کسی کو نقصان پہنچانے کی ممانعت	۱۵۷
" (۳۳) اسلامی قانون عدل	۱۶۱
" (۳۴) برائیوں سے روکنا اور بھلائیوں کا حکم کرنا ہر مسلمان کا کام ہے	۱۶۴
" (۳۵) اجتماعی آداب کی تعلیم	۱۶۷
" (۳۶) جسکے عمل نے اسے پیچھے چھوڑا اسکا نسب آگے نہیں بڑھا سکے گا۔	۱۷۰
" (۳۷) اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکیوں اور برائیوں کے لکھنے کا طریقہ	۱۷۵

صفحہ	موضوعات
۱۷۸	حدیث (۳۸) اولیاء اللہ کی فضیلت، فرائض اور نوافل کے ذریعہ تقرب الٰہی۔
۱۹۱	〃 (۳۹) وہ امور جن میں کوئی گناہ نہیں ہے ــــــ
۱۹۴	〃 (۴۰) دُنیا میں اجنبی اور راہ رَو کی طرح رہو ــــــ
۱۹۷	〃 (۴۱) مومن کی خواہش اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت ہونی چاہئے
۲۰۲	〃 (۴۲) اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت ومغفرت ــــــ
	سیرۃ الصحابہ ــ سیرت راوی حدیث ــــــ
۶۲	امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ــــــ
۷۰	ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن عمر (ابن عمر) رضی اللہ عنہما ــــــ
۷۳	ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ــــــ
۷۷	ام المومنین ام عبد اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ــــــ
۸۰	ابو عبد اللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ــــــ
۸۳	ابو رقیہ تمیم بن اوس الداری (ابو تمیم داری) رضی اللہ عنہ ــــــ
۸۸	ابو ہریرہ عبد الرحمٰن بن صخر (ابو ہریرہ) رضی اللہ عنہ ــــــ
۹۳	ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ــــــ
۹۶	ابو حمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ــــــ
۱۰۵	ابو یعلیٰ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ــــــ
۱۰۷	ابو ذر جندب بن جنادہ (ابو ذر غفاری) رضی اللہ عنہ ــــــ
۱۰۷	ابو عبد الرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ــــــ
۱۱۰	ابو العباس عبد اللہ بن عباس (ابن عباس) رضی اللہ عنہما ــــــ
۱۱۴	ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاری البدری ــ رضی اللہ عنہ ــــــ
۱۱۶	ابو عمرو ــ یا ــ ابو عمرہ ــ سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ــــــ
۱۱۹	ابو عبد اللہ جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما ــــــ

مَوضُوعات	صفحہ
ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ	۱۲۲
نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ	۱۳۴
وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ	۱۳۴
ابو نجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ	۱۳۷
ابو ثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ	۱۵۰
ابو العباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ	۱۵۴
ابو سعید سعد بن مالک بن سنان الخدری (ابو سعید خدری) رضی اللہ عنہ	۱۵۷
ابو محمد عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما	۱۹۷
مراجع الکتب	۲۰۶

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

حدیث نبوی کی شرح پر میرے یہ مختصر رشحات القلم

والد محترم کے نام

منسوب کرتا ہوں ،

جنھوں نے

اپنی زندگی کا مقصد "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" [1] بناکر شرک و بدعات کے موروثی عقائدی قلعوں میں توحید و سنت کے جوت جگائے

اور

علوم نبوت کی شیفتگی اور سرشاری سے اپنی اولاد کو "مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهُ مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ" [2] کے سوغات سے نوازا ــــ

اسی آغوش پدری کی سچی تربیت، محبت اور شفقت کا پرتو ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش ہے ،

اللہ تعالیٰ

ان کا سایۂ عاطفت ہم پر تا دیر قائم رکھے اور اس حقیر پیشکش کو ان کے اور

ــــ والدہ مرحومہ ــــ

کے حق میں صدقۂ جاریہ بنا کر قبول فرمائے

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ، [3]

[آمین]

[1] جو چیز تم کو پیغمبر دیں لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو ۔ [سورۃ الحشر ۷]

[2] اولاد کے حق میں والدین کا بہترین عطیہ ان کی حسن تعلیم و تربیت ہے ۔ [مسند احمد]

[3] میرے مالک ! ان دونوں پر رحم فرما جیسا ان دونوں نے میری بچپن میں پرورش کی [بنی اسرائیل ۲۴]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الرَّسُوْلِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَہٗ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہے جس نے اس عالم کے ذرہ ذرہ کو وجود بخشا اور اس میں اشرف المخلوقات کو جنم دیا، پھر ان کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسولوں کو بھیجا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو "جوامع الکلم" اور "جواہر حکمت" سے نوازا۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "میں جوامع الکلم دے کر بھیجا گیا ہوں"۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ جوامع الکلم کی وضاحت میں فرماتے ہیں "جوامع الکلم سے مراد وہ بہت سے امور جو کئی کتابوں میں بیان کئے جاسکیں انہیں اللہ تعالیٰ ایک دو کلموں میں جمع فرما دیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن جوامع الکلم سے خاص کیا گیا وہ دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو قرآن میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ"، اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

حضرت حسن بصریؒ اس آیت کے تعلق سے فرماتے ہیں "اس آیت میں کوئی بھلائی ایسی نہیں جس کا حکم نہ دیا گیا ہو اور کوئی برائی ایسی نہیں جس سے منع نہ کیا گیا ہو"
دوسرے وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گفتار میں پائے جاتے ہیں اور احادیث میں بکھرے ہوئے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جوامع الکلم کو کئی محدثین نے کئی کتابوں میں جمع فرمایا ہے؎ اور امام نوویؒ نے بھی انہیں میں سے ان ۴۲ احادیث کو منتخب فرمایا' ان کی اہمیت وافادیت کے سمجھنے کے لئے مؤلف کا مقدمہ پڑھ لینا انشاء اللہ کافی ہو جائے گا۔

دورِ حاضر میں جو لادینی لہر جدید تعلیم یافتہ طبقے میں پھیلتی چلی جا رہی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ایک تو دینی تعلیم اور اس کے مبادی و اصول سے ناواقفیت دوسرے دینداران رہبرانِ قوم کی دین کے نام پر بے راہ روی اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غفلت اور چشم پوشی اور ان کی غلط تاویلات۔
یہ وہ پوشیدہ عوامل ہیں جن نے عوام کو دین بیزار بنا دیا ہے' جس کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کا ایک معتدبہ حصہ باوجود مسلمان ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال' افعال اور کردار سے ناواقف ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے افراد میں انکارِ حدیث کے جرثومہ نے جنم لیا اور دین کے جزئیات سے کلیات تک کے امور میں تشکیکی ذہن کو پرورش کیا۔

اربعین نووی کی بہت سے شرحیں لکھی گئیں' یہ شرح ان سابقہ شروحات میں کوئی نیا اضافہ تو نہیں ہے' البتہ اردو میں اس کی شرح کے وقت میں چند باتوں کا خاص خیال رکھا ہے
(۱) جدید تعلیم یافتہ نوجوان ذہنوں میں حدیث کے متعلق جو شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں ان کو دفع کیا جائے اور حدیث نبوی سے ان کے دلوں میں الفت و محبت پیدا کرائی جائے۔

؎ جامع العلوم والحکم

(۲) عوام میں تعلیمات دینیہ سے دوری کی وجہ سے ان کے عقائد و اعمال میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کی اصلاح کی جائے۔

(۳) قوم وملت کے رہبران میں جو اصلاحی خامیاں ہیں ان کو واشگاف کیا جائے اور انہیں اپنی دنیا و آخرت کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے۔

اس شرح میں انھیں نکات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہیں ایجاز اور کہیں اطناب سے کام لیا گیا ہے۔ بہت سی احادیث میں ایجاز کا خیال رکھا گیا ہے۔ اور بعض احادیث میں موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر قدرے بسط سے کام لیا گیا ہے۔ اس کا آغاز تین سال پہلے ہوا تھا لیکن حالات اور ظروف اور مشغولیات کی کثرت نے اس کی آج تکمیل کرائی جس کی وجہ سے احادیث کی شرح میں یکسانیت ملحوظ نہ رہی۔ البتہ شرح کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی مکمل کوشش امہات الکتب کی مدد سے کی گئی اور بالخصوص عقائد اور اعمال کی اصلاح پر زیادہ زور دیا گیا اور جہاں جہاں مسلمان بھائیوں کو ٹھوکریں لگی ہیں ان کو برملا اور دو ٹوک انداز میں بتلانے کی کوشش کی گئی جس کا اندازہ اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاء اللہ ہو جائے گا۔

اس شرح کے لکھنے کا اصل محرک " ندوة السنة " کی دعوتی علمی اصلاحی اور تربیتی مجلس ہے، جس کا قیام چار سال قبل عمل میں آیا اور جس کا مقصد عوام اور نوجوانوں میں دروس قرآن وحدیث اور صالح لٹریچر کے ذریعہ عقائد کی اصلاح کرنا اور دین کے متعلق شکوک و شبہات کو دور کرنا ہے، یہ مجلس ہر ماہ منعقد ہوتی ہے جس میں درس قرآن اور درس حدیث کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ درسِ حدیث میں امام نووی کی مستند و مفید اربعین کو منتخب کیا گیا جس کا درس بالاستیعاب ہوتا ہے، عوام نے خواہش کی کہ ان احادیث کا ترجمہ اور تشریح کر کے انھیں مطالعہ کے لئے ہر ماہ دیا جائے۔ اور یہ اہم ذمہ داری میرے ہی سر رہی۔ الحمد للہ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک چلتا رہا اور عوام میں اس کی پذیرائی ہوتی رہی لیکن روز افزوں مجلس کی وسعت اور اسباب کی قلت اور عدیم الفرصتی کی وجہ سے دروس کی ترتیب و تقسیم کا یہ سلسلہ قائم نہ رکھ سکا، صرف دروس ہو جایا کرتے، لیکن قدردانوں کا اصرار میرے ذہن و دماغ پر مرتسم ہوتا رہا اور میں نے اس مجموعہ کی شرح تیار کر لی۔

لیکن جب اس کو کتابی شکل دینے کا خیال پیدا ہوا تو میں نے استخارہ کیا اور کئی بار خواب میں بشارتیں پائیں اول صحابی جلیل امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے محسوس کیا کہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے" پھر یہ فرماتے محسوس ہوا کہ "یہ میرے لڑکے سے پوچھ لو" میں نے اس جملہ سے "حضرت عبداللہ بن عمر" کو مراد لیا۔ یہ جملہ مجھے بار بار ذہن میں ورد ہوتا رہا اور اب بھی اس کی تازگی باقی ہے۔

اور اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بشارت محسوس کی جبکہ میں اس کتاب کی حدیث ۵ "من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد" پر لکھ رہا تھا اور اسی طرح بعض اور صحابہ کا مجھے احساس ہے۔ لیکن یہ خواب کی باتیں ہیں جو میں نے برسبیل تذکرہ لکھدی ہیں اس حقیقت کا علم تو اللہ ہی بہتر جانتے۔

استخارہ کے بعد میں نے ان احادیث کی از سر نو شرح لکھنی شروع کی اور بعض احادیث پر میں نے بڑی انشراح قلبی پائی اور کچھ بسط کے ساتھ اس کی تفصیل لکھی اور سابقہ جو تدریسی انداز کی شرح تھی اس کو یکسر بدل کر عوام کے فہم کے قریب کرنے کی کوشش کی جس میں کافی محنت اور مسلسل سعی و جہد سے کام لینا پڑا۔

لہذا الحمد للہ شبانہ روز مسلسل ڈیڑھ سال کی محنت کے بعد کتاب کی یہ شرح قارئین کے سامنے آرہی ہے اس میں سقم و صحت کا صحیح اندازہ تو قارئین ہی کرسکیں گے۔ لیکن میں نے ہر بات کو احتیاط سے اور مدلل پیش کرنے کی مکمل کوشش کی ہے۔ پھر بھی "فوق کل ذی علم علیم" کا اعتراف کرتے ہوئے اس کو حرف آخر ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

اس شرح میں میں نے مندرجہ ذیل چیزوں کا خاص خیال رکھا ہے۔

(۱) متن حدیث کو اعراب کے ساتھ صحیح پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۲) متن حدیث کا سلیس اور بالکل آسان زبان میں بامحاورہ ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۳) ہر حدیث کا مخرج "تخریج حدیث" کے عنوان سے بیان کر دیا ہے اور بالخصوص حدیث کے متن کے ساتھ جس مصدر کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے ابواب بتانے کا پورا لحاظ کیا ہے۔

(۴) حدیث کی شرح آسان اور عام فہم سلیس زبان میں بیان کرنے کی مکمل کوشش کی ہے۔

(۵) ہر حدیث کے راوی کی مختصر سیرت تاریخ وسوانح کی معتبر کتب سے اخذ کر کے حدیث کی شرح کے بعد "راوی حدیث" کے عنوان سے لکھدی گئی ہے۔ اس طرح جملہ ۲۴ راویانِ حدیث صحابہ کی سیرت بھی اس میں شامل کر دی گئی ہے۔ گویا اربعین نووی کی یہ ۴۳ حدیثیں ۲۴ صحابہ نے روایت کی ہیں۔

(۶) تخریج حدیث میں حدیث کی جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے اس پر اور اس کے مؤلف محدث کی سوانح حیات پر مختصر نوٹ "سیرت محدثین اور کارنامے" کے عنوان سے علیحدہ شامل کی گئی ہے تاکہ قاری محدث اور اس کی کتاب کے تعلق سے بھی واقف ہو سکے۔ اس طرح امام نووی کے علاوہ ۱۱ محدثین اور ان کی کتابوں پر نوٹ شامل ہے۔ گویا اربعین نووی کی ۴۳ احادیث ۱۱ محدثین سے منقول ہیں۔ اس کو میں نے مقدمہ میں شامل کیا ہے اور محدثین کی ترتیب میں سن ولادت کا خیال رکھا ہے۔ اربعین نووی میں عنوانات کے لحاظ سے جملہ ۴۲ حدیثیں ہیں لیکن حدیث ۲۷ میں ایک ہی عنوان کے تحت دو حدیثیں جمع کی گئی ہیں، ایک نواس بن سمعان سے دوسری وابصہ بن معبد سے مروی ہے۔ دونوں کا موضوع ایک ہی ہے۔

(۷) قاری کی سہولت کے پیشِ نظر احادیث کی معروف مصطلحات کی تعریفیں بھی علحدہ "مصطلحات حدیث" کے عنوان سے ترتیب دے کر مقدمہ میں شامل کی گئی ہیں۔

مصطلحات سے ناواقفیت کی بنا پر وہ حضرات جو فن حدیث کے بحر بیکراں کی ابجد سے بھی واقف نہیں رہتے مگر احادیث پر بیجا رکیک حملے کرتے رہتے ہیں مثلاً یہ مذاق اڑایا جاتا ہے کہ "حدیث ضعیف اور بوڑھی بھی ہوتی ہے"، ؟ "غریب اور مالدار بھی ہوتی ہے" ؟ "صحیح اور غلط بھی ہوتی ہے" ؟ وغیرہ یہ ان کی نادانی اور فن حدیث سے کورچشمی ہے۔

کوئی ذی عقل یہ انکار نہیں کر سکتا کہ ہر فن کی کچھ مخصوص اصطلاحیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ اس فن کی کیفیات جانی و پہچانی جاتی ہیں۔ اس فن کا نادان اگر اپنی عقل کے دیوالیہ پن سے اس کا مذاق اڑاتا ہے تو اہل فن کے نزدیک اس کی کیا وقعت ہوگی ؟

بقول پروفیسر غلام احمد حریری مترجم "الحدیث والمحدثون" شیخ ابوزھو :

۔۔۔۔۔ اسی لادینی ماحول کی دی ہوئی جرات وجسارت کا نتیجہ ہے کہ ایسے لوگ بھی سنت رسول کو نقد وجرح کے تیروں سے گھائل کرنے لگ گئے جنھوں نے زندگی بھر حدیث کا ایک سبق کسی استاذ سے نہیں پڑھا تھا اور جن کی ساری عمر انگریز کی غلامی میں

سکریٹریٹ کے فائلوں کی ورق گردانی کی نذر ہوئی۔ ؎

(۸) ماٰخذ اور مراجع کے پورے حوالے دینے کی احتیاط کبھی کی گئی ہے، چونکہ میرا مقصد عوام کے لئے افادہ ہے اس لئے زیادہ تدقیق اور اہم مصادر کی طرف رجوع نہیں کیا پھر بھی جن مراجع کا اہتمام ان میں کیا گیا ہے وہ کافی ہیں۔

(۹) کتاب کے موضوع کی مناسبت سے میں نے اس میں مضمون "فتنۂ انکار حدیث کا سرسری جائزہ" اور "حجیت حدیث" کا بھی اضافہ کرکے مقدمہ میں شامل کیا ہے تاکہ اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو۔ مقدمہ کو میں نے اس تقدیم کے بعد منسلک کر دیا ہے۔ تاکہ آغاز کتاب سے پہلے اس کے تمام پہلو واضح ہوسکیں۔

(۱۰) شرح کے وقت اربعین نووی کی شرحیں اور خاص طور سے حافظ ابن رجب حنبلیؒ بغدادی کی "جامع العلوم والحکم" اور احادیث کی دوسری شروحات پیش نظر رہیں اور حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن رجبؒ نے شرح کا حق ادا فرمادیا ہے، لیکن عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے اردو داں طبقہ کا فائدہ اٹھانا مشکل ہے، اگر عدیم الفرصتی مانع نہ ہوتی تو اس کے ترجمہ کا عزم کرلیتا یہ پچاس حدیثوں پر مشتمل بڑی جامع شرح ہے۔

میں نے اس شرح کو اپنے والد بزرگوار کی طرف انتساب کیا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "الأفضل" رکھا ہے، جبکہ والد محترم کا اسم گرامی "محمد افضل" ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس خدمت کو ان کے حق میں قبول فرمائے۔

ظاہر بات ہے کہ یہ کام بغیر کسی کے تعاون کے ناممکن ہے، لہٰذا میں نے بھی اپنے بعض فاضل رفقاء سے وقتاً فوقتاً علمی مشورے کرتا رہا اور بالخصوص میرے فاضل داماد حافظ مولوی عبدالباسط عبدالخالق العمری سلمہ اللہ مترجم وواعظ رئاسة المحاكم الشرعية والشئون الدينية دوحہ قطر نے مراجع کی تلاش وجستجو اور حوالہ جات کی فراہمی اور

؎ تاریخ حدیث ومحدثین ص۱۱

مسودے وکتابت کی تصحیح پر نظر ثانی میں بڑا تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم میں وسعت و عمق عطا فرمائے۔
اور میرے برادران مولوی محمد عبد اللہ عمری و مدنی، مبعوث رابطہ عالم اسلامی برائے جامعہ دارالسلام عمر آباد (تاملناڈو۔ الهند) اور مولوی محمد عبد الهادی عمری و مدنی مبعوث رئاسة البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد۔ ریاض برائے برمنگھم۔ لندن، اور رفیق کار مولانا شمیم احمد سلفی واعظ مرکز الدعوة والارشاد۔ قطر۔ و مولانا صفی احمد مدنی نے اپنے علمی و فکری مشوروں سے رہنمائی فرمائی۔
ساتھ ہی ساتھ اپنے ان تمام محسن رفقاء کا شکریہ ادا کرنا بھی میرا خوشگوار اخلاقی فریضہ ہے جنھوں نے اس کام کو بنظر استحسان دیکھا اور میری ہمت افزائی فرمائی اور بار بار اس کی جلد تکمیل پر توجہ دلاتے رہے۔
الٰہی: تو میری اس اصلاحی محنت و کوشش کو قبول فرما اور لغزشوں کو معاف فرما اور اس سے افادۂ عام فرما کر میری اور میرے والدین و متعلقین و قارئین اور تمام محسنین و معاونین کی نجات و بخشش کا ذریعہ بنا
آمین

محمد عبد الرحمٰن ندوی
۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
۲ مئی ۱۹۸۸ء ۔ بروز جمعہ
بعد نماز عصر قبل الافطار

مقدمہ

1. فتنۂ انکار حدیث کا سرسری جائزہ
2. حجیت حدیث
3. محدثین ۔ سیرت اور کارنامے
4. مصطلحات حدیث
5. کتاب اربعین نووی کی اہمیت
6. سیرت مؤلف کتاب امام نووی ۔ ۶۳۱ ۔ ۶۷۶ ہجری

فتنۂ انکارِ حدیث کا سرسری جائزہ

فتنۂ انکار حدیث کی ابتداء قرن اول ہی سے ہوگئی تھی اس کا باقاعدہ اظہار دوسری صدی ہجری میں ہوا۔ دو فرقے کھل کر سامنے آئے۔ معتزلہ اور خارجی۔

ان دونوں باطل گروہوں نے نعرہ لگایا "حسبنا کتاب اللہ" ہمیں خدا کی کتاب قرآن مجید ہی کافی ہے۔ ملتِ اسلامیہ کو انھوں نے اس طرح ورغلایا کہ یہ مقدس کتاب جامع ومانع ہے۔ اسلامی نظام اور اسلامی تعلیمات کا مکمل مجموعہ ہے اب اس میں کسی غیر کے کلام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ خارجیوں نے اس لئے یہ نعرہ بلند کیا کہ وہ دین میں انارکی اور امت مسلمہ کے شیرازہ کو منتشر کرنا چاہتے تھے اور معتزلہ اس لئے اٹھے کہ وہ یونانی اور فرانسیسی فلسفوں سے بہت مغلوب و متاثر تھے اور خدا کی مقدس کتاب کو وہ ان فرسودہ فلسفوں کے رنگ میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ مگر ان کی راہ میں ارشاداتِ رسول یعنی احادیث پاک نے بڑی سخت رکاوٹ ڈالی اور خوارج و معتزلہ قرآن مجید کے ساتھ کچھ نہ کر سکے جو یہودیوں نے تورات اور عیسائیوں نے انجیل کے ساتھ کیا۔ اس لئے اب ان گروہوں نے قرآن مجید کو اپنی من مانی تاویلات کا بھنڈار بنا ڈالنے کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت اور آپ کی حدیث کی محبت کی جڑیں کاٹنی شروع کر دیں۔ انھوں نے لوگوں کو باور کرانا چاہا کہ رسول صرف خدا کی کتاب لانے پر مامور ہوتا ہے۔ سو آپ نے ہم تک قرآن پہنچا دیا اور قرآن مجید پہنچانے کے بعد رسول بھی ایک عام انسانوں کی طرح ہیں لیکن یہ دونوں باطل گروہ اپنے ذلالت آمیز نعروں سمیت نیست و نابود ہو گئے کیونکہ

ادھر محدثین کرام اور امت کے اعاظم علماء ان کے مقابلہ پر آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے انھوں نے احادیث کی کتابت، تدوین اور چھان بین میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا اور ارشادات رسول کو محفوظ کرنے اور حدیث کی حجیت کو باقی رکھنے کے لئے انھوں نے ٹھوس اصولوں پر مبنی ایک ایسا نظام مرتب کیا جس کی مثال نہ گذشتہ اقوام میں ملتی ہے اور نہ آئندہ اقوام میں ملے گی۔

اور دوسری طرف مفسرین کرام نے ان گمراہیوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا ان کی باطل زنجیروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور قرآن مجید ہی سے انھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حیثیت ہرگز نہیں جو منکرین سنت آپ کو دینا چاہتے ہیں۔ آپ صرف ایک چٹھی رساں نامہ بر نہیں ہیں بلکہ خدا نے آپ کو امت کا معلم، مفسر قرآن اور اسلام کا قانون دان قانون ساز، فیصل اور جج مقرر کیا ہے۔ اس طرح اس فتنہ کا قلع قمع ہوا اور یہ فتنہ صدیوں تک موت کی وادی میں پڑا رہا لیکن موجودہ زمانہ میں بڑی شدت سے انکار حدیث کے فتنہ نے سر اٹھایا پہلے بغداد میں بعد میں ہندوستان میں۔ چنانچہ مولوی چراغ علی اور مولوی عبداللہ چکڑالوی اسی سلسلہ کے علمبردار تھے۔ اسلم جیراجپوری نے بھی اس کی ہمنوائی کی لیکن غلام احمد پرویز اور اس کے پٹھو انکار حدیث کرتے کرتے ضلالت کی انتہاؤں اور کفر کی کھائیوں میں جا پہنچے۔

یہ فتنہ موجودہ زمانے میں منجملہ دیگر صدہا فتنوں کے ایک بہت بڑا فتنہ ہے جس نے دہریت اور الحاد کے دروازے کو کھول دیا ہے، اور یہ فتنہ عالمگیر ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں نے اس کا مقابلہ کیا اور کر رہے ہیں اور دراصل اس کی بہت ہی ضرورت ہے حدیث کا انکار دراصل قرآن کا انکار ہے حالانکہ اسلام قرآن اور حدیث ہی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ قرآن اگر اجمال ہے تو حدیث اس کی مبین اور مظہر ہے، اگر حدیث کو قرآن مجید کا مبین اور مظہر نہ ٹھہرایا جائے تو ہر شخص قرآن مجید کے مطلب کو اپنی رائے اور عقل سے بیان کرتا اور ہر شخص کی رائے برابر نہیں ہے تو ایک آیت سے ایک شخص کچھ سمجھتا اور دوسرا کچھ اور تیسرا کچھ اور مطلب نکال بیٹھتا جس سے قرآنی مطالب میں بہت ہی اختلاف پیدا ہو جاتا اس صورت میں قرآن مجید بازیچۂ اطفال بن جائے گا حالانکہ قرآن مجید ایک عظیم الشان جامع اصولی اور معیاری کتاب ہے جس کی عملی صورت بغیر رسول کی تعلیم و تفہیم کے ممکن نہیں اور نبی کی تعلیمات کو حدیث ہی کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں "علیك بالسنة فانها شارحة للقرآن وموضحة له"۔ [1]

[1] فضائل حدیث مع کتابت و حجیت حدیث ص۲۲ از مولانا عبدالسلام بستوی مرحوم

حجیت حدیث

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور آپ کے ہر قول و عمل کو وحی کا تابع بنایا جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" وہ (ہمارا پیغمبر) اپنی مرضی سے نہیں بولتا وہ تو صرف وحی ہے جو کی جاتی ہے۔ (النجم ۳)

وحی دو طرح کی ہے۔ وحی متلو ۔ اور ۔ وحی غیر متلو

وحی متلو: اس سے قرآن عزیز مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صادقہ کی زندہ دلیل ہے اور جس کی حفاظت اور صیانت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

وحی غیر متلو: یعنی وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ اس کا تعلق سنت نبوی سے ہے۔ اس کی دلیل "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" وہ (ہمارا پیغمبر) اپنی مرضی سے نہیں بولتا ۔ (النجم ۳) ۔ اور مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ "جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی"۔ (نساء ۸۰) [1]

حدیث بھی قرآن کی طرح نازل ہوئی ہے: حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں "السنۃ ایضا تنزل علیه بالوحی کما ینزل القرآن الا انها لا تتلی کما یتلی القرآن" جس طرح قرآن مجید بذریعہ وحی نازل ہوا اسی طرح سنت اور حدیث بھی بذریعہ وحی نازل ہوئی ہے، دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ قرآن مجید وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے۔

---

[1] تاریخ حدیث و محدثین ص۲۵، ص۲۶

حضرت حسان بن عطیہ جو کبار تابعین اور ثقات شامیین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ، جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیث لے کر اسی طرح اترتے تھے جس طرح قرآن کو لے کر اترتے تھے۔" [اخرجه البیهقی بسند صحیح۔ فتح الباری]

حدیث نبوی وحی الٰہی پر مبنی ہے: وحی کی ان دونوں قسموں میں تحفظ شریعت اور سہولت امت کا راز مضمر ہے۔

حدیث نبوی وحی الٰہی پر مبنی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی گئی۔ یہ اصول دین میں سے ایک عظیم اصل اور اس کی عمارت کا مضبوط و مستحکم ستون ہے۔ حدیث نبوی کی پیروی واجب اور خلاف ورزی حرام ہے۔ اس امر پر سب مسلمانوں کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ جو شخص حدیث کی حجیت کا انکار کرتا ہے وہ قطعی دلائل کو رد کرتا اور کفار کی راہ پر گامزن ہے اس ضمن میں اس قدر نصوص و آیات وارد ہوئی ہیں کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی۔

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الا انی اوتیت القرآن ومثله معه" "سن لو! مجھے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا ہے اور اس سے دو چند حکمت بھی عطا کی ہے۔ (مراسیل ابوداؤد) [1]

حدیث قرآن کی شرح ہے: امت کے تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ حدیث قرآن کی شرح ہے۔ قرآن میں جو احکام مختصراً ارشاد فرمائے گئے ہیں، حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔ یہ وہ ارکان اسلام ہیں جن کا انکار کرنے والا بالاتفاق کافر ہے مگر اس کی ادائیگی کی مکمل تفصیل ہمیں حدیث میں ہی ملے گی۔

شیخ الاسلام علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں:

"جب احادیث کے ذخیرہ پر نظر ڈالی جاتی ہے تو کل تین قسم کی احادیث نظر آتی ہیں۔

(۱) بعض احادیث وہ ہیں جن میں بعینہ وہی حکم مذکور ہے جو قرآن میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) بعض میں کسی مجمل کی مراد یا کسی لفظ کی تفسیر مذکور ہوتی ہے۔ ان دونوں قسموں میں آپ کی

---

[1] تاریخ حدیث و محدثین

اطاعت کا کوئی مفہوم ادا نہیں ہوتا اگر یہ احادیث نہ ہوتیں جب بھی یہ احکام قرآن میں مذکور ہونے کی وجہ سے واجب الاطاعت تھے۔ پس یہ احکام " اَطِیْعُوا اللّٰہَ " (اللہ کی اطاعت کرو) کے تحت درج ہیں۔

(۳) بعض احادیث ایسی ہیں جن میں وجوب و حرمت کے ایسے احکام مذکور ہیں جن سے قرآن نے سکوت اختیار کیا ہے، ان ہی احکام کے ماننے کے لئے " وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ " (اور رسول کی فرمانبرداری کرو) کا حکم دیا گیا ہے۔

اگر یہ تیسری قسم واجب الاطاعت نہ ہو تو رسول کی اطاعت کا کوئی خاص مصداق ہی نہیں نکلتا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ " اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ " کی پوری آیت پر اسی وقت عمل ہو سکتا ہے جب ہر سہ اقسام کی اطاعت کی جائے۔ قرآن کریم نے رسول کی مستقل اطاعت کی دوسری شکل خدا کی اطاعت قرار دیا ہے " مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ "، جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ گویا رسول کی اطاعت ایک لحاظ سے خدا ہی کی اطاعت ہے۔[۱]

قرآن مجید میں بعض جگہ اجمالی احکام ہیں : قرآن مجید میں بعض جگہ اجمالی احکام ہیں، جن کی تشریح و تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے معلوم ہوتی ہے اگر حدیث نہ ہوتی قرآن پر عمل کرنا دشوار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا " وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ " اور ہم نے آپ کی طرف ذکر اتار دیا ہے تاکہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شائد وہ غور و فکر کر سکیں۔[۲]

اس آیت سے قرآن و حدیث دونوں مراد ہیں۔

اس آیت کی تشریح میں محی السنۃ امام بغوی نے معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت لکھا ہے " اراد بالذکر الوحي وکان النبي صلی اللہ علیہ وسلم مبینا للوحي وبیان الکتاب یطلب من السنة " یعنی اس آیت میں ذکر سے مراد وحی جلی یعنی قرآن ہے اور اس کے بیان کرنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن کا معنی و مقصد حدیث سے تلاش کیا جائے۔[۳]

---

[۱] اعلام الموقعین ج ۲، [۲] النحل ۴۴، [۳] فضائل حدیث، مولانا عبدالسلام بستوی ۲/

حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت فرماتے ہیں حقیقتاً اے نبی آپ ہی اس پر سب سے زیادہ حریص ہیں آپ ہی اس کے سب سے بڑے عالم ہیں اور آپ ہی اس کے سب سے زیادہ عامل ہیں اس لئے کہ آپ افضل الخلائق ہیں اولاد آدم کے سردار ہیں جو اجمال اس کتاب میں ہے اس کی تفصیل آپکے ذمہ ہے لوگوں پر جو مشکل ہو آپ اسے سمجھا دیں تاکہ وہ سوچیں سمجھیں راہ پائیں اور پھر نجات اور دونوں جہان کی بھلائی حاصل کریں"۔ لے

قرآن مجید میں حدیث پر عمل کے متعدد احکام:

قرآن مجید میں حدیث پر عمل کے ہمیں متعدد احکام ملتے ہیں کیونکہ عملی اعتبار سے کتاب و سنت کا یکساں ہی درجہ ہے یعنی ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں. مثلاً قرآن مجید میں کئی مقامات پر حدیث کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے قرآن مجید مراد ہے اس سے حدیث کی اہمیت سمجھی جا سکتی ہے۔

قرآن مجید میں حدیث پر عمل کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے ۔ قرآن مجید میں قرآن و حدیث کے ماننے کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے ۔ قرآن مجید میں سنت اور حدیث کی پیروی کو اللہ کی پیروی کہا گیا ہے. قرآن مجید میں منکرین حدیث کو سخت الفاظ میں وعید سنائی گئی ہے ۔ قرآن مجید میں حدیث سے منہ پھیرنے سے منع کیا گیا ہے. قرآن مجید میں اختلاف کے وقت قرآن و حدیث کی پیروی کرنے اور اس کی طرف رجوع کرنے کی تاکید کی گئی ہے ۔ قرآن مجید میں حدیث کی تعظیم کو رسول کی تعظیم بتایا گیا ہے ۔ قرآن مجید میں حدیث کے خلاف ہر عمل کو باطل قرار دیا گیا ہے ۔ قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے کہ حدیث کے خلاف عمل کرنے والے قیامت کے دن افسوس کریں گے ۔

قرآن و حدیث پر چلنا ہر مسلمان کا فرض ہے ۔

یہ وہ مختصرات ہیں جن کی ہمیں قرآن مجید میں کئی مقامات پر تاکیدیں ملیں گی. میرا مقصد تطویل نہیں ہے ورنہ تمام آیات کو پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ حدیث نبوی سے عملی محبت پیدا کرلے اور اپنی زندگی کو اسوۂ رسول کے آئینہ میں ڈھالنے کی کوشش کرے ۔ اور تمام شکوک و شبہات سے اپنے ذہن کو پاک و صاف رکھے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" جو اللہ کا رسول تمہیں دے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رک جاؤ ۔

لے ابن کثیر

محدثین ـ سیرت اور کارنامے

① امام مالک بن انس
② امام احمد بن حنبل
③ امام دارمی
④ امام بخاری
⑤ امام ابوداؤد السجستانی
⑥ امام مسلم بن حجاج
⑦ امام ابن ماجہ القزوینی
⑧ امام ترمذی
⑨ امام نسائی
⑩ امام دارقطنی
⑪ امام بیہقی

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ

۹۵ھ سے ۱۷۹ھ

مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر بن عمرو الاصبحی المدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پردادا ابو عامر اصحاب رسول میں سے تھے اور بدر کے سوا تمام غزوات میں حضور کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل کی تھی[۱] امام مالک سنہ ۹۰ھ یا سنہ ۹۵ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے[۲] اور علمائے مدینہ سے کسب علم کیا، یہ سب وہ علماء تھے جن کے علم و فضل اور امانت و دیانت کے امام مالک قائل تھے[۳] آپ نہ صرف حجاز کے امام تھے بلکہ حدیث و فقہ میں تمام انسانوں کے مقتدا تھے[۴] مسجد نبوی میں درس و تدریس و افتاء کی مسند بچھائی جہاں تشنگان حدیث مشرق و مغرب کے دور دراز علاقوں سے آکر استفادہ کرتے[۵] آپ کے فخر کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ امام شافعی آپکے شاگردوں میں ہیں اور امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین کے شیوخ امام مالک کے شاگردوں میں ہیں، یہ امام فی الحدیث والسنۃ ہیں[۶]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ شیفتگی رکھتے تھے، زندگی بھر مدینہ میں کسی جانور پر اس لئے سوار نہ ہوئے کہ اس زمین میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں[۷] اور احتراماً ننگے پیر چلا کرتے تھے، آپ کے تعلق سے یہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ درس حدیث میں مصروف تھے کہ ایک بچھو نے آپ کو سولہ مرتبہ ڈنک مارا مگر درس کو روکے بغیر آخر تک جاری رکھا[۸]

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں سنہ ۱۷۹ھ میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی[۹] اور بعض نے نوے سال کہا ہے[۱۰] بقیع قبرستان میں مدفون ہیں[۱۱]

مؤطا:- مؤطا آپ کی تصنیف ہے اس لئے اس کو "مؤطا امام مالک" کہا جاتا ہے۔

۱، ۳، ۷، ۱۱، ۱۳ الحدیث والمحدثون صفحہ ۲۸۷، بحوالہ تہذیب الاسماء ج ۲ صفحہ ۷۵ و مفتاح السنۃ ص ۲۳۔

۲، ۴، ۶، ۱۰، ۱۲ الاکمال فی اسماء الرجال ص ۷۷۵، ۲، ۵، ۸، ۹ سبیل الجنۃ مؤلفہ شیخ قاضی احمد بن حجر رحمہ قطر۔

بیان کیا جاتا ہے کہ صحیحین سے پہلے موطا کتاب اللہ کے بعد اصح الکتاب شمار ہوتی تھی [۱] یہ احادیث رسول اللہ اور صحابہ و تابعین کے اقوال و فتاویٰ کی جامع ہے جو امام مالک کی چالیس سالہ جانفشانی و عرق ریزی کا ثمرہ ہے۔

موطا کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ امام نے یہ کتاب تالیف کر کے اپنے شیوخ و اساتذہ کو دکھائی تو انھوں نے اس کی موافقت و تائید کی اس لئے امام مالک نے اس کا نام "الموطا" (موافقت کردہ) تجویز کیا [۲] لہذا امام نے خود فرمایا "میں نے یہ کتاب مدینہ کے ستر فقہاء کو دکھائی سب نے میری تائید کی اس لئے میں نے اس کا نام "موطا" رکھا۔ [۳]

ماہ شعبان اور اسکی حقیقت

اس کتاب میں ماہ شعبان اور اس میں ہونے والے اعمال کو قرآن اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں مدلل بیان کیا گیا ہے اور ان احادیث کا تفصیل سے علمی جائزہ لیا گیا ہے جو شعبان کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔

ملنے کا پتہ: ندوۃ السنۃ - بیرون فتح دروازہ۔

مکان نمبر ۷۵۰-۲-۱۹

حیدرآباد ۵۰۰۲۵۳، اے-پی - انڈیا

[۱،۲] الحدیث والمحدثون صفحہ ۲۸۷، بحوالہ تہذیب الاسماء ج ۲ ص۷۵ و مفتاح السنۃ ص۲۳

[۳] سبیل الجنۃ مولفہ شیخ قاضی احمد بن حجر دوحہ قطر

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
۱۶۴ھ - ۲۴۱ھ

ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال بن اسد' ان کا سلسلہ نسب معد بن عدنان الشیبانی المروزی تک پہنچتا ہے۔ ابن خلکان نے اس نسب کو صحیح بتلایا ہے یہ بنو شیبان میں سے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ فقہ اور حدیث' زہد' ورع ' عبادت میں مقتدا ہیں' یہ صحیح وسقیم مجروح ومعدل کا معیار ہیں۔ تمام ائمہ نے ان کے رسوخ علم اور اتباع سنت پر اتفاق کیا ہے' اس زمانہ کے معروف ترین علماء حدیث سے استفادہ کیا ہے، اسحاق بن راہویہ کا قول ہے کہ

"امام احمد بن حنبل خدا اور اس کے بندوں کے درمیان زمین پر خدا کی حجت ہیں"۔

ابوزرعہ کہتے ہیں :

"احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں"۔

مامون کے زمانے میں قاضی احمد بن ابوداؤد معتزلی کے اشارہ پر فتنہ خلق قرآن کے مسئلہ پر آزمائے گئے، یعنی ان پر زور دیا جاتا کہ وہ "قرآن کو اللہ کی مخلوق کہیں"، لیکن وہ فرماتے "قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے" پھر مامون کے بعد معتصم نے انہیں سخت ترین سزائیں دیں' لیکن امام نے صبر وتحمل کیا اور کہتے رہے۔" بینی و بینکم کتاب اللّٰہ" (میرے اور تمہارے درمیان صرف اللہ کی کتاب ہے) دو سال کچھ ماہ تک قید وبند کی سختیاں برداشت کرنے کے بعد اس سے نجات پائی اور دشمنوں کو ندامت ہوئی۔

بروز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ ہجری کو بغداد میں بعمر ۷۷ سال انتقال ہوا۔ اور باب حرب کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

ابن خلکان کہتے ہیں جنازہ میں آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتوں نے شرکت کی

اور کہا جاتا ہے کہ جس دن امام احمد کا انتقال ہوا بیس ہزار نصاری، یہودی اور مجوس مشرف بہ اسلام ہوئے۔[۱]

مسند احمد: یہ امام احمد بن حنبل کی تصنیف ہے جو حدیث کی ایک عظیم کتاب ہے، قدیم وجدید محدثین نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ یہ حدیث کی جامع تر کتاب ہے، اس میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی ایک مسلم کو دین و دنیا میں ضرورت ہے اگر مکررات کو شمار کیا جائے تو مسند احمد چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے اور اگر مکررات کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس میں کل تیس ہزار احادیث ہیں، امام احمد نے سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے ان کو منتخب کیا ہے۔[۲]

اس کی ترتیب اور کتب احادیث سے مختلف ہے، اس کتاب کی ترتیب صحابہ کے ناموں سے ہے، تقریباً آٹھ سو صحابہ سے احادیث منقول ہیں۔[۳]

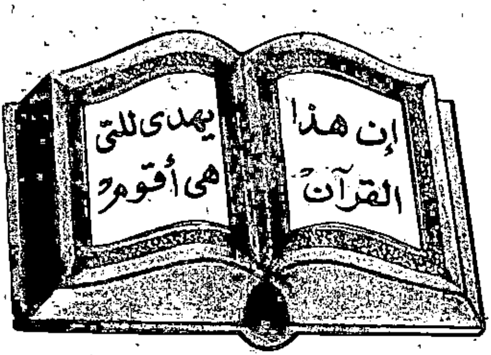

---

[۱] اکمال ص۷۸۱، سبیل الجنۃ ص۴۹، [۲] الحدیث والمحدثون ص۳۶۹، تاریخ حدیث ومحدثین ص۴۹۸
[۳] اصول الحدیث ص۲۲۸،

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۱ھ - ۲۵۵ھ

ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام بن عبدالصمد التیمی الدارمی السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۸۱ھ میں ہوئی۔ یہ صاحب "سنن دارمی" ہیں۔

خطیب نے کہا "دارمی" حفاظ حدیث میں سے تھے، زہد وتقویٰ، دینداری، علم اور اجتہاد وعبادت میں ضرب المثل تھے۔ انھوں نے مسند اور تفسیر اور کتاب الجامع تصنیف کی۔

امام دارمی نے طلب علم میں متعدد سفر کئے جن میں مصر اور شام اور عراق اور حرمین شریفین شامل ہیں۔

حدیث اور آثار نبوی میں معتبر اور فقاہت میں بڑے اونچے درجے پر فائز تھے، انھوں نے متعدد محدثین "یزید بن ہارون"، "النضر بن شمیل" [1] وغیرہ سے کسب فیض کیا اور ان سے امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور احمد بن حنبل وغیرہ نے روایت حدیث کی۔ اور ابوحاتم کہتے ہیں کہ "دارمی اپنے اہل زمانہ کے امام تھے۔" [2]

امام دارمی ۲۵۵ھ میں "یوم الترویۃ" کو انتقال فرمایا اور عرفہ جمعہ کے دن (مرو) میں تدفین ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۵ سال تھی۔

سنن دارمی: ان کی کتاب "مسند الدارمی" سے مشہور ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ "مسند" نہیں بلکہ سنن ہے کیونکہ انھوں نے اس کی ترتیب ابواب فقہ کے لحاظ سے کی ہے، راویوں یا صحابہ کے لحاظ سے نہیں کی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مرتبہ میں "سنن" کے ہے اور ابن ماجہ سے اولیٰ ہے۔

تدریب الراوی میں علامہ سیوطی نے فرمایا کہ "مسند دارمی" "مسند" نہیں ہے بلکہ وہ

---

[1] الکمال ص۴۸۷۔ [2] ایضاً

ابواب کے لحاظ سے مرتب ہے اور بعض محدثین نے اس کو "صحیح" کہا ہے۔

مسند اور سنن کے درمیان فرق: مسند اور سنن کے درمیان فرق یہ ہے کہ مسند کی ترتیب صحابہ کے ناموں پر ہوتی ہے جیسے "مسند احمد" اس میں صرف وہ حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جو صحابی سے مروی ہیں جیسے ابن عباس اور ابو ہریرہ وغیرہ ان سے جو حدیثیں مروی ہیں ان کے اسماء کے عنوان سے بیان کی جاتی ہیں۔

اور سنن وہ ہے جس میں احادیث فقہی ابواب کے عنوان سے مرتب کی جائیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "دارمی" کو صحاح ستہ میں سے چھٹی کتاب کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس کے رجال میں ضعف بہت کم ہے اور اس میں منکر اور شاذ روایتیں بالکل نادر ہیں اور اس کی سندیں عالی ہیں اور اس کی ثلاثیات بخاری کی ثلاثیات سے زیادہ ہیں۔

مغلطائی نے کہا کہ اس میں منکر اور شاذ احادیث نہیں ہیں، ہاں البتہ مرسل اور موقوف احادیث پائی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ سنن ابن ماجہ سے اولیٰ ہے۔ [1]

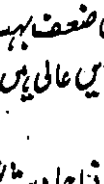

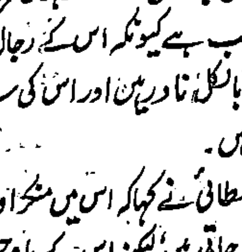

[1] مقدمہ دارمی مطبوعہ استنبول۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۱۹۴ھ - ۲۵۶ھ

امیرالمومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری کا سلسلۂ نسب یہ ہے — ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بن بردزبہ الجعفی البخاری۔

یہ فارسی النسل تھے۔ آپ کے پردادا مغیرہ نے یمان الجعفی حاکم بخارا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا، آپ کے والد ماجد اکابر محدثین میں سے تھے۔

امام بخاری نے طلب حدیث میں دور دراز کا سفر کیا اور تمام ممالک کے ایک ہزار سے زائد محدثین سے ملاقات کی اور بڑے بڑے حفاظ حدیث سے حدیث حاصل کی، انکی ذہانت تفوق علم، زہد و ورع کی وجہ سے تمام ائمہ حدیث نے "امیرالمومنین فی الحدیث" کا لقب عطا کیا [۱]، امام بخاری فرماتے ہیں "مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں یاد ہیں" [۲]

امام بخاری ان مایۂ ناز فرزندوں میں سے ہیں جن کا نام نامی اسلام اور قرآن کے ساتھ ساتھ دنیا میں زندہ رہے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "آل فارس میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ اگر دینی علوم ثریا ستارے پر ہوں گے تو وہاں سے بھی وہ ان کو ڈھونڈ نکالیں گے" (مسلم [۳])۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ "خراساں نے محمد بن اسماعیل بخاری جیسی شخصیت پیدا نہیں کی"، انھیں کا قول ہے کہ "خراساں کے چار آدمیوں پر حفظ ختم ہے، ان میں انھوں نے بخاری کو بھی شمار کیا" [۴]

آپ شہر بخارا میں بتاریخ ۱۳/ شوال ۱۹۴ھ نماز جمعہ کے بعد پیدا ہوئے اور انتقال ۳۰/ رمضان ۲۵۶ھ ۱۳ دن کم ۶۲ سال کی عمر میں خرتنگ (سمرقند سے قریب) میں ہوا، عید الفطر کے دن نماز ظہر کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا، خرتنگ میں ہی تدفین ہوئی۔ [۵]

---

[۱] اصول الحدیث ص۳۱۰، [۲] اکمال ص۸۴۳، [۳] مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس، شرح بخاری از راز دہلوی

ایک شاعر نے آپ کے سالِ ولادت اور سالِ وفات ہر دو کو ایک ہی بند میں جمع کر دیا ہے :

کان البخاری حافظا ومحدثا	جمع الصحیح مکمل التحریر
میلاده صدق ومدة عمره ۱۹۴ ۶۲	فیها حمید وانقضی فی نور ۲۵۶ [1]

الجامع الصحیح : امام بخاری نے تقریباً بیس کتابیں فن حدیث میں تالیف کی ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور "الجامع الصحیح" جو "صحیح البخاری" سے معروف ہے[2]۔ اس کتاب کی تالیف پر امام بخاری کا عزم مزید اس طرح پختہ ہوا کہ آپ نے اپنے استاذ امیر المومنین فی الحدیث والفقہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی المعروف بہ ابن راہویہ سے سنا کہ اپنے تلامذہ کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے "کیا ہی اچھا ہو کہ آپ صرف احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک مختصر کتاب مرتب کریں"۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی اور میں نے "الجامع الصحیح" کو تالیف کرنا شروع کر دیا۔ یہ کتاب میں نے چھ لاکھ احادیث سے منتخب کی اس میں صرف وہی احادیث شامل کیں جو صحیح متن اور سند متصل کیساتھ رسول اللہ سے منقول تھیں اور اسکے رواۃ و رجال ضبط و عدالت کی صفات سے متصف تھے امام بخاری نے اس کتاب کی تالیف میں سولہ (۱۶) سال صرف کئے ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے غسل کرتے اور دو (۲) رکعت نفل ادا کرتے[3]۔ اگرچہ بخاری شریف کی تصنیف کے اس اہم کام کے مواقع مکہ شریف کے علاوہ مدینہ طیبہ اور دیگر مقامات پر ہوتے مگر اکثر و بیشتر اسکی تسوید و تبییض کا کام حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان حرم پاک میں انجام پایا۔[4]

حفاظ و ائمہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا "جعلته حجة بيني وبين الله سبحانه" میں نے اس کتاب کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجت بنایا ہے"[5]۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ مکررات کو شامل کر کے بخاری کی احادیث کی تعداد سات ہزار تین سو ستانوے ہے، اگر مکررات کو حذف کر دیا جائے تو متصل و مرفوع احادیث کی تعداد دو ہزار چھ سو دو ہے[6] اسکی عظمت کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ امام بخاری سے اس کتاب کا سماع نوے ہزار اشخاص نے کیا تھا۔[7]

---

[1] مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس شرح بخاری از راز دہلوی ۔ [2] اصول الحدیث ص۳۱۰ ۔ [3] الحدیث والمحدثون ص۳۷۸، تاریخ حدیث ومحدثین ص۵۰۹،
[4] شرح مسلم راز دہلوی، [5] اصول الحدیث ص۳۱۲، [6] الحدیث والمحدثون ص۳۷۸، تاریخ حدیث ومحدثین ص۵۰۹،
[7] الکمال فی اسماء الرجال ص۵۸۳، ۔

امام ابوداؤد السجستانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۲ھ - ۲۷۵ھ

سلیمان بن اشعث بن اسحاق ازدی سجستانی ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے، ۱۶ شوال ۲۷۵ھ میں بمقام بصرہ وفات پائی[۱] ابوداؤد بصرہ میں سکونت پذیر رہے اور بغداد آئے اور وہاں اپنی تصنیف سنن ابوداؤد کی روایت کی ابوبکر خلال کہتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہیں کہ ان کے زمانے میں کوئی شخص تخریج علوم کی معرفت اور استخراج کے مواقع کی بصیرت میں ان سے آگے نہیں بڑھا[۲] انھوں نے طلب حدیث میں کئی ملکوں کا سفر کیا اور کئی حفاظ حدیث سے ملاقات کی اور امام احمد بن حنبل سے سماعت کی، بڑے عابد و زاہد تھے۔[۳]

ابوداؤد کی ایک آستین کشادہ اور دوسری تنگ تھی آپ سے دریافت کیا گیا اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کشادہ آستین کتابوں کے لئے ہے اور دوسری کو کشادہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔[۴]

سنن ابوداؤد: امام ابوداؤد کی ۱۲ کتابیں ہیں جن میں انکی سنن بہت مشہور ہے جس کو "سنن ابوداؤد" کہتے ہیں، انھوں نے اپنی اس سنن کو پانچ لاکھ احادیث سے منتخب کیا، اس میں چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں، یہ سب احکام سے متعلق ہیں، اور بہت مشہور ہیں۔[۵]
امام ابوداؤد، امام بخاری کے بعد مولفین صحاح ستہ میں سب سے بڑے فقیہہ تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتاب فقہی احکام و مسائل کی جامع ہے اس کی ترتیب ابواب فقہ پر ہے، اور اس میں وہ احادیث پائی جاتی ہیں جن سے فقہاء نے استدلال کیا اور فقہی احکام کو ان پر مبنی قرار دیا تھا۔ محدثین کا قول ہے:
"قرآن کریم کے بعد "سنن ابی داؤد" ایک مجتہد کے لئے کافی ہے"
سنن ابی داؤد وضع و ترتیب اور فقاہت کے لحاظ سے نہایت عمدہ کتاب ہے۔[۶]

[۱،۳،۵] اصول الحدیث ص ۳۲۰، [۲،۴] الکمال ص ۷۸۵، [۶] الحدیث والمحدثون ص ۴۱۱، تاریخ حدیث و محدثین ص ۵۵۱

امام مسلم بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۶ھ - ۲۶۱ھ

ابوالحسن مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری بن دروین نیشاپوری، عساکرالدین لقب تھا، قبیلۂ قشیر سے آپ کا تعلق تھا جو عرب کا ایک مشہور خاندان تھا اور خراساں کا مشہور شہر نیشاپور آپ کا وطن تھا۔[1]

امام مسلم کا سنِ ولادت اکثر علماء اور مورخین کی تحقیقات کے مطابق ۲۰۶ھ زیادہ معتبر ہے (بعض نے ۲۰۴ھ اور ۲۰۲ھ بھی لکھا ہے۔) ۵۵ سال کی عمر پائی اور ۲۴ رجب ۲۶۱ھ کو بروز اتوار (نصرآباد) نیشاپور کے گاؤں میں شام کے وقت وفات پائی اور نیشاپور میں دفن ہوئے۔[2]

اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی ذکاوت، ذہانت اور قوت حافظہ عطا کی تھی، رسمی علوم و فنون کے بعد پھر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تحصیل کی جانب توجہ کی، اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث سے علم حدیث حاصل فرمایا، امام بخاری کے استاذ اسحاق بن راہویہ اور امام احمد بن حنبل سے بھی حدیث حاصل کی، امام بخاری جب بھی نیشاپور آتے امام مسلم ان کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔[3]

علماء اسلام کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اسلام میں قرآن مجید کے بعد پہلا مرتبہ صحیح بخاری کا ہے اور پھر صحیح مسلم کا، جس سے امام مسلم کی عظمت کا کافی اندازہ ہوتا ہے۔[4]

صحیح مسلم: اس کتاب کو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری نے تصنیف کیا، یہ خالص احادیث صحیحہ پر مشتمل ہے، اور اس کا درجہ صحیح بخاری کے بعد ہے،[5] امام مسلم فرماتے ہیں کہ میں نے "مسند صحیح" کو تین لاکھ اپنی سنی ہوئی احادیث سے انتخاب کرکے لکھا ہے[6] اس کی تہذیب و تنقیح میں امام مسلم ۱۵ سال مشغول رہے۔[7] امام مسلم نے اس کتاب کو نہایت حکیمانہ انداز سے مرتب کیا ہے جس کی بناء پر اس سے استفادہ آسان ہو گیا ہے، امام مسلم نے یہ طرز و انداز اختیار کیا ہے کہ وہ قریب المعنی ملتی جلتی احادیث کو ایک ہی جگہ ذکر کرتے ہیں،

[1،6] مقدمہ شرح مسلم ص۵۲، [2] اصول الحدیث ص۳۱۲، [3،4] اکمال، [5] الحدیث والمحدثون ص۳۸۱، تاریخ حدیث و محدثین ص۵۱۴،

اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کے مختلف طرق، اسانید اور ان کے الفاظ کے فرق و اختلاف کو مختصر عبارت میں نہایت ترتیب اور حد درجہ احتیاط کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔

اگر مکررات کو شمار نہ کیا جائے تو صحیح مسلم میں کل چار ہزار احادیث صحیح ہیں اور بشمول مکررات اس میں سات ہزار دو سو پچھتر احادیث ہیں۔[۱]

ملتِ اسلامیہ نے بخاری و مسلم دونوں کو قبول عام کی نگاہ سے دیکھا اور یہ دونوں کتب عوام و خواص کے یہاں مرجع و ماخذ قرار پائیں۔

صحیح مسلم کے حسن قبول اور اس کی جلالت شان کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ اصول کا یہ ایک اصولی مسئلہ مسلمہ اصول حدیث ہے کہ" أصح الروايات ما اتفق عليه الشيخان، ثم ما انفرد به البخاري، ثم ما انفرد به مسلم" سب سے زیادہ صحیح روایتیں وہ ہیں جس پر شیخان (بخاری و مسلم) نے اتفاق کیا ہے، پھر وہ جو بخاری نے بیان کیا، پھر وہ جس کو مسلم نے بیان کیا۔

صحیحین میں موازنہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں سے کونسی زیادہ معتبر ہے اور کس کا پایہ بلند ہے؟ اس میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے، بعض صحیح بخاری کو بلند پایہ مانتے ہیں، بعض صحیح مسلم کو، اور بعض نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ بعض اعتبارات سے صحیح بخاری کا درجہ بلند ہے اور بعض اعتبارات سے صحیح مسلم کا درجہ بلند ہے۔ بعض مغرب کے علماء صحیح مسلم کو بخاری پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں بعض ایسی باتیں ہیں جو صحیح بخاری میں نہیں ہیں[۲]۔ امام بخاری و مسلم دونوں نے اپنی اپنی کتابوں میں صرف احادیث صحیحہ کو شامل کرنے کا التزام کیا ہے اگرچہ یہ دونوں کتب صحت کا التزام کرنے میں شریک ہیں مگر صحیح بخاری صحیح مسلم سے افضل و مقدم ہے۔[۳]

---

[۱] الحدیث والمحدثون ص۳۸۱، تاریخ حدیث و محدثین ص۵۱۴، [۲] شرح مسلم مع النووی مقدمہ
[۳] تاریخ حدیث و محدثین ص۵۸۱، الحدیث والمحدثون ص۳۸۹

امام ابن ماجہ القزوینی رحمۃ اللہ علیہ
۲۰۹ھ - ۲۷۳ھ

ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی، ماجہ ان کے والد کا لقب ہے۔ ابن ماجہ ۲۰۹ھ میں قزوین میں پیدا ہوئے اور بہت سے شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا امام مالک کے شاگردوں میں سے ہیں اور لیث سے حدیث کی سماعت کی[۱] محدثین کے نزدیک ثقہ، علم کے اعلیٰ درجہ میں شمار کئے جاتے ہیں، ۲۲ر رمضان ۲۷۳ھ ۶۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انکی کتابوں میں مشہور کتاب حدیث میں "سنن ابن ماجہ" ہے۔[۲]

سنن ابن ماجہ فقہی احکام کے اعتبار سے ابن ماجہ بڑی مفید کتاب ہے سنن ابن ماجہ کو سنن نسائی و ابوداؤد و ترمذی کی طرح فقہی ابواب کے طرز پر مرتب کیا گیا ہے یہ درجہ میں ان سے فروتر ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں "ابن ماجہ عظیم حافظ، صادق القول اور واسع العلم تھے ان کی سنن کا پایہ اس لئے بلند نہ ہو سکا کہ اس میں منکر اور موضوع احادیث بھی ہیں۔"

متقدمین محدثین اور کثیر متاخرین محققین، حدیث کی پانچ کتابوں کو اصول کتب الحدیث قرار دیتے ہیں، وہ پانچ کتابیں یہ ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی۔ بخلاف ازیں بعض متاخرین ان پانچ کتب میں ابن ماجہ کو شامل کر کے حدیث کی بنیادی کتابیں چھ قرار دیتے ہیں۔

چونکہ ابن ماجہ میں بعض احادیث ایسی بھی ہیں جو متہم بالکذب اور حدیثیں چراتے والے راویوں سے مروی و منقول ہیں اس لئے بعض محدثین نے اس رائے کا اظہار کیا کہ سنن دارمی کو حدیث کی چھٹی کتاب ٹھہرایا جائے اس لئے کہ دارمی میں ضعیف راوی بہت کم ہیں اور اس میں احادیث منکر و شاذ بھی نہایت قلیل التعداد ہیں اگرچہ دارمی میں مرسل و موقوف روایات بھی پائی جاتی ہیں تاہم ابن ماجہ سے بہتر ہے کچھ محدثین ایسے بھی تھے جنھوں نے صحت و جلالت کے پیش نظر موطا امام مالک کو حدیث کی چھٹی کتاب قرار دیا۔[۳]

ابن ماجہ کے محقق استاذ محمد فواد عبدالباقی نے کہا کہ اس میں جملہ (۴۳۴۱) حدیثیں ہیں جن میں (۳۰۰۲) حدیثیں ایسی ہیں جن کو اصحاب کتب خمسہ نے بیان کیا ہے اور صرف (۱۳۳۹) حدیثیں کتب خمسہ سے زائد ہیں۔[۴]

★★

---

۱ اکمال ص۸۶، ۲ اصول الحدیث ص۳۲۷، ۳ تاریخ حدیث و محدثین ص۵۶۱، الحدیث والمحدثون ص۴۱۸، ۴ اصول الحدیث ص۳۲۷،

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۹ھ - ۲۷۹ھ

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی ۲۰۹ھ میں "ترمذ" شہر کے گاوں "بوغ" میں پیدا ہوئے یہ دریائے جیحون کے اس پار اس کے مشرقی ساحل پر ہے، اس کی طرف منسوب ہوکر "ترمذی" کہلاتے ہیں[1] ائمہ حدیث کی ایک بڑی جماعت سے حدیث حاصل کی جن میں امام بخاری بھی ہیں شہرت یافتہ حافظ حدیث ہیں، ان کو فقہ میں اچھی دسترس حاصل تھی، "ترمذ" ہی میں دوشنبہ کی رات کو بتاریخ ۱۳ رجب ۲۷۹ھ ہجری ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔[2]

جَامع الترمذی: امام ترمذی کی علم حدیث میں بہت تصنیفات ہیں، ان میں سے مشہور تصنیف "جامع الترمذی" المعروف "سنن الترمذی" ہے[3]

اس کتاب کو امام ترمذی نے فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے اور اس میں حدیث کے اقسام صحیح، حسن، ضعیف ہر قسم کی حدیثیں بیان کی ہیں، جہاں کوئی حدیث ذکر کی ہے اسی جگہ اس کا درجہ بھی بیان کردیا ہے، اگر وہ حدیث ضعیف ہے تو اس کی وجہ ضعف پر روشنی ڈالی ہے، اس میں جرح و تعدیل بھی ہے صحابہ و تابعین نیز علماء، وفقہاء کے مذاہب ومسالک بھی واضح کر دیئے ہیں، اس میں جو حدیثی و فقہی فوائد پائے جاتے ہیں وہ کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔[4]

اس کتاب کے تعلق سے خود امام ترمذی فرماتے ہیں "میں نے اس کتاب کو مرتب کیا اور علمائے حجاز، علمائے خراسان، علمائے عراق کے سامنے پیش کیا سب نے اس کو پسند کیا، جس شخص کے گھر میں یہ کتاب موجود ہو پس یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کے یہاں خود نبی موجود ہیں جو گفتگو فرما رہے ہیں۔"[5] ترمذی نے بعض ایسی اصطلاحیں استعمال کی ہیں جن کو کسی نے بیان نہیں کیں۔ مثلاً صحیح حسن، صحیح غریب، وغیرہ۔[6]

۱،۳،۶ اصول الحدیث ص۳۲۲ ، ۲ اکمال ص۷۸۶ ، ۴،۵ تاریخ حدیث و محدثین ص۵۵۷ ، الحدیث والمحدثون ص۴۱۵

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۵ھ - ۳۰۳ھ

ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی خراسانی نسائی خراسان کے ایک شہر نسا، کی جانب منسوب ہونے سے "نسائی" کہلاتے ہیں۔ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اہل حفظ اور صاحب علم وفقہ حضرات میں سے ایک ہیں۔ بڑے بڑے مشائخ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اور حدیث حاصل کی جن میں امام ابوداؤد بھی ہیں۔

حاکم نیشاپوری نے کہا "یہ حدیث کے تفقہ میں مسلّم ہیں جو بھی ان کی کتاب سنن میں غور کرے گا وہ ان کے حسن کلام میں حیران رہ جائے گا۔ وہ کہتے ہیں میں نے حافظ علی بن عمر سے کئی بار سنا وہ کہتے تھے ابوعبدالرحمٰن اپنے زمانے میں ان تمام لوگوں پر مقدم ہیں جو اس علم میں شہرت یافتہ ہیں"۔

بہت متقی اور سنت کے متبع تھے۔ بمقام مکہ ۳۰۳ھ میں وفات ہوئی، اور وہیں مدفون ہیں۔[1]

انتقال کے تعلق سے راجح قول یہ ہے کہ وہ مصر سے ذی تعدہ (۳۰۲ھ) میں نکلے تھے اور فلسطین میں رملہ میں ۱۳ر صفر بروز دوشنبہ ۳۰۳ھ میں انتقال ہوا اور بیت المقدس میں تدفین ہوئی۔[2]

سنن نسائی: امام نسائی نے تقریباً پندرہ حدیث کی کتابیں تصنیف کی ہیں ان ہی میں سے "سنن نسائی" بھی ہے انھوں نے پہلے "السنن الکبریٰ" مرتب کی جس میں صحیح ومعلول ہر قسم کی حدیثیں تھیں پھر اس کو "السنن الصغریٰ" کے نام سے مختصر کیا اور اس کا نام "المجتبیٰ من السنن" تجویز کیا

---

[1] اکمال ص۷۸۹، [2] اصول الحدیث ص۳۲۴،

یہی وہ معروف کتاب ہے جو آج "سنن نسائی" کے نام سے ہمارے درمیان ہے، امام نسائی کے نزدیک یہ احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے، خود فرماتے ہیں۔

"السنن الکبریٰ میں صحیح ومعلول دونوں قسم کی احادیث شامل ہیں اور اس سے جو مجموعہ "المجتبیٰ" سنن نسائی کے نام سے منتخب کیا گیا ہے، وہ صرف احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے۔" [1]

سنن نسائی میں سب سے کم احادیث ضعیفہ اور مجروح راوی پائے جاتے ہیں کتب حدیث میں اس کا درجہ صحیحین کے بعد ہے، اس طرح سنن نسائی، سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی دونوں کے مقابلہ میں مقدم ہے، امام نسائی راویوں کی چھان بین میں بڑے ممتاز تھے، حتیٰ کہ آپ کے بارے میں کہا گیا کہ نسائی، امام مسلم سے بھی بڑے حافظ حدیث تھے۔ [2]

اس کتاب میں (۵۷۶۱) پانچ ہزار سات سو اکسٹھ حدیثیں بیان کی گئی ہیں۔ [3]

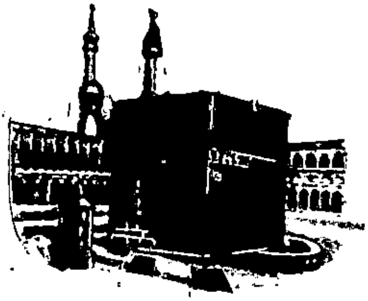

---

[1] اصول الحدیث ص۲۲۴، [2] الحدیث والمحدثون ص۴۱۲، تاریخ حدیث ومحدثین ص۵۵، [3] اصول الحدیث ص۲۲۴۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ

۳۰۵ھ - ۳۸۵ھ

ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی[۱] بن احمد بن مہدی بن مسعود بن النعمان بن دینار بن عبداللہ البغدادی۔[۲]

آپ عظیم حافظ اور امیر المومنین فی الحدیث تھے، آپ نے کثیر اساتذہ سے حدیثیں سنیں علم الحدیث ونقائص حدیث کی واقفیت، اسمائے رجال کا علم و راویوں کی معرفت میں امام العصر تھے، ابوطیب طبری نے کہا کہ دارقطنی حدیث میں امیر المومنین ہیں۔[۳]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں "حدیث معلل کی جانچ و پڑتال علم حدیث میں سب سے زیادہ دقیق اور غامض مسئلہ ہے اس کو وہی لوگ اٹھا سکتے جنھیں اللہ نے فہم ثاقب اور وسیع حافظہ عطا کیا ہو اور وہ اسانید ومتون کے احوال اور رواۃ کے مراتب کی معرفت تامہ رکھتے ہوں جیسے متقدمین میں اس فن کے ارباب کمال ہیں جن کا سلسلہ امام دارقطنی تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے کہ ان کے بعد اس فن میں ایسا صاحب کمال کوئی پیدا نہیں ہوا۔ (واللہ اعلم)[۴]

یہ ۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۸ ذی قعدہ ۳۸۵ھ میں چہارشنبہ کے دن وفات پائی۔ "دارقطن" یہ بغداد کا ایک قدیم محلہ ہے اسی کی طرف منسوب ہیں۔[۵]

سنن دارقطنی: امام دارقطنی کی علم حدیث میں کئی کتابیں ہیں، انھوں نے "کتاب الالزامات" بھی لکھی ہے جو امام حاکم کی مستدرک کی طرز پر ہے، آپ کی ایک کتاب کا نام "کتاب العلل" اور دوسری کا نام "کتاب الافراد" ہے۔ دارقطنی کی کتاب "السنن" بہت مشہور ہے جو سنن دارقطنی کے نام سے معروف ہے۔[۶] یہ بڑی جامع کتاب ہے، اس میں سند رجال اور فقہ الحدیث اور متن کی صحت اور احادیث کی صحت اور احادیث کی علت پر کافی علمی تحقیق اور دقت نظر سے کام لیا گیا ہے۔ علمی اعتبار سے مجہولات حدیث میں اس کتاب کا بہت بڑا مرتبہ ہے، محققین حدیث نے اس کو حدیث کی ایک اہم کتاب قرار دیا ہے۔ اس کی ترتیب فقہی اصول پر ہے۔[۶]

[۱۔۲] اکمال ص۶۸۷، [۲] مقدمہ التعلیق المغنی علی الدارقطنی، [۳۔۴] مقدمہ مصطلحات حدیث مشکوٰۃ۔ [۵۔۶] الحدیث والمحدثون ص۲۲۵، تاریخ حدیث و محدثین ص۵۶۹۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

۳۸۴ھ - ۴۵۸ھ

امام وحافظ شیخ خراسان ابوبکر احمد بن حسین بن علی ابن موسیٰ البیہقی یہ ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے، حاکم ابوعبداللہ کے بڑے شاگردوں میں ہیں، حدیث اور تصنیفِ کتب اور فقہ کی واقفیت میں اپنے زمانے کے یکتا شخص ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ حفاظِ حدیث میں سات شخص ایسے گذرے ہیں جنکی تصانیف نہایت عمدہ ہیں اور ان سے لوگوں نے زبردست فائدہ حاصل کیا ہے۔

(۱) امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی (۲) حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری
(۳) حافظ مصر محمد عبدالغنی ازدی (۴) ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی
(۵) حافظ مغرب ابوعمر بن عبداللہ نمری (۶) ابوبکر احمد بن حسین بیہقی
(۷) ابوبکر احمد بن خطیب بغدادی۔ [۱]

یہ بڑے متقی وپرہیزگار تھے، اپنے دور کے فقیہ تھے اور اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ صاحب ضبط ومتقن تھے، انھوں نے تحصیلِ علم کے لئے کئی مقامات کا دورہ کیا، عراق اور حجاز تشریف لے گئے۔ ان کی تصانیف کے مقابلے میں ان سے پہلے کسی کی تصانیف اس کثرت سے نہ تھیں، ان کی کتابیں علمِ حدیث، فقہ اور علل حدیث اور احادیث کی جمع پر مشتمل ہیں ان کی تبحر علمی کی وجہ سے وقت کے ائمہ حدیث نے "بیہق" سے نیشاپور منتقل ہونے کی خواہش کی تاکہ ان سے کسب فیض کیا جاسکے، ان تمام کی خواہش پر وہ نیشاپور منتقل ہوگئے اور ان پر اپنی کتب کی تدریس کی۔

ان کا انتقال ۱۰ رجمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ کو نیشاپور ہی میں ۷۴ سال کی عمر میں ہوا اور تدفین "بیہق" میں ہوئی۔ یہ نیشاپور کے مضافات میں واقع ہے۔ ان سے بہت سے ائمہ

---

[۱] الکمال ص۷۸۔

حدیث نے روایت کی ہے۔

السنن الکبریٰ: ان کی تصانیف میں "السنن الکبریٰ" بہت مشہور ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتب احادیث میں اسکی بہت سی خصوصیات ہیں:

(۱) اس کی ترتیب ابواب فقہ پر ہے اور فقہی ابواب کو اس انداز سے ترتیب دیا ہے کہ مسئلہ کے پورے پہلو یکجا کر دیئے گئے ہیں۔

(۲) جب کوئی فقہی مسئلہ بیان کرتے ہیں تو اس کی دلیل میں قرآن و حدیث کے جو بھی دلائل پائے جاتے ہیں بیان کر دیتے ہیں۔

(۳) اس میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو دوسری کتب حدیث میں نہیں پائی جاتیں۔

(۴) اس میں علل احادیث کو بیان کیا گیا ہے۔

(۵) رجال کے تعلق سے تحقیق سے بھی کام لیا گیا ہے۔

(۶) یہ مسلکاً شافعی ہونے کے باوجود بعض مسائل میں اعتدال پسند ہیں۔ [1]

(۷) اس میں ہر قسم کی حدیثیں صحیح حسن صالح منکر بیان ہوئی ہیں۔ [2]

****

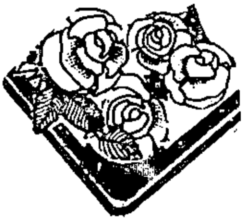

---

[1] مقدمہ "السنن الکبریٰ" اعداد ڈاکٹر یوسف عبدالرحمٰن المرعشلی۔

[2] مقدمہ "بلوغ المرام"

مصطلحات حدیث

- حدیث کی بعض اصطلاحیں
- اقسام کتب حدیث

حدیث کی بعض اصطلاحیں

حدیث کی تعریف: جمہور محدثین کی اصطلاح میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

قولی کی تعریف: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ایسی حدیث کو قولی کہتے ہیں۔

فعلی کی تعریف: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ ایسی حدیث کو فعلی کہتے ہیں۔

تقریری کی تعریف: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی شخص نے کوئی کام کیا یا کچھ کہا اور آپ نے اس پر نہ انکار کیا اور نہ رد کیا بلکہ خاموشی اختیار فرمائی اور آپ کی یہ خاموشی گویا اس کی توثیق ہے ایسی حدیث کو تقریری کہتے ہیں۔

اسی طرح صحابی اور تابعی کے قول فعل اور تقریر پر بھی حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس میں تین صورتیں ہیں۔

حدیث موقوف: وہ حدیث جس کی سند صحابیٔ رسول تک پہنچے اور اس میں صحابی کے قول، فعل اور تقریر کو بیان کیا گیا ہو۔

حدیث مقطوع: وہ حدیث جس کی سند تابعی تک پہنچے اور اس میں تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو بیان کیا گیا ہو۔

مشہور یہ ہے کہ موقوف اور مقطوع کو اثر کہتے ہیں۔

حدیث مرفوع: وہ حدیث جس کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور اس میں آپ کے قول، فعل اور تقریر کو بیان کیا گیا ہو، اس کو متصل بھی کہتے ہیں۔

حدیث متصل: جن لوگوں نے حدیث کو بیان کیا ہے (یعنی سند) اگر درمیان سے کوئی راوی ساقط نہ ہو تو وہ حدیث متصل ہے۔

حدیث مسند: ہر وہ مرفوع حدیث جس کی سند متصل ہو مسند ہے، مسند کی یہی تعریف

مشہور اور معتمد علیہ ہے۔

حدیث کی قسمیں: حدیث کی اصل تین ہی قسم ہیں۔ صحیح، حسن، ضعیف۔ صحیح کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔ حسن کا متوسط اور ضعیف کا ادنیٰ درجہ ہے۔

حدیث صحیح: وہ حدیث ہے جس کا نقل کرنے والا عادل، ثقہ، اور تام الضبط اور اس میں کسی قسم کی کوئی ایسی علت نہ پائی جائے جو محدثین کے نزدیک ناقابل قبول ہو۔ ایسی حدیث کو حدیث صحیح کہتے ہیں۔

صحیح حدیث کی قسمیں: صحیح حدیث کی سات قسمیں ہیں۔

① سب سے عمدہ قسم متفق علیہ ہے۔

متفق علیہ سے وہ حدیث مراد ہے جس کی تخریج میں امام بخاری اور مسلم متفق ہوں محدثین نے کہا ہے کہ متفق علیہ احادیث دو ہزار تین سو چھبیس (۲۳۲۶) ہیں۔

② وہ حدیث جو صرف بخاری میں ہو۔ ③ وہ حدیث جو صرف مسلم میں ہو۔

④ وہ حدیث جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہو۔ ⑤ وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط پر ہو۔

⑥ وہ حدیث جو صرف مسلم کی شرط پر ہو۔ ⑦ وہ حدیث جو مسلم و بخاری کے سوا اور محدثین نے اس کو صحیح جانا ہو۔

حدیث حسن: ایسی حدیث جس میں صحیح کے لئے جو صفات ضروری ہیں وہ اس میں ناقص ہوں۔ اس میں صرف اس کے راویوں کا حفظ اور یادداشت صحیح کے راویوں کے برابر نہ ہو (خفیف الضبط ہو) باقی صفات اپنی جگہ بحال رہتی ہیں۔

حدیث صحیح اور حدیث حسن دونوں واجب العمل ہیں لیکن صحیح حسن سے نہایت مقدم اور افضل ہے۔

حدیث ضعیف: یہ صحیح اور حسن کے مخالف ہے۔ یعنی ایسی حدیث جس میں وہ شرائط جن کا اعتبار صحیح اور حسن حدیثوں میں کیا جاتا ہے۔ کلی یا جزوی طور پر مفقود ہوں۔ اس کا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہو یا کسی علت کی وجہ سے اس کی مذمت کی گئی ہو۔

حدیث معلق: اگر راوی سند کی ابتداء سے ساقط ہو تو اس کو معلق کہتے ہیں۔

حدیث مرسل: اگر راوی سند کے آخر میں اور تابعی کے بعد ہو۔ یعنی صحابی مذکور نہ ہو تو اس کو مرسل کہتے ہیں۔

حدیث منقطع : وہ یہ ہے کہ تبع تابعی صحابی سے روایت کرے اور تابعی کو چھوڑ دے یعنی ایسی حدیث جس کی سند کے درمیان سے مختلف جگہوں سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی ساقط ہوں تو وہ حدیث منقطع ہے۔

حدیث موضوع : جس راوی کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے حدیث میں عمداً جھوٹ سے کام لیا ہے گو اس نے پوری عمر میں ایک مرتبہ ہی ایسا کیا ہو اور پھر اس سے تائب بھی ہو گیا ہو، تاہم اس کی حدیث کبھی قابلِ قبول نہ ہوگی، محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث موضوع ہے۔ یعنی وہ حدیث جسکے راوی میں غلط روایت بیان کرنے کی صفت پائی جاتی ہو۔

حدیث متروک : راوی پر اگر جھوٹ کی تہمت لگی ہو تو اس کو متروک کہتے ہیں۔

حدیث منکر : اور اگر روای غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا کثیر الوہم ہو اور روایت اس شخص کے خلاف کرے جس کا ضعف کمتر ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں۔

حدیث معروف : مذکورہ حدیث کے مقابل میں معروف ہے اور دونوں کے راوی ضعیف ہیں۔

حدیث صحیح کے مراتب : حدیث صحیح کے مختلف مراتب اور درجات ہیں۔

حدیث متواتر : وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کا عقلاً، عادۃً جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہو۔ اس کی شرط یہ ہے کہ یہ کثرت ابتداء سے انتہا تک ہر طبقہ میں یکساں رہے۔ ایسی حدیث کو حدیث متواتر کہتے ہیں۔

حدیث مشہور : اگر اس کے راوی کسی زمانے میں دو سے زیادہ ہوں تو وہ مشہور ہے، اور اس کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

حدیث عزیز : اگر اس کے راوی کسی زمانے میں کم سے کم دو رہے ہوں وہ عزیز ہے۔

حدیث غریب : اگر اس کا راوی ایک ہے تو وہ غریب ہے۔

حدیث قدسی : اس قسم کی احادیث کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے محدثین کی اصطلاح میں حدیث قدسی کہتے ہیں۔

امام ترمذی کی اصطلاحیں :

امام ترمذی کی عادت ہے کہ وہ اپنی جامع ترمذی میں صرف ایک حدیث پر بیک وقت کئی کئی حکم لگا دیتے ہیں مثلاً یہ حدیث "حسن صحیح" ہے یہ حدیث "غریب حسن" ہے یہ حدیث "حسن غریب

اور صحیح ہے" وغیرہ ۔ بعض محدثین نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ امام ترمذی نے اس طرح اختلافِ طُرق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض طریقوں میں یہ غریب ہے اور بعض طریقوں میں یہ حسن ہے۔[۱]

اس کے علاوہ اصطلاحات حدیث اور بھی بہت سی ہیں اس مختصر میں ان کی گنجائش نہیں ۔ شائقین اور طالبینِ فن کے لئے یہ کافی ہے۔ مزید تحقیق کے لئے اصطلاحات حدیث پر مشتمل کتب کا مطالعہ کریں۔

یہاں پر بعض معروف اصطلاحیں لکھ دی گئی ہیں حدیث صحیح، حدیث حسن اور حدیث ضعیف وغیرہ کی تفصیلات بھی آچکی ہیں ۔ ان کو ہر شخص نہیں پہچان سکتا جب تک کہ محدثین اس کو بیان نہ کر دیں کیونکہ اس فن شریف کے وہی صراف ہیں جو کھرے اور کھوٹے کو خوب جانتے ہیں، ہر وہ شخص جو اس کی ابجد سے تک واقف نہیں اس کا احادیث پر نقد و جرح کرنا گویا اس کا مذاق اڑانا ہے اس سے سخت احتراز کی ضرورت ہے۔

اقسامِ کتبِ حدیث

صحاح ستہ : وہ چھ کتابیں ہیں جو مشہور ہیں اور اہل اسلام میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، ان کو صحاح ستہ کہتے ہیں، وہ یہ ہیں ۔

① صحیح بخاری ② صحیح مسلم ③ جامع ترمذی ④ سنن ابی داؤد
⑤ سنن نسائی ⑥ سنن ابن ماجہ ۔

اور بعض محدثین نے چھٹی کتاب ابن ماجہ کے بجائے مؤطا امام مالکؒ اور بعض نے مسند دارمی کو شمار کیا ہے۔

جامع : وہ کتاب ہے جس میں احادیث نبویہ کی تمام اقسام درج ہوں۔ عقائد، احکام، ارکان، تفسیر، تاریخ، سیر، آداب، فتن، علامات قیامت، مناقب وغیرہ

---

[۱] مصطلحات حدیث شیخ عبدالحق محدث دہلوی مقدمہ مشکوٰۃ ۔ کواکب الدراری شرح بخاری کرمانی۔
منقول از شرح بخاری داؤد راز دہلوی ــــ اصول الحدیث علومہ و مصطلحہ
الدکتور محمد عجاج الخطیب -

جیسے بخاری و ترمذی۔

سنن : وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث الواب فقہ کی ترتیب کے موافق بیان ہوں۔ جیسے سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ۔

مسند : وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرام کی ترتیب باعتبار مرتبہ یا حروف ہجایا تقدم و تأخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث ذکر کی گئی ہوں۔ جیسے مسند احمد، مسند دارمی۔

مستدرک : وہ کتاب جس کی تمام احادیث کسی دوسرے مصنف کی شرائط پر اترتی ہوں لیکن خود اس مصنف کی کتاب میں ان احادیث کا ذکر نہ ہو۔ جیسے مستدرک حاکم۔

اربعین : چالیس احادیث کا مجموعہ۔ [1]

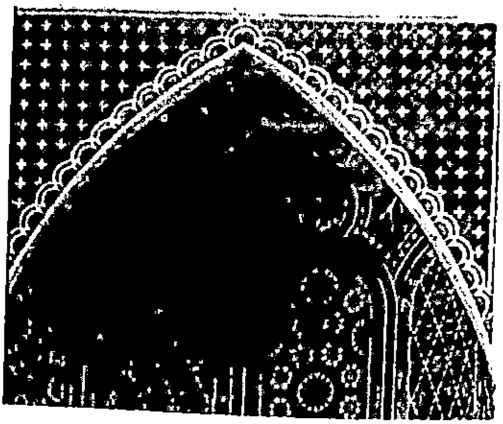

[1] مقدمہ بلوغ المرام

کتاب الاربعین النوویہ کی اہمیت

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فن حدیث میں جو کتابیں تالیف فرمائی ہیں ان ہی میں سے ایک کتاب "الاربعین" ہے جو "الاربعین النوویہ" سے موسوم ہے یہ کتب احادیث صحاح ستہ میں سے ۴۲ احادیث پر مشتمل علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا منتخب کردہ ایک جامع مجموعہ ہے ـــ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "جوامع الکلم" پر مشتمل ہے، اس مختصر سے مجموعۂ احادیث میں تقریباً ہر وہ حدیث آگئی ہے جس کا انسان کی روزمرہ زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اصلاح نیت سے لے کر آخرت کی فلاح وکامیابی تک کے مواد کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

کتاب کی اہمیت کو مؤلف نے مقدمہ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

"مجھ سے پہلے جن محدثین اور علماء ربانیین نے یہ کام انجام دیا ہے انکی تعداد بے شمار ہے، ان میں قابلِ ذکر عبداللہ بن مبارک، ابن اسلم طوسی، حسن بن سفیان النسائی، ابوبکر الاجری، ابوبکر محمد بن ابراہیم الاصفہانی، دارقطنی، حاکم، ابوالنعیم، ابوعبدالرحمٰن السلمی، ابوسعید المالینی، ابوعثمان الصابونی، عبداللہ بن محمد الانصاری، ابوبکر البیہقی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے متقدمین اور متاخرین ہیں جن میں سے ہر ایک کا انداز ترتیب جداجدا ہے ـــ مثلاً کسی نے اصولِ دین کو اپنا مقصد بنایا ہے اور کسی نے فروعات، جہاد، زہد، آداب اور خطبوں کو اپنا موضوع بناکر احادیث کو جمع کیا ہے اور میرا خیال یہ رہا کہ اربعین کی ایک ایسی کتاب ترتیب دوں جو ان تمام موضوعات کو محیط ہو، لہٰذا میں نے انکی ترتیب پر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور یہ چالیس (۴۰) حدیثیں ان تمام موضوعات پر مشتمل ترتیب دیں۔ ان میں سے ہر حدیث دین کی اساسی حیثیت رکھتی ہے یہ وہ احادیث ہیں جن کے بارے میں علماء نے کہا کہ کسی پر اسلام کا دارومدار ہے، اور کوئی نصف اسلام ہے، اور کوئی ثلث اسلام ہے، اس کے

علاوہ اس مجموعہ میں اس بات کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے کہ تمام احادیث بالکل صحیح ہوں، ان میں سے زیادہ تر احادیث بخاری و مسلم کی ہیں، البتہ میں نے حدیث کی سندیں طوالت کے خوف سے حذف کر دی ہیں اور حدیث کے معنی کے پیش نظر اس کے ابواب بھی بنا دیئے ہیں۔

نیز چالیس احادیث کے یاد کرنے کے بارے میں مختلف صحابہ سے متعدد طرق سے احادیث آئی ہیں جو ضعیف ہیں لیکن اس کی تائید میں بعض صحیح احادیث بھی وارد ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا "یبلغ الشاھد منکم الغائب" (تم میں کا حاضر شخص غائب کو بتلا دے) اور فرمایا "نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاھا فأداھا کما سمعھا" (اللہ اس شخص کو شگفتہ رکھے جس نے میری بات سنی اس کو محفوظ رکھا اور اس کو ایسے ہی دوسروں تک پہنچا دیا جیسا اس نے سنا تھا)۔ [1]

حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ حافظ ابو عمرو بن الصلاح نے ایک مجلس املا منعقد کی اور اس کا نام مجلس احادیث کلیہ رکھا۔ اس میں انھوں نے ایسی حدیثیں املا کیں جن کو ستون دین کہا جاتا ہے۔ یا ایسے مختصر جامع کلمات نبوی جو ان کے ہم معنی ہوں، ان احادیث کی تعداد انتیس (۲۹) تھی امام نووی نے انھیں احادیث کو لے کر اور اسی طرح کی مزید تیرہ (۱۳) حدیثوں کا اضافہ کر کے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ [2]

JAMIA DARUL HADEES SUMAYYA R.Z.
جامعہ دار الحدیث سمیہ
کوٹلہ عالیجاہ حیدرآباد۔
اے۔ پی۔ ۲۴ انڈیا
KOTLA ALIJAH, HYD-24 A.P INDIA

[1] مقدمۃ الاربعین النوویہ [2] جامع العلوم والحکم مقدمہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرت مؤلف کتاب

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

۶۳۱ھ-۶۷۶ھ

سلسلۂ نسب: شیخ الاسلام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام النووی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ۔

لقب محی الدین، کنیت ابوزکریا، نام یحییٰ بن شرف ہے۔ اپنے جدامجد حزام کی طرف منسوب ہوکر حزامی بھی کہلاتے ہیں۔ یہ دمشق کے زیر انتظام ایک گاؤں "نویٰ" میں محرم الحرام کے ابتدائی عشرہ ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے، وہیں سن شعور کو پہنچے اور وہیں قرآن حفظ کیا، ۶۵۰ھ میں اپنے والد کے ساتھ علوم وفنون کے گہوارہ دمشق میں آئے۔ اس وقت آپ کی عمر انیس ۱۹ سال تھی۔ "المدرسۃ الرواحیۃ" میں داخلہ لیا، بڑے ذہین تھے، صرف ساڑھے چار ماہ میں شیرازی کی کتاب "التنبیہ" پوری حفظ کرلی اور ساڑھے سات ماہ میں کتاب "المھذب" کی "عبادات" میں سے ربع حصہ یاد کرلیا۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے مشہور محدثین سے تحصیل حدیث کی، ساتھ ہی فقہ، اصول فقہ، اور علم منطق میں بھی مہارت حاصل کی، آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے، اسی طرح آپ کے تلامذہ اور شاگردوں کی تعداد بھی کثیر ہے، نووی علم وفضل کے ساتھ نہایت متقی پرہیزگار، عابد وزاہد تھے، ان کی زندگی نہایت غریبانہ تھی، حق بات کو خوب بیان کرتے، امراء اور بادشاہوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دیتے، دن رات آپ کا معمول علم دین کی اشاعت اور تصنیف وتالیف تھا۔

نووی اپنے زمانے کے امام اور صاحب ورع فقیہ، محدث، ثبت اور حجۃ ہیں، ان کی خداداد صلاحیت کا اندازہ ان کی بے شمار تصنیفات سے ہوتا ہے۔ جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) صحیح بخاری کی شرح کتاب الایمان کے ختم تک۔ (۲) المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج، جس کے تعلق سے خود لکھتے ہیں کہ "اگر تفصیل سے کام لیتا تو ایک سو مجلدات تک اس کا حجم بڑھا دیتا" (تحفۃ الاحوذی ص۱۲۷)۔ (۳) ریاض الصالحین۔ (۴) الفتاویٰ۔ (۵) الاربعین النوویہ، جو حاضر خدمت ہے۔ (۶) المنہاج فی فقہ الشافعیہ (۷) التبیان۔ (۸) تہذیب الاسماء واللغات۔ (۹) کتاب الاذکار ـــــ (۱۰) جامع السنۃ (۱۱) مناقب الشافعی۔ (۱۲) بستان العارفین۔ (۱۳) مختصر اسد الغابۃ۔ (۱۴) طبقات فقہاء الشافعیہ۔ (۱۵) شرح مہذب، وغیرہ۔

۲۴ رجب ۶۷۶ھ بروز چہارشنبہ اپنے وطن "نویٰ" میں انتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ [1]

---

[1] الکمال فی اسماء الرجال، شرح مسلم ومقدمہ ریاض الصالحین از شعیب الارنؤوط۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغازِ کتاب اربعین نووی

- مقدمہ مؤلفِ کتاب۔ امام نووی
- ترجمہ مقدمہ
- متن حدیث
- تخریج حدیث
- ترجمہ حدیث
- شرح حدیث
- سوانح راوی حدیث (سیرۃ الصحابہ)

مُقدمہ

امام ابوزکریا محی الدین النووی رحمۃ اللہ علیہ

وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ۔
(الحشر ۷)

الحمد للہ رب العالمین، قیوم السمٰوات والأرضینْ مدبر الخلائق أجمعین، باعث الرسل — صلوٰت اللہ و سلامہ علیہم أجمعین — إلی المکلفین لهدایتهم و بیان شرائع الدین، بالدلائل القطعیۃ و واضحات البراهین، أحمده علی جمیع نعمه، وأسأله المزید من فضله وکرمه، وأشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شریک له الواحد القهار، الکریم الغفار، وأشهد أن سیدنا محمداً عبده ورسوله وحبیبه

وخليله أفضل المخلوقين، المكرم بالقرآن العزيز المعجزة المستمرة على تعاقب السنين، وبالسنن المستنيرة للمسترشدين سيدنا محمد، المخصوص بجوامع الكلم وسماحة الدين، صلوات الله وسلامه عليه وعلى سائر النبيين والمرسلين، وآل كل و سائر الصالحين.

أما بعد : فقد روينا عن علي بن أبي طالب و عبد الله بن مسعود ومعاذ بن جبل وأبي الدرداء و ابن عمر وابن عباس وأنس بن مالك وأبي هريرة و أبي سعيد الخدري — رضي الله عنهم — من طرق كثيرات ومن روايات متنوعات، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم — قال : « من حفظ على أمتي أربعين حديثاً من أمر دينها بعثه الله يوم القيامة في زمرة الفقهاء والعلماء »، وفي رواية : « بعثه الله فقيهاً عالماً ». وفي رواية ابي الدرداء : « وكنت له يوم القيامة شافعاً وشهيداً ». وفي رواية ابن مسعود: « قيل له : ادخل من أي أبواب الجنة شئت »، وفي رواية ابن عمر:

«كتب في زمرة العلماء وحشر في زمرة الشهداء»، و اتفق الحفاظ على أنه حديث ضعيف وإن كثرت طرقه، وقد صنف العلماء — رضي الله عنهم — في هذا الباب مالا يحصى من المصنفات فأول من علمته صنف فيه عبدالله بن المبارك، ثم ابن أسلم الطوسي العالم الرباني، ثم الحسن بن سفيان النسائي وأبوبكر الآجري وأبوبكر محمد بن إبراهيم الأصفهاني والدارقطني والحاكم وأبوالنعيم وأبو عبد الرحمن السلمي وأبوسعيد الماليني وأبوعثمان الصابوني وعبدالله بن محمد الأنصاري وأبوبكر البيهقي وخلائق لا يحصرون من المتقدمين والمتأخرين.

وقد استخرت الله تعالى في جمع أربعين حديثاً، اقتداء بهؤلاء الائمة الأعلام وحفاظ الاسلام، وقد اتفق العلماء على جواز العمل بالحديث الضعيف[1]، ولقوله — صلى الله عليه وسلم — في الأحاديث الصحيحة: "ليبلغ

---

[1] المحفوظ في فضائل الأعمال.

الشاهد منكم الغائب"، وقوله صلى الله عليه وسلم: "نضر الله امرأً سمع مقالتي فوعاها فأداها كما سمعها"،

ثم من العلماء من جمع الأربعين في أصول الدين، وبعضهم في الفروع وبعضهم في الجهاد وبعضهم في الزهد، وبعضهم في الآداب وبعضهم في الخطب وكلها مقاصد صالحة رضي الله عن قاصديها ــ وقد رأيت جمع أربعين أهم من هذا كله، وهي أربعون حديثاً مشتملة على جميع ذلك، وكل حديث منها قاعدة عظيمة من قواعد الدين قد وصفه العلماء بأن مدار الإسلام عليه، أو هو نصف الإسلام أو ثلثه أو نحو ذلك.

ثم ألتزم في هذه الأربعين أن تكون صحيحة، ومعظمها في صحيحي البخاري ومسلم، وأذكرها محذوفة الأسانيد، ليسهل حفظها ويعم الانتفاع بها إن شاء الله تعالى، ثم أتبعها بباب في ضبط ما خفي من ألفاظها.

وينبغي لكل راغب في الآخرة أن يعرف هذه

الاحادیث لما اشتملت علیه من المهمات واحتوت علیه من التنبیه علی جمیع الطاعات وذالك ظاهر لمن تدبره، وعلی الله اعتمادی وإلیه تفویضي واستنادی وله الحمد والنعمة وبه التوفیق والعصمة۔

ترجمۂ مقدمہ

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ

جو چیز تم کو پیغمبر دیں سے لو ــــــ (الحشر ۷)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے، جو آسمانوں اور زمینوں کا قائم رکھنے والا اور تمام مخلوقات کی تدبیر کرنے والا ہے جو انسانوں کی ہدایت اور احکامِ دین کے بیان کرنے کے لئے قطعی اور واضح دلائل کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے والا ہے ـــ میں تمام نعمتوں پر اس کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مزید فضل وکرم کا طلب گار ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ واحد و قہار ہے، اور کریم و غفار ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول اور حبیب و دوست ہیں جو ساری مخلوق میں افضل ہیں، جنہیں قرآن عزیز کے ذریعہ شرف عطا کیا گیا جو ہر دور میں قائم رہنے والا معجزہ ہے اور جنہیں روشن سنتوں سے نوازا گیا تاکہ طالبانِ ہدایت اس سے روشنی حاصل کرسکیں اور جنہیں بالخصوص جوامع الکلم اور دینی سہولت مرحمت فرمائی گئی، اللہ کا صلاۃ وسلام ہو ان پر، اور تمام انبیاء ورسولوں پر اور ان کی آل پر اور تمام صالحین پر۔

امابعد: حضرت علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابودرداء اور ابن عمر اور ابن عباس اور انس بن مالک اور ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے ہم تک یہ

روایت پہنچی، جو بہت سی سندوں اور مختلف الفاظ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے میری امت تک چالیس حدیثیں اس کے دین کے بارے میں پہنچا دیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو فقہاء اور علماء کے زمرہ میں اٹھائیں گے۔"

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ

"اللہ تعالیٰ اس کو فقیہہ عالم بنا کر اٹھائیں گے۔"

اور ابو درداء کی روایت میں یوں ہے:

"میں قیامت کے دن اس کے لئے سفارشی اور گواہ رہوں گا۔"

اور ابن مسعود کی روایت میں ہے:

"اس سے کہا جائے گا جنت کے جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔"

اور ابن عمر کی روایت میں ہے:

"اس کا شمار علماء کی جماعت میں ہوگا اور شہداء کی جماعت میں وہ اٹھایا جائے گا۔"

کثرت اسناد سے بیان ہونے کے باوجود حفاظ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

چہل حدیث : کے عنوان سے بے شمار علماء نے ــ اللہ ان سے راضی ہو ــ تصنیفیں کی ہیں۔

میری دانش کے مطابق سب سے پہلے اس عنوان سے حضرت عبداللہ بن مبارک نے تصنیف کی ہے پھر عالم ربانی ابن اسلم طوسی نے، پھر حسن بن سفیان النسائی اور ابوبکر آجری اور ابوبکر محمد بن ابراہیم اصفہانی اور دارقطنی اور صاحب مستدرک حاکم ابونعیم اور ابو عبدالرحمٰن السلمی اور ابوسعید مالینی اور ابو عثمان صابونی اور عبداللہ بن محمد الانصاری اور ابوبکر البیہقی (صاحب سنن بیہقی) اور ان کے علاوہ بہت سے متقدین اور متاخرین علماء نے بھی اس عنوان پر تصنیف کی ہیں۔

ان مذکورہ بڑے بڑے علماء اور حافظین اسلام کی اقتداء میں، میں نے "چہل حدیث" پر ایک کتاب لکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا، چونکہ ضعیف حدیث پر،

(فضائلِ اعمال میں) عمل کرنے کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے۔ [1] اور اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح احادیث میں یہ قول منقول ہے:

"تم میں جو حاضر ہے، غائب کو پہنچا دیوے"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللہ شگفتہ رکھے اس شخص کو جس نے میری بات سنی اور یاد کرلی، پھر جیسی سنی تھی اسی طرح اس کو دوسرے تک پہنچا دی۔"

جن علماء نے "چہل حدیث" کو مرتب فرمایا ہے اس کی نوعیتیں مختلف ہیں، بعض نے اصولِ دین پر لکھی ہیں اور بعض نے فروع میں، کسی نے جہاد کی ترغیب پر مرتب کیا ہے، تو کسی نے زہد پر، اور کوئی آداب پر لکھا ہے تو کوئی خطبات پر۔ اس طرح ان سب کے مقاصد نیک ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کے مقاصد سے راضی ہو۔

میں نے یہ خیال کیا کہ ایک ایسی اربعین جمع کروں جو ان سب پر حاوی ہو، وہ اس طرح کہ یہ چالیس حدیثیں ان تمام موضوعات پر مشتمل رہیں۔ (لہذا ایسی چالیس حدیثیں ترتیب دیں کہ) ان میں سے ہر حدیث دین کے قواعد میں سے ایک قاعدۂ عظیمہ ہے اور جس کی علمائے اس طرح توصیف فرمائی کہ اسلام کا مدار اس حدیث پر ہے۔ یا یہ حدیث نصف اسلام ہے، یا ثلث (تہائی) اسلام ہے یا اسی طرح کی توصیف فرمائی۔

اس کے علاوہ میں نے اس کی ترتیب میں اس بات کا بھی التزام کیا ہے کہ یہ سب صحیح احادیث ہوں اور اس میں سے اکثر حدیثیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ہیں، اور میں نے

---

[1] بشرطیکہ اس کی تصدیق حدیث صحیح سے ہو، اگر حدیث صحیح نہ ہو تو صرف فضیلتِ عمل میں قابلِ عمل ہوگی، احکام میں نہیں۔ اور ضعیف بھی ایسی جو حسن کے درجہ میں ہو، اگر اس کا ضعف انتہا درجہ کا "واھی" ہو تو یہ متروک العمل ہے، اور یہی امام نووی کا مطلب ہے چونکہ ائمہ سلف نے حدیث کی دو قسمیں بتلائی ہیں۔ صحیح اور ضعیف، پھر ضعیف میں دو قسمیں ہیں قابل عمل اور متروک العمل۔ اس لحاظ سے ضعیف حدیث کی کئی قسمیں ہو جاتی ہیں۔ اس میں قابلِ عمل وہ ضعیف حدیث ہے جو حسن کے درجہ میں ہو اسی کو امام ترمذی نے اپنی کتاب میں لفظ "حسن" سے ممیز کیا ہے۔

(اصول الحدیث ص ۳۳۲، ص ۳۵۱۔)

ان احادیث کی سندوں کو حذف کر دیا ہے تاکہ حفظ اور انتفاع میں سہولت ہو، اور آخر میں ایک باب کا اضافہ کروں گا، جس میں مشکل الفاظ کا حل ہوگا۔ لہ

اور ہر وہ شخص جو آخرت کا طالب ہے اس کو چاہیئے کہ ان احادیث کو قدر کی نگاہ سے دیکھے، کیونکہ ان میں بہت سی اہم چیزیں شامل ہیں، اور تمام طاعات پر تنبیہات بھی ہیں۔ اس کی تصدیق تھوڑے سے غور و فکر کرنے والے کے لئے بالکل ظاہر ہو جائے گی۔

میں اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں، اور میرا یہ معاملہ اسی کو سونپتا ہوں، اور اسی کے لئے سب تعریف ہے اور اسی کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اور اسی کی یہ عطا کردہ توفیق اور عصمت ہے۔

لہ مگر کتاب میں شامل نہ ہو سکا۔ (شرح اربعین نووی۔ عاشق الٰہی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث ①

اخلاص نیت

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ـ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ـ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : « إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِيءٍ مَا نَوَى ، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هاجَرَ إِلَيْهِ » . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ [1]

تخریج حدیث

اس حدیث کو امام بخاری نے سات مقامات پر بیان کیا ہے۔

- کتاب بدء الوحي ـــ باب کیف کان بدء الوحي إلى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- کتاب الایمان باب ۴۱ ○ کتاب العتق باب ۶ ○ کتاب مناقب الانصار باب ۴۵
- کتاب النکاح باب ۵ ○ کتاب الأیمان والنذور باب ۲۳۔ ○ کتاب الحیل باب ۱

اور امام مسلم نے "کتاب الإمارة ـــ باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیۃ" میں بیان کیا ہے۔[2]

---

[1] امام بخاری و مسلم کی سیرت گذر چکی ہے [2] اللؤلؤ والمرجان از: محمد فواد عبدالباقی مقدمہ

ترجمہ حدیث

امیر المومنین ابوحفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا" تمام اعمال کا دار و مدار (انسان کی) نیت پر موقوف ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ اگر ہجرت سے مقصود اللہ اور رسول تک پہنچنا ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے' اور اگر کسی دنیا کی غرض کے لئے ہے' یا کسی عورت کے لئے ہے جس سے وہ نکاح کرنا چاہے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی نیت سے اس نے ہجرت کی"۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے۔

شرح حدیث

یہ حدیث دین کی ان اساسی احادیث میں سے ایک ہے' جس پر اسلام کا دار و مدار ہے'۔۔۔
امام شافعی اور امام احمد نے اس کو تہائی علم پر محمول کیا ہے'،

ایک شخص نے" ام قیس" سے شادی کرنے کے لئے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تھی۔ پہلے عرب عورتوں کا نکاح کسی مولی سے نہیں ہوسکتا تھا کفو ضروری تھا لیکن اسلام نے اس تفریق کو ختم کردیا یہ مہاجر ایک مولیٰ تھے اور" ام قیس" ایک عربی خاتون تھیں۔ یہ واقعہ ہجرت کے بعد کا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے' اور صحابہ زہریلی بخار سے متاثر ہو گئے تھے اس وقت یہ واقعہ پیش آیا تو آپ ﷺ منبر پر بیٹھ گئے' اور فرمایا: "اے لوگو!" اس کے بعد حدیث کے یہ الفاظ فرمائے اور دُعا فرمائی کہ "اے اللہ ہم سے اس وباء کو ختم کردے"۔ چونکہ اس مہاجر شخص کی نیت صرف شادی کرنی تھی اس لئے عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم اس شخص کو "مہاجر ام قیس" کہا کرتے تھے۔

نیّت: اس حدیث میں اہم چیز" اخلاص و نیت" بتلائی گئی ہے۔ کیونکہ ہر عمل کا دار و مدار اسی پر ہے اور نیّت کے معنی قصد' عزم و ارادہ کے ہیں اس کا تعلق دل سے ہے گویا اعمال کی صحت انسان کی نیت پر منحصر ہے' اور مومن اپنی نیت کے مطابق اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے جس کے عمل مخلصانہ ہوں وہ اللہ کے ہاں مقبول اور جس کے عمل اخلاص سے خالی بلکہ ریا' و نمود کے لئے ہوں' وہ اللہ کے ہاں غیر مقبول ہوں گے۔

ہجرت: ہجرت کہتے ہیں ایک مقام سے دوسرے مقام منتقل ہونے کو' خوف کے مقام کو چھوڑ کر امن والے مقام' اور دارالکفر کو چھوڑ کر دارالامن میں دین کی خاطر جانا' جیسے صحابہ نے مکہ سے حبشہ اور مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تھی۔ اور اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کے چھوڑنے پر بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] فتح الباری' نووی' جامع العلوم والحکم ابن رجب حنبلی

سوانح راوی حدیث

یہ امیر المومنین عمر بن الخطاب فاروق ہیں۔ جن کا نام عمر اور والد کا نام خطّاب' ابوحفص کنیت' اور فاروق لقب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی:

"اے اللہ! ان دو آدمیوں میں سے جو بھی تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کی سربلندی عطا فرما' ایک عمر بن الخطاب' دوسرے عمرو بن ہشام (ابوجہل)۔"

نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال مشرف بہ اسلام ہوئے' اپنی بہن فاطمہ اور بہنوی سعید بن زید کے مشرف بہ اسلام ہونے کی خبر سن کر انھیں سرزنش کرنے کی خاطر ان کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت خباب بن ارت (جو ان دونوں کے استاذ تھے) سے سورہ طٰہٰ کی آیت " اللّٰہ لا إلٰہ إلا ھو لہ الأسماء الحسنیٰ" سن کر اسلام قبول کیے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام کا اعلان فرمادیا' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوہِ صفا کے پاس دار ارقم میں زید بن ابی ارقم کے مکان میں تشریف فرما تھے' تمام دار ارقم کے لوگوں نے نعرۂ تکبیر سے ان کا استقبال کیا' صرف تین دن پہلے حضرت حمزہ بھی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ ان دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے درمیان لیکر مسجد الحرام میں پہونچ گئے اور اسلام کی حقانیت کا اعلان فرمادیا۔ اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو' فاروق' کا لقب عطا فرمایا کہ انھوں نے حق اور باطل میں فرق کر دیا تھا۔

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور یہ پہلے خلیفہ ہیں جو امیر المومنین کے لقب کے ساتھ پکارے گئے۔ آپ کا علم' ذکاوت' عدل وانصاف اور مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے ملکی نظم ونسق جہاں بانی وجہاں گیری ضرب المثل ہے۔

آپ نے ۵۳۹ (پانچ سو انتالیس) حدیثیں روایت کی ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کے غلام " ابولؤلؤ" نے مدینہ منورہ میں ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ بروز چہارشنبہ آپ کو خنجر سے زخمی کر دیا' چودہ دن بیمار رہ کر دسویں محرم الحرام بروز یکشنبہ ۲۴ھ کو جام شہادت نوش فرمایا' حضرت صہیب رومی نے نماز جنازہ پڑھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدفون ہیں۔ آپ کی عمر ۶۳ سال تھی اور مدتِ خلافت دس سال چھ ماہ پانچ راتیں ہے۔ آپکے شرف وفضل کیلئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کے مشوروں کی تائید میں کئی آیتیں نازل فرمائی ہیں۔[1]

[1] اکمال فی اسماء الرجال

حدیث ②

دین کے مراتب

عَنْ عُمَرَ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - أَيْضاً قَالَ : « بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ ، لا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلاَ يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتِهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ ؟! فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللّٰهِ ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ، قَالَ : صَدَقْتَ ، فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ ، قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ ؟ قَالَ : أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ ، قَالَ : صَدَقْتَ ، قَال : فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ ؟! قَالَ : أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ

تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ ، قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ ؟ قَالَ : مَا الْمَسْؤولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ، قَالَ : فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا ؟ قَالَ : أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَها ، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءِ الشَّاءِ ، يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ ، ثُمَّ انْطَلَقَ ، فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ، ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ : أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ ؟ قُلْتُ : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ : فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

تخریج حدیث

اس حدیث کو امام مسلم نے "کتاب الایمان" میں بیان کیا ہے۔ کتاب الایمان کی پہلی حدیث یہی ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے[1] منقول ہے فرماتے ہیں کہ

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص حاضر ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے۔ اور بال نہایت سیاہ تھے۔ اس پر سفر کا کوئی اثر نہ تھا۔ ہم میں سے کوئی اس کو جانتا بھی نہ تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی زانوں پر رکھ لیے اور عرض کیا

"اے محمد! مجھے اسلام کی حقیقت سے روشناس فرمائیے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو اور اگر زادِ راہ میسر ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔"

---

[1] سیرت پہلی حدیث میں گذر چکی ہے۔

اس شخص نے یہ سن کر عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا۔ (راوی حدیث کہتے ہیں کہ) ہم کو تعجب ہوا کہ یہ دریافت بھی کرتا ہے اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہے ــــ پھر اس شخص نے دریافت کیا کہ (اچھا) ایمان کی حقیقت بیان فرمایئے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ کہ تم اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن اور تقدیر کی بھلائی اور برائی پر ایمان رکھو"۔

اس شخص نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا: پھر کہا کہ احسان کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم اللہ کی عبادت کرو (اس طرح دل لگا کر) جیسے تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اس کو دیکھ نہیں پاتے تو اللہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے"۔

پھر اس نے کہا مجھے قیامت کے تعلق سے کچھ بتلایئے کہ وہ کب ہوگی؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اس تعلق سے جس سے تم پوچھ رہے ہو وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا"۔

اس نے کہا (تو) اس کی علامات ہی بتلا دیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"(ایک یہ کہ) باندی اپنے سردار کو جنے گی، (دوسری یہ کہ) برہنہ پا، برہنہ جسم، مفلس نادار بکریاں چرانے والے لوگوں کو تم عالی شان مکانات اور عمارتوں کی تعمیر کرنے میں ایک دوسرے پر فخر کرتا ہوا دیکھو گے"۔

عمر فرماتے ہیں، پھر وہ چلا گیا اور میں وہیں پر بڑی دیر تک ٹھہرا رہا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

عمر ــــ تم اس سائل کو جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا "اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ جبرئیل ہیں جو تم کو تمہارے دین کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے"۔

(اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔)

شرح حدیث

یہ حدیث اہل علم کے نزدیک "حدیث جبرئیل" کے نام سے موسوم ہے' امام قرطبی نے اس حدیث کو" ام السنتہ "کے نام سے یاد کیا ہے اور عام محدثین نے اپنی کتابوں میں نہایت اہتمام کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث علوم اور معارف کی بہت سی قسموں پر مشتمل ہے. بلکہ وہ اسلام کی اصل ہے اور قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہ حدیث ایسی جامع ہے کہ اس سے شریعت کے تمام علوم مستنبط ہو سکتے ہیں۔ لہ

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دین کے تعلق سے معلومات حاصل کرنے کی جستجو رہتی' وہ منتظر رہتے کہ کبھی کوئی آئے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرے' لہذا ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام انتہائی نظیف انسانی شکل میں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اسلام' ایمان اور احسان کے متعلق سوالات فرمائے جو دین میں داخل ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تشفی بخش جوابات مرحمت فرمائے۔ کیونکہ مقصد صحابۂ کرام کو دین سکھلانا تھا جیساکہ حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا" یہ جبرئیل ہیں جو تم کو تمہارے دین کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔"

الاحسان: احسان کے متعلق امام نووی فرماتے ہیں کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ بندہ عبادت میں اخلاص کرے اور دل لگائے یعنی عبادت بہت ہی خشوع اور خضوع سے کرے۔

ما المسؤل عنها بأعلم من السائل: اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہ تھے یعنی قیامت کا آنا کسی کو معلوم نہیں سوائے اللہ کے' البتہ اس کی چند علامات بتلائیں۔

أن تلد الأمة ربتها: "باندی اپنا سردار جنے گی" اس سلسلے میں امام نووی نے بہت سے اقوال نقل فرمائے ہیں ایک یہ کہ لوگ ماں کی عزت اور احترام چھوڑ دیں گے۔ اور ماں سے وہ سلوک کریں گے جو لونڈی سے کرتے ہیں۔

ان ترى الحفاة: یعنی دنیا کی حالت میں ایک بڑا انقلاب ہوگا کہ جو لوگ مفلس' قلاش' اور بھوکے تھے وہ امیر و مالدار ہو جائیں گے اور جو مالدار تھے وہ مفلس و محتاج ہو جائیں گے۔ بعضوں نے

کہا کہ ان ننگوں کنگالوں سے مراد عرب کے لوگ ہیں یہ ایک پیشین گوئی تھی کہ اسلام کی ترقی ہوگی اور عربوں کی شوکت بڑھے گی اور وہ محتاجی اور غربت سے نکل کر مال دار اور امیر بن جائیں گے، پھر ایسا ہی ہوا کہ آپ کی وفات کے تھوڑی مدت بعد ایران، روم، مصر فتح ہوئے اور عرب لوگ مالدار ہو گئے[1]

"ندوۃ السنۃ" کی پیش کردہ کتاب

آدابِ مسنون طریقہ حج

قرآن و حدیث کی روشنی میں

"ندوۃ السنۃ" کے اغراض و مقاصد کے تحت یہ پہلی کتاب ہے۔ جو عوام کے لئے پیش کی گئی جس میں قرآن و حدیث کے پیش نظر بالکل آسان زبان میں مؤلف نے طریقہ حج ترتیب دیا ہے، جس کا پہلا ایڈیشن عوام کے استفادہ کے لئے بالکل مفت تقسیم کیا گیا۔ الحمد للہ ایک ہی سال کے عرصہ میں اس کی کافی پذیرائی ہوئی اور عوام نے اس موضوع کی دیگر کتب میں ایک انوکھی کتاب قرار دیا ہے۔
دوسرے ایڈیشن کی نشر و اشاعت میں تعاون یقیناً زاد آخرت میں اضافہ ہوگا۔

[1] شرح نووی

حدیث (۲)

ارکانِ اسلام

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ـ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ـ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : « بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ، وَحَجِّ الْبَيْتِ ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ » رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ .

تخریج حدیث

اس حدیث کو امام بخاری نے "کتاب الایمان" باب دعاؤکم ایمانکم میں حدیث نمبر ۸ اور "کتاب العلم" "کتاب الشہادات" میں بیان کیا ہے اور امام مسلم نے "کتاب الایمان" میں باب "قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس" باب ارکان الاسلام میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اسلام پانچ چیزوں پر قائم ہے۔

○ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔
○ نماز قائم کرنا ○ زکوٰۃ دینا ○ بیت اللہ شریف کا حج کرنا
○ رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ ـــ (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بیان فرمایا ہے۔)

شرح حدیث

یہ حدیث بڑی مختصر اور جامع ہے۔ اس میں اسلام کے ارکان بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں کا ہر رکن گویا ایک ستون ہے، اس طرح اسلام کے پانچ ستون ہیں۔ ان میں پہلا توحید و رسالت کی شہادت دینا ہے۔ جو اس قصرِ اسلام کا درمیانی ستون ہے۔ پھر نماز کی پابندی کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، حج کرنا اور روزے رکھنا۔ گویا یہ چار ستون اس عمارت کو مستحکم کرنے والے ہیں۔ جس طرح کسی خیمہ کا انحصار اس کے ستونوں پر ہوتا ہے۔ اسی طرح اسلام کا انحصار ان پانچ ستونوں پر ہے۔ جب خیمہ کے ستون گر پڑیں تو خیمہ زمین پر آجاتا ہے اسی طرح جب اسلام کے ان پانچ ستونوں میں سے کوئی گر جائے تو اسلام منہدم ہو جاتا ہے۔ ان ہی تمام ستونوں کے مجموعہ کا نام اسلام ہے۔ (ارکانِ اسلام کی تاکید پر حدیث ۳۰ میں تشریح آرہی ہے۔)

اس حدیث میں "روزوں" کو "حج" کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ اور انھیں عبداللہ بن عمرؓ سے دوسری روایت میں "حج" سے پہلے "روزوں" کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ صرف تقدیم و تاخیر ہے۔ امام نووی نے ان دونوں حدیثوں کو صحیح کہا ہے۔ امام مسلم نے ان دونوں کی تخریج فرمائی ہے۔

رمضان المبارک کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے اور حج ۶ھ یا ۹ھ میں فرض ہوا۔[1]

سوانح راوی حدیث

یہ عبداللہ خلیفہ ثانی امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے، نزول وحی سے ایک سال قبل ان کی ولادت ہوئی اور بچپن ہی میں اپنے والدِ محترم کے ساتھ مکہ میں ایمان لے آئے اور اپنے والدِ ماجد کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، یہ غزوۂ خندق میں اور دوسرے غزوات میں شریک ہوئے ہیں۔ انکا شمار فقیہہ صحابہ میں ہوتا ہے۔ بڑے علم، زہد، تقویٰ اور پرہیز گاری والے تھے۔ معاملات میں بڑی دیکھ بھال اور احتیاط کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا کہ ہم میں کا کوئی نہیں بچا کہ دنیا اس پر مائل ہو گئی اور وہ دنیا کی طرف جھک گیا سوائے حضرت عمرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کے، انھوں نے اپنی عمر میں ایک ہزار سے زائد غلاموں کو غلامی کی قید سے آزاد کیا تھا۔

۷۳ھ میں ۸۴ یا ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی، انھوں نے وصیت کی تھی کہ مجھ کو "حِل" میں دفن کیا جائے لیکن حجاج بن یوسف کی وجہ سے یہ وصیت پوری نہ ہو سکی، اور مقام،

---

[1] شرح نووی

ذی طوی میں مہاجرین کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ [1]

یہ ان چھ صحابہ میں سے ہیں جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان سے جملہ (۱۶۳۰) سولہ سو تیس احادیث مروی ہیں۔ ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"إِنَّ عَبدَ اللّٰهِ رَجلٌ صَالِحٌ" [2]

بے شک عبداللہ ایک نیک آدمی ہیں۔

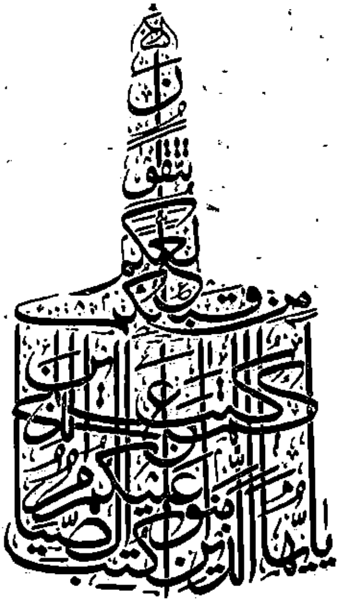

[1] اکمال [2] المختار

حدیث (۴)

مَراحلِ تخلیقِ انسان

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ ـ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ـ قَالَ : حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ المَصْدُوقُ : « إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْماً نُطْفَةً ، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ، ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ المَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ : بِكَتْبِ رِزْقِهِ وأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سعيدٌ ، فَوَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ حتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ ، فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا »

رَوَاهُ البُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

تخریجِ حدیث

اس حدیث کو بخاری نے "کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ" اور "کتاب القدر" "کتاب الانبیاء" اور "کتاب التوحید" میں اور امام مسلم نے "کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمي" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم سے سچے اور سچائی کے پیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

تم میں سے ہر ایک شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں برقرار رہتا ہے پھر خون بستہ بن کر اتنے ہی دن رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک گوشت کا لوتھڑا بن کر رہتا ہے پھر ایک فرشتہ اس کی طرف بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے اور اس کو چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کا رزق، عمر، عمل اور اس کا نیک و بد ہونا —— اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تم میں سے کوئی جنتیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ اور اس پر نوشتۂ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا سا عمل کرنے لگتا ہے اور بالآخر دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص دوزخیوں کا سا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخیوں کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر نوشتۂ تقدیر غالب آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کا سا عمل کرنے لگتا ہے۔ اور بالآخر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے۔)

شرح حدیث

اس حدیث میں انسان کی ابتداء، انتہاء اور تقدیر کا بیان ہے [1]

انسان کی تخلیق کے ان تمام مراحل سے بحث کی گئی ہے جس سے وہ گذرتا ہے، پھر اس کی زندگی و موت کی کیفیت بتلاتے ہوئے اس کے انجام کار کو اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ ایک شخص زندگی بھر اہل جنت کے سے اعمال کرتا ہے مگر موت سے پہلے کفر میں مبتلا ہو کر جہنمی بن جاتا ہے، اور دوسرا شخص زندگی بھر جہنمی اعمال کرتا ہے مگر اس کا خاتمہ ایمان کی حالت میں ہونے سے وہ جنتی بن جاتا ہے۔ حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے: "إنما الأعمال بالخواتيم" اور حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے "الأعمال بخواتيمها" گویا عاقبت کا انحصار اعمال کے خاتمہ پر منحصر ہے۔[2]

(اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ ایمان کی حالت میں مقدر فرمائے۔)

---

[1] شرح نووی [2] فتح الباری

سوانح راوی حدیث

نام عبداللہ کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے، یہ حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ حدیث کے راویوں میں "ابن مسعود" سے معروف ہیں۔ حضرت عبداللہ قدیم الاسلام تھے، حضرت عمر تاہنوز اسلام نہیں لائے تھے، ابن مسعود خود فرمایا کرتے تھے۔

"میں چھٹا مسلمان تھا، ہمارے سوا روئے زمین پر اور کوئی مسلمان نہ تھا"۔

آپ نے پہلے حبشہ پھر مدینہ کی ہجرت فرمائی، غزوۂ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، وہ عبداللہ ہی تھے جس نے غزوۂ بدر میں ابوجہل پر حملہ کر کے اس کا سر کاٹ لیا تھا[1] یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خاص میں سے تھے، زیادہ وقت آپؐ ہی کے ساتھ گذارتے تھے اور آپؐ کے گہرے راز داں تھے۔ آپؐ نے انھیں جنت کی بشارت دی تھی، اور ظاہری صورت، حلم و وقار میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، کوفہ میں مسند قضا پر فائز رہے، وہاں کے بیت المال کی ذمہ داری بھی حضرت عمر کے دور میں اور حضرت عثمان کے ابتدائی دور میں انہیں کے سپرد رہی[2] ان کے بہت سے مناقب ہیں۔

وہ خود بیان فرماتے ہیں:

"اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کتاب اللہ کی کوئی سورت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں اتری اور کس ضمن میں اتری! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مجھ سے بڑھ کر قرآن کا کوئی عالم موجود ہے، اور اونٹ وہاں تک پہنچا سکتے ہیں تو میں سوار ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتا"۔

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ "میں ابن مسعود سے اس وقت سے برابر محبت رکھتا ہوں جس وقت سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

"تم قرآن چار آدمیوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابو حذیفہ، اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم)"۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قرآن سنانے کی خواہش کی، جب انھوں نے سورۃ النساء کی آیات پڑھ کر "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا"[4]

---

[1] تاریخ حدیث و محدثین ص ۱۹۸، الحدیث والمحدثون ص ۱۴۵۔ [2] الکمال۔ [3] بخاری کتاب فضائل القرآن، مسلم، اللؤلؤ والمرجان کتاب فضائل الصحابہ۔ [4] سورۃ النساء آیت ۴۱۔

تک کی تلاوت فرمائی تو حضور کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے تھے [١]

ان سے آٹھ سواڑتالیس حدیثیں مروی ہیں، ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ٣٢ھ میں (بعض نے کہا ہے کوفہ میں ٣٢ھ میں) ساٹھ سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ [٢]

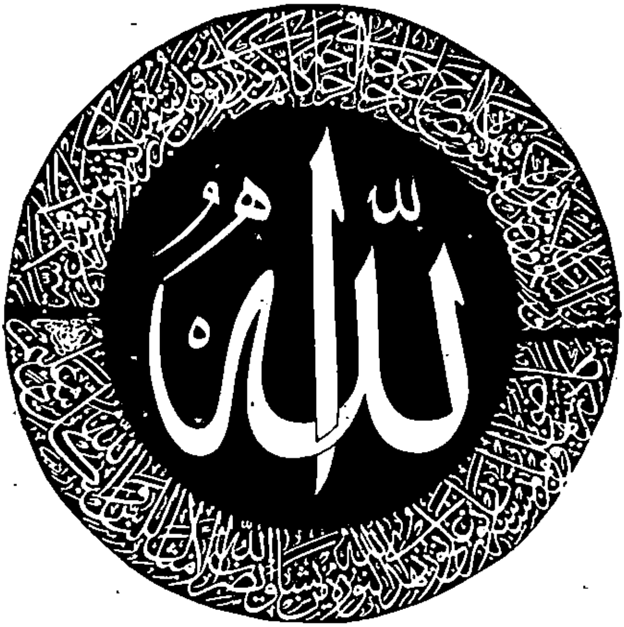

---

[١] الریاض المستطابہ ص١٨٩ ، [٢] المختار ص٣٢ ،

حدیث ⑤

بدعات سے ممانعت

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ عَبْدِ اللهِ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - قَالَتْ:قال: رسول الله ﷺ : « مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ » رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ ، وفي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ : « مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ » .

تخریج حدیث

اس حدیث کو بخاری نے "کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود" میں اور مسلم نے "کتاب الأقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الأمور" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت ام المؤمنین ام عبداللہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص ہمارے دین میں ایسی بات نکالے جو اس میں نہ ہو (یعنی بغیر دلیل کے) وہ رد ہے"

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

"جو شخص کوئی ایسا کام کرے جس کے لئے ہمارا حکم نہ ہو (یعنی دین میں ایسا عمل نکالے) تو وہ مردود ہے"

شرح حدیث

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے کہ چند الفاظ میں دین کے

مکمل اصول کو بیان کر دیا ہے، اصولِ دین میں اس کا انتہائی اہم مقام ہے، اگر حقیقت میں اس کو ہر آدمی سمجھ لے تو دنیا سے بدعات کا قلع قمع ہو جائے، امام نووی فرماتے ہیں" اس حدیث سے بدعات کا سارا ڈھانچہ ٹوٹ گیا اور ان کا گھر اجڑ گیا" اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر وہ کام جس پر اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ ہو، اور ہر وہ چیز جو شریعت کے خلاف ہو جس کے متعلق قرآن وحدیث کی کوئی دلیل نہ ہو وہ مردود ہے۔ نئی چیز سے ہر وہ کام مراد ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہ ہو اور لوگ اس کو دین سمجھ کر کریں۔

لوگوں نے بدعتوں کو حسنہ، اور سیئہ کے نام سے دو قسموں میں تقسیم کر لیا ہے جو حدیث کی روشنی میں صریح غلط ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة "[1]

ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور

" وشر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة "[2]

برے کام نئے ایجاد کردہ ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت میں کوئی بدعت "حسنہ" نہیں ہے بلکہ ہر بدعت "سیئہ" ہے جس کا ٹھکانہ جہنم ہے اس سے ہر مسلمان کو اپنی آنکھ کھولنی چاہیے۔

بعض مصلحت پسند علماء نے بدعتِ حسنہ کا سہارا لے کر بہت سے مروجہ رسوماتِ غیر شرعیہ اور بدعات وخرافات کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جس سے بے شمار بدعتیں رائج ہو گئی ہیں اور عوام بدعات کے الاؤ کی نذر ہو کر اس کو کارِ خیر اور دین کا جز سمجھ کر کر رہے ہیں جو قرآن وحدیث اور فقہ ائمہ کے سراسر خلاف ہے اس سے توبہ کرنا چاہیئے اور عوام کو چاہیئے کہ جن علماء پر اعتماد رکھتے ہیں ان سے ہر ہر چیز کے متعلق سوال کریں کہ قرآن، حدیث اور فقہ میں ان مروجہ بدعات کا ثبوت کہاں ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ سے اس کا کرنا ثابت ہے یا نہیں ؟

بدعات کی ایک طویل فہرست ہے جس کی تفصیل گنوانا مشکل ہے کیونکہ ہر علاقہ اور ملک کے خرافات الگ الگ ہیں۔ بعض معروف ومشہور خرافات جس میں اکثر لوگ مشترک ملوث ہیں وہ یہ ہیں چھٹی، چھلہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی، قبروں کا پختہ بنانا، عرس، قبروں کو غسل دینا، صندل لگانا، چادر چڑھانا، چراغاں کرنا، گیارہویں، اور جعفر صادق کے کونڈے، جشنِ میلاد، شبِ برات کا حلوہ، مردوں کی عید، تعزیہ داری، اور مروجہ فاتحہ خوانی اور کسی کے مرنے پر تین دن تک متواتر جمع ہو کر سوگ کرنا وغیرہ۔

(اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ہر قسم کی بدعات سے محفوظ رکھے اور دین حنیف کے سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

---

[1] ابوداؤد، ترمذی [2] مسلم

سوانح راوی حدیث

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دو سال بعد مکہ میں ہوئی ——— احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے عقد نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی[1] ہجرت سے پہلے ہی شوال سنہ ۱۰ نبوی میں مکہ میں عقد ہوا، شوال سنہ ۲ھ میں ہجرت کے ۱۸ ماہ بعد مدینہ میں رخصتی ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۹ سال رہیں، جس وقت آپ[2] کا وصال ہوا اس وقت حضرت عائشہ کی عمر ۱۸ سال تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے علاوہ کسی اور ناکتخدا سے شادی نہیں کی۔

یہ بڑی زاہدہ، عابدہ تھیں، ان کا جود و سخا معروف ہے۔ اس کے علاوہ یہ بڑی عالمہ، فقیہہ، حافظہ اور فصیحہ تھیں[3] صحابہ کے درمیان جب کبھی کسی مسئلہ میں اختلاف رونما ہوتا تو ان کی جانب رجوع کیا جاتا، کبار صحابہ نے آپ کے چشمۂ فیض سے اپنی علمی پیاس بجھائی حتیٰ کہ حضرت عمر نے آپ سے حدیثیں روایت کیں، مزید براں حضرت عائشہ حضور کی وفات کے بعد انتالیس[۳۹] سال تک بقید حیات رہیں اور لوگ آپ کے بحر علم سے مستفیض ہوتے رہے۔[4]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ

> "ہم کو حدیث میں جب کبھی مشکل پیش آتی تو حضرت عائشہ سے دریافت کر لیا کرتے وہ ہمیں اس کے متعلق بتا دیتیں۔"[5]

مسروق تابعی کا قول ہے کہ "میں نے اکابر صحابہ کو حضرت عائشہ سے تقسیم وراثت کے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے۔"

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ایک بڑے طبقہ نے ان سے روایات نقل کیں آپ کثیر الروایۃ ہیں۔ دو ہزار دو سو دس احادیث آپ سے مروی ہیں۔[5]

مدینہ طیبہ میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں ۱۷ رمضان شب سہ شنبہ وفات پائی۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ شب میں دفن کر دیا جائے۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔[6]

---

[1] تاریخ حدیث و محدثین ص ۱۹۰ [2] اکمال ص ۶۱۲ [3] تاریخ حدیث و محدثین ص ۱۹۱ [4] شرح اربعین
[5] تاریخ حدیث و محدثین ص ۱۹۱ [6] اکمال ص ۶۱۲

حدیث ⑥

مشتبہ چیزوں سے اجتناب

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ – رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا – قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ، فَقَدْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ». متفق عليه.

تخریج حدیث

اس حدیث کو بخاری نے "کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ" اور "کتاب البیوع" میں بیان کیا ہے اور مسلم نے کتاب البیوع باب اخذ الحلال وترک الشبہات میں بیان کیا ہے۔ حضرت نعمان کی یہ حدیث اس باب میں اصح ہے۔ [1]

---

[1] جامع العلوم والحکم ص٦٣

ترجمہ حدیث

حضرت ابو عبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، ان دونوں کے درمیان بعض چیزیں مشتبہ ہیں (کہ ان کی حلت اور حرمت پوشیدہ ہے) جن کو بہت لوگ نہیں جانتے، تو جو مشتبہ چیزوں سے بچا وہ اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا، اور جو شبہات میں پڑا تو وہ حرام (کاموں) میں مبتلا ہو گیا، ایسے شخص کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور کو چراتا ہے اور اس کو اس بات کا (ہمیشہ) خطرہ لگا رہتا ہے کہ کوئی جانور اس (ممنوعہ) چراگاہ سے کھا لے۔ یاد رکھو! ہر بادشاہ کے چند حدود مقرر ہیں۔ اور خبردار! اللہ تعالیٰ کے حدود اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور یاد رکھو! کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، اگر وہ سنور گیا تو سارا بدن سنور گیا اور جو وہ بگڑا تو سارا بدن بگڑ گیا، سنو! وہ 'دل' ہے۔"

(اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے)

شرح حدیث

امام نووی نے کہا: علماء کا اجماع ہے کہ یہ حدیث بڑے کام کی ہے، اس میں بہت سے فائدے ہیں اور یہ ان حدیثوں میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا مدار ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں تین قسم کے کام اور چیزیں ہیں، ایک تو وہ جو کھلم کھلا حلال ہیں۔ دوسری وہ جو کھلم کھلا حرام ہیں۔ تیسرے وہ جو کھلم کھلا حلال ہیں اور نہ صاف صاف حرام ہیں۔ اس کا عام لوگوں کو علم نہیں جب تک راسخ علماء دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس کو حلال یا حرام نہ بتلائیں اگر کبھی حلت کی دلیل میں احتمال ہو تو اس کو ترک کر دینا تقویٰ ہے۔ [1]

اس حدیث میں اصلاح قلب کی بھی تعلیم دی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل کو پورے بدن میں مرکزی مقام حاصل ہے، اور اسی کی حرکت اور خواہش پر بدن کے تمام اعضاء و جوارح متحرک ہوتے ہیں۔ اگر دل میں اللہ کا خوف ہے تو حرام اور مشتبہ چیزوں سے تمام اعضاء و جوارح کو محفوظ رکھے گا، ورنہ نہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے "دل تمام اعضاء کا بادشاہ ہے اور تمام اعضاء و جوارح اس کا لشکر ہیں۔" [2]

اللہ تعالیٰ اصلاح قلب کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] شرح نووی [2] جامع العلوم والحکم ص ۱۰۲

سوانح راوی حدیث

ابوعبداللہ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہما ہجرت کے چوتھے مہینے میں انصار میں سب سے پہلے پیدا ہوئے[۱] ان کی والدہ محترمہ عمرہ بنت رواحہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئیں آپ نے ایک چھوارہ منگوا کر اس کو چبایا اور ان کے منہ میں رکھا' انھوں نے بچپن ہی سے احادیث اخذ کرنا شروع کیا اور سن بلوغ کے بعد روایت کی[۲]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے حاکم' پھر حمص کے حاکم مقرر ہوئے' انھوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے لوگوں کو مائل کرنا شروع کیا' اہل حمص نے ان کو تلاش کرکے ۶۴ھ میں قتل کر دیا' ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔

یہ بڑے فصیح اللسان خطیب تھے[۳] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال سات ماہ تھی[۴] ان سے ایک سو چودہ حدیثیں منقول ہیں[۵]

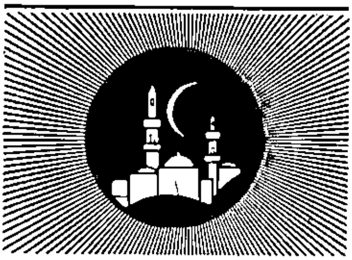

---

[۱] الریاض المستطابہ ص ۲۶۹ ، [۲] شرح اربعین ص ۴۷ ، [۳] شرح اربعین المختار ص ۴۴ ،
[۴] اکمال ص ۵۸۸ ، [۵] شرح اربعین المختار ص ۴۴

حدیث ⑦

دین سراپا خیر خواہی ہے

عَنْ أَبِي رُقَيَّةَ تَمِيمِ بْنِ أَوْسٍ الدَّارِيِّ – رَضِيَ اللهُ عَنْه – أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : « الدِّينُ النَّصِيحَةُ ، قُلْنَا : لِمَنْ ؟ قَالَ : للهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ » . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

تخریج حدیث

اس حدیث کو مسلم نے "کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت ابو رقیہ تمیم بن اوس داری (تمیم داری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دین خلوص اور خیر خواہی کا نام ہے' ہم نے کہا: کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی' اور اسکی کتاب کی' اور اس کے رسول کی' اور مسلمانوں کے حاکموں کی' اور سب مسلمانوں کی"۔

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح حدیث

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بڑی عظیم الشان ہے، اس پر اسلام کا دارو مدار ہے۔

امام ابو سلیمان خطابی کہتے ہیں کہ اس میں "النصیحۃ" کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ بڑا جامع ہے۔ یعنی ہر قسم کی بھلائیاں۔ گویا اس حدیث میں وہ تمام بھلائیاں اکٹھا کر دی گئی ہیں جو دینِ اسلام کا مظہر

مدعا ہیں۔

① اللہ کے ساتھ خیر خواہی یہ کہ، اس پر ایمان لائے، اس کے ذاتی وصفاتی اوصاف میں کسی کو شریک کرے، اسی کی اطاعت وفرمانبرداری اور بندگی کرے، اس کے سوا کسی کو عبادت کے لائق نہ سمجھے، اس کو ہر قسم کے عیب، نقص سے پاک جانے، اس کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے اس کا شکر گذار رہے، ناشکری نہ کرے، کسی سے دوستی رکھے تو اسی کے لئے رکھے اور دشمنی کرے تو اسی کے لئے کرے۔ اس نصیحت سے بندہ کو ہی فائدہ ہے۔ اللہ کو کوئی فائدہ نہیں وہ ہر ایک کی نصیحت سے بے نیاز ہے۔

② اللہ کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ ہمارا ایمان ہو کہ وہ اللہ کا کلام ہے اسی نے اتارا ہے، کسی مخلوق کا کلام اس کے مثل نہیں ہو سکتا، اور نہ کوئی مخلوق اس کے مثل بنا سکتی ہے، اور وہ ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے، اس کی تلاوت کرے، اس کے معنی ومفہوم پر غور وفکر کرے، اس کی محکم آیتوں پر (یعنی حلال وحرام کی آیتوں پر) عمل کرے، اور جو آیتیں متشابہ ہیں (یعنی اعتقاد کی آیتیں) ان کو تسلیم کرے۔ ان میں تاویل اور تحریف سے گریز کرے اور اس کو اپنی ہدایت کا ذریعہ سمجھے، گویا اس ایک لفظ میں اسلام کی ساری تعلیم سمو دی گئی ہے۔

③ رسول کے ساتھ خیر خواہی یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا یقین کرے۔ آپ کی رسالت پر ایمان رکھے آپ کی پیش کردہ شریعت اور دی ہوئی تعلیمات کو قابل عمل اور تسلیم جانے، آپ کی اطاعت وفرمانبرداری پوری طرح کرے۔ اور آپ کے اہل بیت اور اصحاب (رضی اللہ عنہم) سے محبت رکھے، جو ان سے محبت رکھے ان سے محبت کرے اور جو ان سے دشمنی کرے ان سے دور رہے۔ آپ کی سنتوں پر سختی سے پابندی کرے۔ اور بدعتوں سے محفوظ رہے۔ آپ کی شریعت میں جو بدعتیں نکالے اس سے بچتا رہے، اس میں شریک اور معاون نہ ہو۔

④ ائمۂ مسلمین سے خیر خواہی، اس کے دو مطلب ہیں۔

ایک یہ کہ اس سے مراد مسلمان حاکم ہیں۔ یعنی حق بات میں ان کی مدد کرے۔ ان کی اطاعت کرے۔ اور ان کو حق بات کی رہنمائی کرے جس بات سے وہ غافل ہیں ان کو بتلائے، ان سے بغاوت وسرکشی نہ کرے۔

دوسرا مطلب یہ کہ اس سے مراد علماء ہیں، اور ان کو نصیحت یہ کہ ان کی ان باتوں کو تسلیم کریں جو قرآن وحدیث کے مطابق ہوں، اور ایسی باتوں سے اعراض کریں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں۔

⑤ عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی یہ کہ ان کو اپنا اسلامی بھائی جانے، ان کو دین کے احکام بتلائے اور امر ونواہی بتاتا رہے، ان کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، ان کو ایذا اور تکلیف نہ دے، ان سے حسد وبغض، عناد و دشمنی کینہ وکپٹ نہ رکھے، ان کے عیبوں کو چھپائے، ان کے مال، عزت وآبرو کی

حفاظت کرے، ان کی منفعت کے لئے کوشش کرے[1]

علماء قوم کے رہنما اور رہبر ہیں۔

"إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا"

اللہ کے بندوں میں اس سے ڈرنے والے علماء (علم رکھنے والے لوگ) ہی ہیں۔ (سورہ فاطر ۲۸)

اس آیت کریمہ کے پیش نظر علماء کو اپنا منصب ذمہ داری سمجھنا چاہئے اور اللہ کا ڈر اور آخرت کی جزاء وسزاء کا پورا پورا یقین اپنے دل میں رکھ کر عوام الناس کو کتاب وسنت کی صحیح رہبری کرنا چاہئے، اپنی دنیا سنوارنے کی خاطر عوام کو بے دینی کی راہوں پر نہ لگانا چاہئے۔ آج لوگوں میں ہر قسم کے خرافات، اور شرک وبدعات کی ترویج انہیں علماء کی رہبری اور سرپرستی میں انجام پارہی ہے۔ علماء کو چاہئے کہ اپنی عاقبت کی فکر کریں اور اللہ کے حضور جوابدہی سے ڈرتے ہوئے لوگوں کو دین کی صحیح رہنمائی اپنا منصب علمی سمجھیں، اللہ ہم کو توفیق عمل عطا کرے۔ گویا یہ حدیث دین اسلام کے تمام اوامر ونواہی پر مشتمل ہے۔

سوانح راوی حدیث

تمیم بن اوس بن خارجہ الداری، اپنے دادا کی طرف منسوب ہو کر تمیم داری کہلاتے ہیں۔ ابورقیہ کنیت ہے، وہ نصرانیت سے ۹ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ مشہور اور فاضل صحابہ میں سے تھے، بڑے عابد وزاہد تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک رہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد وہ مدینہ سے شام منتقل ہو گئے اور بیت المقدس میں قیام پذیر ہوئے[2]

فلسطین میں ۴۰ھ میں وفات پائی اور بیت جبرئیل میں دفن ہوئے، ان سے ۱۸ حدیثیں مروی ہیں[3] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے قصۂ دجال و جساسہ بیان کیا ہے۔ اور ان سے بہت سے لوگوں نے اس کی روایت کی ہے۔[4]

---

[1] مسلم شرح نووی، جامع العلوم والحکم، [2] الریاض المستطابہ ص۴۱،
[3] المختار ص۴۹، [4] اکمال ص۵۸۸

حدیث ⑧

مسلمان کی حفاظت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: « أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى »، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

تخریج حدیث

اس حدیث کو بخاری نے "کتاب الایمان باب فإن تابوا و اقاموا الصلوٰۃ" اور "کتاب الصلاۃ والزکوٰۃ" میں بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا إلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں بیان کیا ہے۔ "الا بحق الاسلام" کا لفظ صرف بخاری میں ہے مسلم میں نہیں ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر[1] رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ یہ اقرار کرلیں کہ

---

[1] تیسری حدیث میں سیرت گذر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز کی پابندی کریں۔ اور زکوٰۃ ادا کریں، جب وہ ایسا کرنے لگیں تو وہ مجھ سے اپنی جانوں، اور مالوں کو بچالیں گے۔ مگر اسلام کا حق ان پر باقی رہے گا، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔"

اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

شرح حدیث

یہ حدیث دین کے چند بنیادی امور پر مشتمل ہے۔ اس میں تین چیزوں کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار۔

(۲) نماز کی پابندی۔

(۳) زکوٰۃ کی ادائیگی۔

ان تینوں امور کی اہمیت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پابندی کرنے والے کی جان و مال کے تحفظ کا وعدہ فرمایا۔

رہے ایسے لوگ جو دین کے واجبات کو پامال کرتے ہیں "الا بحق الاسلام" فرماکر علحدہ کر دیا۔ گویا ایسے لوگ مستوجب سزا ہوں گے۔ مثلاً سارق، زانی محصن، مرتد، اور قاتل وغیرہ ان کی سزا اسلام نے مقرر کر دی ہے، اس سے انھیں چھوٹ نہ ہوگی۔ [1]

اور جو لوگ توحید و رسالت کا اقرار کرتے، نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں تو ان کے جان و مال کا تحفظ ہوگا اور اگر یہ چیز خلوص نیت پر مبنی نہیں ہے تو ایسوں کے لئے "وحسابہم علی اللہ" فرمایا۔ گویا بندوں کے ساتھ ظاہری اعمال کے ذریعہ معاملہ کیا جائے گا۔ اب رہا باطن، وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اس کے پاس اس لحاظ سے معاملہ ہوگا۔

---

[1] کچھ تفصیل حدیث ۱۴ میں آرہی ہے۔

حدیث ۹

تکلیف اتنی جتنی طاقت ہو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ صَخْرٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : « مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ ، وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ » . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ .

تخریج حدیث

اس حدیث کو مسلم نے "کتاب الفضائل باب کراھة إکثار السوال من غیر ضرورۃ" اور "کتاب الحج باب فرض الحج فی العمر" اور بخاری نے "کتاب الإعتصام بالکتاب والسنة باب الإقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"میں جس کام سے تم کو منع کردوں اس سے بچو اور جس کام کا حکم کروں جہاں تک ہو سکے اس کو کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اختلاف نے ہلاک کردیا۔"

اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

شرح حدیث

یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے۔ یہ جو فرمایا "ما استطعتم" جہاں تک ہوسکے ان کو کرو، اس میں بے شمار مسائل آجاتے ہیں:

امام نووی نے فرمایا اس حدیث میں بے ضرورت سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے، یہ کئی مصلحتوں سے ہے، ایک تو یہ کہ سوال کی وجہ سے بعض چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض اوقات سوال کا جواب ایسا ملتا ہے کہ وہ پوچھنے والے کو ناگوار ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ کثرتِ سوال سے پیغمبر کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور پیغمبر کو ایذا دینا حرام اور باعث ہلاکت ہے، البتہ ضرورت کے وقت سوال درست ہے۔ ؎

مثلاً دین کے فرائض وواجبات وغیرہ سے متعلق جو مسائل ہیں حصولِ علم وعمل کی خاطر دریافت کرسکتے ہیں، اس کی ممانعت نہیں ہے جیسا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وضو، نماز، روزہ اور تعلیمات دین کے متعلق استفسار کیا کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب دے کر سمجھایا کرتے۔

اس حدیث میں پہلی امتوں کی مثال دے کر ان کی ہلاکت کا سبب واضح کیا گیا، جیسے بنی اسرائیل کہ سوالات بہت کرتے تھے اور عمل سے بچتے تھے، سوال کرتے تھے اور نبیوں کے خلاف چلتے، ان کے طریقے اور حکم کے خلاف عمل کرتے، یہی حال آج بہت سے مسلمانوں کا ہے، سوال وجواب اور قیل وقال، باریکیاں نکتہ سنجیاں اور لفظی لطیفہ بازیاں، ان کی ذہنی تفریح بن گئی ہیں۔ اس امت کو چاہئے کہ ہلاک وبرباد ہونے والوں کی راہ اختیار نہ کریں بلکہ دین کی جو صحیح بات معلوم ہو جائے اس پر انتہائی کوشش کے ساتھ عمل کریں۔

بہت سے احباب ایسے سوالات میں وقت ضائع کرتے ہیں جن کا نہ جاننا جنت میں جانے سے مانع نہیں ہے مثلاً آدم وحوا کا نکاح کس نے پڑھایا تھا، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام کیا تھا اور اسی طرح بعض بھائیوں نے علماء کا امتحان اپنا مشغلہ بنا لیا ہے، مسائل میں ایسی نزاکتیں اختراع کر کے پیش کریں گے جن سے عمل کا کوسوں دور کا واسطہ نہیں، خود بے عمل ہوں گے لیکن متبعینِ سنت پر پھبتیاں اڑائیں گے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ عمل کی نیت سے ضروری مسائل دریافت کریں اور کتاب وسنت سے جو مسئلہ مل جائے اس پر عمل کریں۔

؎ مسلم شرح نووی

سوانح راوی حدیث

ان کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ نووی نے اصح قول کی بنا پر ان کا نام عبدالرحمن بن صخر بتلایا ہے، اور کنیت ابوہریرہ ہے، اسی سے مشہور ہیں قبیلہ دوس کے فرد ہیں، ان کے پاس ہر وقت چھوٹی سی بلی (ہریرہ) رہتی تھی، یہ اس کو اٹھائے رکھتے تھے اس لئے ان کا نام ابوہریرہ ہوگیا۔ ان کی یہ کنیت ان کے نام پر غالب آگئی۔

ےھ ماہ محرم میں غزوۂ خیبر والے سال مشرف باسلام ہوکر زیارت نبوی کی سعادت حاصل کی، امام شافعی اور دیگر محدثین کے قول کے مطابق صحابہ میں سب سے پہلے بڑے حافظ حدیث تھے۔

یہ اصحاب صفہ کے نقیب تھے، ہمیشہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتے تھے، شاذونادر ہی غیر حاضر رہتے۔ بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے منقول ہے کہ تم کہتے ہو کہ ابوہریرہ حدیثیں بہت زیادہ روایت کرتا ہے، حقیقت یہ کہ میں ایک مسکین آدمی تھا پیٹ بھر کر حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے سوا مجھے کوئی کام نہ تھا۔ مہاجرین بازار میں کاروبار کرتے تھے، انصار مدینہ اپنے مالوں کی حفاظت میں مصروف رہا کرتے تھے، میں حضور کی ایک مجلس میں حاضر تھا آپ نے فرمایا "کون ہے جو میرے بات ختم کرنے تک چادر پھیلائے اور پھر اسے سمٹ لے اور پھر اس کے بعد اسے سنی ہوئی بات کبھی نہ بھولے، یہ سن کر میں نے اپنی چادر پھیلا دی جب آپ نے سلسلۂ کلام ختم کیا تو میں نے وہ چادر سمیٹ لی، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کے بعد میں نے کوئی بات کبھی نہیں بھولی" (بخاری و مسلم)

یہی وجہ ہے کہ وہ صرف تین سال صحبت نبوی میں رہنے کے باوجود کثرت روایت میں سب صحابہ پر فوقیت لے گئے تھے۔

ابوہریرہ نے حضور کے بعد طویل عمر پائی۔ سینتالیس ۴۷ سال بقید حیات رہے، صحابہ پیش آمدہ مسائل کے حل میں ابوہریرہ سے رجوع کرتے، بقول امام بخاری ابوہریرہ سے تقریباً آٹھ سو اہل علم صحابہ و تابعین نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں ابن عمرؓ ابن عباسؓ جابرؓ انسؓ اور تابعین سب شامل ہیں۔

ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) حدیثیں منقول ہیں۔ حضرت ابوہریرہ نے مدینہ منورہ میں ۵۷ھ میں بعمر اٹھتر (۷۸) سال وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ ؎

؎ الحدیث والمحدثون ص۱۳۲، تاریخ حدیث ومحدثین ص۱۸۴، اکمال ص۶۲۲، الریاض المستطابہ ص۲۷۷

حدیث (۱۰)

حلال رزق کی اہمیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : « إِنَّ اللهَ تَعَالَى طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّباً ، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ ، فَقَالَ تَعَالَى : « يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً » . وَقَالَ تَعَالَى : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ » ، ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ ، يَا رَبِّ .. يَا رَبِّ ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لَهُ ؟ » رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

تخریج حدیث

اس حدیث کو امام مسلم نے "کتاب الزکاۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتھا" میں " فضیل بن مرزوق عن عدي بن ثابت عن أبی حازم عن ابی ھریرۃ" سے بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت ابوہریرہ[1] رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] نویں حدیث میں سیرت گذر چکی ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو قبول فرماتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو پیغمبروں کو دیا ہے' چنانچہ (پیغمبروں کو خطاب فرماتے ہوئے) ارشاد فرمایا: "اے رسولو! تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو" اور (عام مومنوں کو خطاب فرماتے ہوئے) ارشاد فرمایا: "اے ایمان والو! جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے پاک چیزیں کھاؤ"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناپاک یعنی حرام مال کھانے کا وبال ذکر کرتے ہوئے) فرمایا:

"ایک ایسا شخص جو لمبا سفر کر رہا ہو' پراگندہ حال ہو' اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں' بدن پر غبار لگا ہوا ہو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے یہ دعا کر رہا ہو اے میرے رب۔ اے میرے رب لیکن (اس کی یہ کیفیت ہے کہ) اس کا کھانا حرام ہے اور پینا حرام ہے' اس کا لباس حرام ہے' اور حرام سے اس کو غذا ملی ہو' تو بھلا ایسے شخص کی دعا کس طرح قبول ہو سکتی ہے۔" (مسلم)

شرح حدیث

یہ ان احادیث میں سے ہے جن پر اسلام کا دارومدار اور احکام کی اساس ہے۔ اس میں حلال اور پاکیزہ چیزوں کو اپنانے اور حرام اور ناپاک چیزوں سے اجتناب کی تعلیم دی گئی ہے۔ صدقہ و خیرات میں حلال مال کو خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کیونکہ اللہ کی ذات پاک ہے اور ہر قسم کے عیب اور نقص سے مبرا ہے۔ اس لئے وہ ان صدقات اور خیرات کو ہی قبول کرتا ہے جو تمام عیبوں سے پاک و صاف ہوں وہ حلال رہیں اور حرام کا اس میں شائبہ تک نہ رہے کیونکہ وہ صدقہ و خیرات قبول نہیں ہوتے جو حرام مال سے دیئے جائیں۔ نہ اس میں ریاکاری ہو اور نہ فخر و مباہات شامل ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل کو حلال کھانے اور عمل صالح کی تاکید فرمائی ہے۔

حالت سفر میں بندہ شکستہ حال ہوتا ہے اس لئے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ لیکن جس کا کھانا پینا حرام ہو اس شخص کی دعا قبول نہ ہوگی۔

اس حدیث میں ان تمام بھائیوں کے لئے عبرت ہے جو رشوت' سود' اور ناجائز تجارت و معاملات سے اپنا اور اپنے اہل و عیال و متعلقین کی شکم پروری کا اہتمام کرتے ہیں۔ آج بے انتہا دعائیں کی جاتی ہیں مگر قبول نہیں ہوتیں' اور قبول کیوں کر ہوں جبکہ حرام سے بچنے کا خیال ہی نہیں رہا۔

حدیث ⑪

پرہیزگاری

عَنْ أَبِي مَحَمَّدِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، سِبْطِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَرَيْحَانَتِهِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - قَالَ : حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ : « دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ » . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ، وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

تخریج حدیث

اس حدیث کو امام ترمذی نے "کتاب صفة القيامة باب ۶۰" میں اور نسائی نے "کتاب الأشربة باب الحث على ترك الشبهات" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات یاد کی ہے:

"جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو، اور اس چیز کو اختیار کر لو جو شک و شبہ میں نہ ڈالے۔"

اس حدیث کو ترمذی اور نسائی نے بیان کیا ہے، اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے [1]

---

[1] حسن صحیح کی تعریف حدیث کی اصطلاحوں میں دیکھئے۔

شرح حدیث

یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اس میں یقین اور پرہیزگاری کی تعلیم دی گئی ہے، انسان کو وہ کام کرنا چاہیے جس کے کرنے پر اس کا دل مطمئن ہو اور ان کاموں سے باز رہنا چاہیے جس سے اس کا دل غیر مطمئن ہو کیونکہ اس سے ذہنی الجھن رہتی ہے اور انسان کو پرہیزگاری کے لئے یہ ضروری ہے کہ مشکوک اور مشتبہ چیزوں سے بچتا رہے۔

اسی معنی کی ایک حدیث ۶ گذر چکی ہے اور دوسری حدیث ۲۷ انشاء اللہ آئے گی۔

سوانح راوی حدیث

حضرت حسن، حضرت علی بن ابی طالب، اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم کے جگر گوشہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے نواسے اور آپ کے روحانی پھول ہیں۔ یہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے[۱] یہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) سے عمر میں ایک سال بڑے تھے، بڑے متقی، پرہیزگار، ضبط وتحمل کے پیکر تھے، تیرہ حدیثوں کے راوی ہیں، ان کا انتقال ۴۸ سال کی عمر میں ۵۰ھ میں ہوا[۲] آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے کسی وجہ سے زہر دیدیا تھا جس کی وجہ سے قلب وجگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرنے لگے اور اس سمّ قاتل کی تاثیر سے آپ جانبر نہ ہوسکے۔ اسی میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں حضرت فاطمہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔[۳]

---

[۱] اکمال ص۶۱۱، [۲] شرح الاربعین ص۶۶،
[۳] شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص۷۸۸،

حدیث ⑫

لایعنی چیزوں سے پرہیز

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ - قَالَ : قَالَ
رَسُولُ اللهِ ﷺ : « مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ »
حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهُ هَكَذَا .

تخریج حدیث

اس حدیث کو ترمذی نے "کتاب الزھد باب" میں بیان کیا ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب[1] کہا ہے اور امام نووی نے اس کو حدیث حسن کہا ہے۔[2]

ترجمہ حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ[3] روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "انسان کے اسلام کی خوبی میں سے ایک یہ کہ بیکار و بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔"
یہ حدیث حسن[1] ہے اس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

شرح حدیث

یہ جوامع الکلم میں سے ہے اور انسان کے نفس کی تربیت و تہذیب کیلئے بڑی اہم حدیث ہے اس میں انسانی طبیعت کے رذائل اور نقائص کو دور کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے چاہے دینی امور ہوں یا دنیاوی معاملات ہر دونوں میں غیر ضروری اور بے فائدہ مداخلت سے احتراز انسان کو بہت سی برائیوں اور خرابیوں سے نجات دیتا ہے۔ آدمی جتنا غیر ضروری چیزوں میں مداخلت کرتا رہے گا اتنی ہی زیادہ اس سے لغزشیں سرزد ہوتی رہیں گی۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ غیر ضروری چیزوں میں مداخلت نہ کرے مثلاً گفتگو میں احتیاط سے کام لے۔ بے ضرورت بات نہ کرے جس چیز کا علم نہ ہو اس پر خاموشی اختیار کرے کیونکہ زبان کا بیجا استعمال باعث ندامت بن سکتا ہے۔

---

[1] غریب اور حسن کی تعریف اصطلاح حدیث میں ملاحظہ فرمائیں، [2] جامع العلوم والحکم ص۱۰۵،
[3] نویں حدیث میں سیرت گذر چکی ہے۔

حدیث (۱۳)

دینی محبت

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ أَنَسِ بن مالِكٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - خَادِمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: « لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ » رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ .

تخریج حدیث

امام بخاری نے "کتاب الایمان باب ۷" میں اور امام مسلم نے "کتاب الایمان باب ۱" "باب الدلیل علی أن من خصال الإیمان أن یحب لأخیه المسلم ما یحب لنفسه من الخیر" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت ابوحمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ خادم خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (بخاری و مسلم)۔

شرح حدیث

یہ حدیث مساوات میں اہم ترین مقام رکھتی ہے اور مساوات ہی کے ذریعہ لوگوں میں میل محبت بڑھتی اور تعلقات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ مومن کامل نہیں ہوتا" ورنہ اصل ایمان تو بغیر اس صفت کے بھی حاصل ہوتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے عبادت اور نیکیاں اور دنیا کی وہ تمام چیزیں جو اپنے لئے چاہتا ہے چاہے۔[1]

---

[1] شرح نووی

یہاں محبت سے مراد دینی محبت ہے، کیونکہ دینی محبت بشری محبت پر فوقیت رکھتی ہے یہ ممکن ہے کہ بشری طبیعت کے لحاظ سے ہماری طبیعت پر کوئی چیز گراں گذرے لیکن دینی محبت اس گرانی کو ختم کر دیتی ہے، اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہیں کرتا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو اس سے اس کے حسد یا کینہ کا شبہ ہو سکتا ہے، اس لئے یہ حدیث طبعی اور غیر طبعی محبت کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتی ہے، کہ اگر کسی مسلمان بھائی کی کسی طرح بھلائی ہوتی ہو اور اپنا اس میں کچھ نقصان نہ ہو تو اس پر خوش ہونا چاہئے اور ہمیشہ عام خیر خواہی و عام ہمدردی میں شریک رہنا چاہئے۔ اللہ کی جانب سے کسی کو عطا کردہ نعمتوں پر حسد نہیں کرنا چاہئے۔ اور نہ اس کے زوال کی تمنا کرنا، اور نہ اس کو نقصان پہنچانے کی جستجو کرنا چاہئے۔

سوانح راوی حدیث

انس بن مالک بن نضر انصاری خزرجی نجاری یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور معروف صحابہ میں سے ہیں، آپ کو لڑکپن سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل رہا جبکہ ان کی عمر صرف دس سال تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو حضرت انس کی والدہ محترمہ ام سلیم ان کو آپ کی خدمت میں لائیں اور کہا یہ لڑکا آپ کی خدمت کریگا آپ نے اس پیشکش کو قبول فرمایا، چنانچہ وہ خانوادۂ نبوت میں پروان چڑھے سفر اور حضر میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے، اور یہ شرف انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال تک برابر حاصل رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں یہ دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّوَلَدًا وَّبَارِكْ لَهٗ"

"اے اللہ! تو ان کو مال و دولت عطا فرما اور اس میں برکت دے۔"

حضرت انس خود فرماتے ہیں کہ میں انصار میں زیادہ مال والا تھا، میری کھیتی سال میں دو مرتبہ اناج اگاتی اور ان کے باغ سے مشک کی خوشبو پھیلتی، اور بیان کیا جاتا ہے کہ بادل بسا اوقات صرف انکے کھیت پر برستے کسی اور کے کھیت پر نہ برستے اور اولاد کی کثرت اتنی ہوئی کہ، ان کا خود بیان ہے کہ انہوں نے اپنی صلبی اولاد میں سے ۱۲۵ کو دفن کیا، لڑکیوں اور لڑکوں کی اولاد ان کے سوا ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ان کی عمر بقول ان کے بیس سال تھی۔ اس کے بعد وہ تراسی سال تک زندہ رہے، مدینہ میں قیام فرمایا، پھر بصرہ کو اپنا وطن بنا لیا، کثیر تابعین و ائمہ حدیث نے ان سے خوب استفادہ کیا ہے، آٹھ غزوات و فتوحات میں شریک رہے، بڑے زاہد و عابد تھے۔

حضرت انسؓ سے ایک ہزار دو سو چھیاسی احادیث منقول ہیں، ان کا شمار کثیر الروایۃ صحابہ میں ہے، حضرت انسؓ کی وفات بصرہ سے چار میل دور وقوع پذیر ہوئی۔ آپ کو اس جگہ دفن کیا گیا جسے "قصر انس" کہتے ہیں، بقولِ صحیح تر آپ کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی ایک سو سے زیادہ عمر تھی، بصرہ میں انتقال ہونے والے یہ آخری صحابی ہیں[1]

تحفۂ رمضان

رمضان المبارک اور زکوٰۃ کے احکام و مسائل پر مؤلف کا یہ مختصر اور جامع رسالہ ہے جس کی ترتیب صحیح احادیث کی روشنی میں کی گئی ہے۔ انشاء اللہ اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے اہم اور ضروری مسائل کے جاننے میں انتہائی مفید رہے گا۔

ملنے کا پتہ: ندوۃ السنۃ بیرون فتح دروازہ ۰۴۵۰-۲-۱۹ حیدرآباد ۵۰۰۲۵۳ الہند

[1] الحدیث والمحدثون ص۱۳۷، الریاض المستطابہ ص۲۳، اکمال ص۵۸۵۔

حدیث (۱۴)

خونِ مسلم کی حفاظت

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ــ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ ــ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : « لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِيءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ : الثَّيِّبُ الزَّانِي ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ » . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ .

تخریجِ حدیث

اس حدیث کو امام بخاری نے "کتاب الدیات باب ۶" باب قول الله أن النفس بالنفس والعين بالعين" میں اور امام مسلم نے "کتاب القسامة باب ۲" ــ باب مایباح به دم المسلم" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کسی مسلمان کا خون بہانا حلال نہیں ہے، الا یہ کہ ان تین چیزوں میں سے کسی کا مرتکب ہو جائے۔ (۱) شادی شدہ ہو کر زنا کر لیوے۔

(۲) کسی کو قتل کر دے دے (جان کے بدلے جان)۔

(۳) اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علحدہ ہو جائے (مرتد ہو جائے۔) بخاری و مسلم

لہ سیرت چوتھی حدیث میں گذر چکی ہے۔

شرحِ حدیث

یہ حدیث دین کے اہم ترین قواعد پر مشتمل ہے شریعت اسلامیہ نے مسلمان کے خون، عزت اور آبرو کی ضمانت دی ہے کسی مسلمان کا خون بغیر کسی جرم کے بہانا ناجائز وحرام ہے جن جرائم پر شریعت نے اس کے خون کو حلال کیا ہے وہ تین قسم کے ہیں جس پر امت کا اجماع ہے۔ [1]

(۱) شادی شدہ مرد یا عورت زنا کے مرتکب ہوں تو ان کو برسرِعام سنگسار کردیا جائے گا یعنی پتھروں سے مار کر ہلاک کردیا جائے گا اسی کو رجم کہتے ہیں اور اگر غیر شادی شدہ ہوں تو انہیں سو کوڑے لگائے جاویں گے۔

(۲) اگر وہ کسی کو قتل کر دے تو اس کے بدلہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اس کو قصاص کہتے ہیں۔

(۳) اگر مسلمان اپنے دین اسلام سے نکل کر کسی اور دین کو اختیار کر لے یعنی کافر ہو جائے۔ اس کو مرتد کہتے ہیں۔ ایسی صورت میں اس کو پہلے اسلام میں واپس آنے کی دعوت دی جائے گی۔ اگر وہ اپنے کافرانہ عقیدہ سے باز آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

مزید تفصیلات کے لئے فقہ کی کتابوں کی طرف مراجعت کریں۔

اس مضمون کی ایک حدیث ۸ گذر چکی ہے۔

---

[1] جامع العلوم والحکم ص ۱۱۵

حدیث (۱۵)

مومن کے ایمانی صفات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ». رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ.

تخریج حدیث

اس حدیث کو بخاری نے "کتاب الآداب" باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر" میں اور مسلم نے "کتاب الایمان" باب الحث علی اکرام الجار والضیف" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔ اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کا احترام کرے[1] اور جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہیئے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے۔" (بخاری و مسلم)

---

[1] سیرت نبوی حدیث میں گذر چکی ہے۔

شرح حدیث

یہ حدیث آداب معاشرت میں بڑی اہم ہے' بعض نے کہا اس میں آدھا اسلام بیان کر دیا گیا ہے کیونکہ احکام الٰہی کا تعلق دو چیزوں سے ہے' ایک تو حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد۔ لہٰذا اس میں حقوق العباد کے تین اہم اجزاء کو بیان کیا گیا ہے۔

① مومن کی صفت کا طریہ ہے کہ جب بھی وہ بات کرے گا تو بھلی کرے گا' تلخ و ترش کلامی' یا ایسی بات جس سے کسی کو نقصان ہو' یا ایسا عمل جو اپنے اور دوسروں کے لئے غیر مفید اور مضر ہو اس سے پرہیز کرے گا۔ امام نووی فرماتے ہیں جب بات کرنے کا ارادہ کرے تو سوچ لے کہ اس میں ثواب ہے' واجب ہے' یا مستحب؟ اس وقت کہے' اگر معلوم ہو کہ اس میں ثواب نہیں تو چپ رہے کیونکہ بسا اوقات مباح باتیں انسان کو حرام اور مکروہات کی طرف لے جاتی ہیں[1]۔ لیکن حق بات کہنے سے گریز نہ کرے' حق کو جانتے ہوئے حق نہ کہنے والے کی مثال گونگے شیطان جیسی ہے۔ (حدیث ۲۹ کا آخری حصہ بھی دیکھ لیں)۔

② ہمسایہ اور پڑوسی چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم اس کو تکلیف نہ دی جائے اس کے اہل و عیال' مال و عزت کا خیال رکھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل مجھے پڑوسی کے حقوق کے متعلق اس قدر تاکید فرماتے رہے کہ مجھے خیال ہوا کہ اسے وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (بخاری و مسلم)

ہمارے معاشرے میں پڑوسی جھگڑے تعلیمات اسلامی سے ناواقفیت کی وجہ سے بداخلاقی کے مظہر بن جاتے ہیں اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

③ اس حدیث کا تیسرا جزو مہمان کی خاطر مدارات اور مہمان نوازی ہے۔ مہمان سے خوش دلی' نرم کلامی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے۔ یہ بھی روشن خیال معاشرے کے لئے بارِ خاطر بنتی جا رہی ہے۔

ان تینوں اجزاء کا تعلق انسان کے حسنِ اخلاق' حسنِ معاشرت اور حسنِ سلوک سے ہے' جو شعائرِ اسلام میں داخل ہیں۔ جن کے قرآن و حدیث میں کافی شواہد موجود ہیں۔

---

[1] مسلم شرح نووی

حدیث ⑩

غصہ سے ممانعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - : «أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَوْصِنِي ، قَالَ : لَا تَغْضَبْ ، فَرَدَّدَ مِرَاراً ، قَالَ : لَا تَغْضَبْ» . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو بخاری نے "کتاب الأدب باب الحذر من الغضب" میں بیان کیا ہے اور الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ترمذی، طبرانی اور مسند احمد وغیرہ میں بھی تفصیل بیان ہوئی ہے [۱]

ترجمہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ مجھے نصیحت فرمائیے: آپؐ نے فرمایا "تم غصہ نہ کیا کرو"۔ اس نے پھر کئی بار یہی عرض کیا تو آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ غصہ مت کیا کرو۔ (بخاری)

شرح حدیث یہ حدیث بہت مختصر مگر جامع ہے، یہ جوامع الکلم میں سے ہے، اس میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں بیان کر دی گئی ہیں، صحابی رسول نے ایک ایسی مختصر اور جامع وصیت کی خواہش کی جو مجموعۂ خیر ہو، جسکو وہ بآسانی یاد رکھ سکیں، آپ نے انہیں یہ وصیت فرمائی کہ "تم غصہ نہ کیا کرو" صحابی نے یہ سوال بار بار دہرایا اور آپ نے بھی انہیں بار بار یہی جواب عنایت فرمایا۔ یہ سائل شاید حضرت ابوالدرداء ہیں اور امام احمد نے فرمایا کہ یہ حضرت حارثہ بن قدامہ رضی اللہ عنہما ہیں [۲]۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غصہ برائیوں کی جڑ ہے، غصہ طبعی اور فطری ہے۔ اس کا رکنا انسان کیلئے

---

[۱] جامع العلوم والحکم ص۱۴۴ ، [۲] نویں حدیث میں سیرت گذر چکی ہے۔

گو مشکل ہے، لیکن انسان اس پر قابو پا سکتا ہے، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی موقعوں پر اس سے مختلف انداز میں روکا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو صحابی آپس میں تکرار کر بیٹھے اس میں سے ایک کو اتنا غصہ آگیا کہ غصہ کی وجہ سے ان کا چہرہ لال ہو گیا اور رگیں پھول گئیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر فرمایا "مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر وہ اس کو کہہ دے تو یہ غصہ جاتا رہے گا وہ یہ ہے" اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" [بخاری]

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "پہلوان وہ نہیں ہے جو دشمن کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے آپ کو قابو میں رکھے" (بخاری)

غصہ کافور ہونے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کچھ معمولات کی نشاندھی فرمائی ہے، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھ لیا جائے، وضو کرے، غسل کرے، کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، اور اگر بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ [۱]

غصہ انسان کو بے قابو بنا دیتا ہے، ایسی حالت میں انسان بہت سی غلطیاں کر بیٹھتا ہے، مثلاً کسی کو قتل کر دینا، اپنی بیویوں کو معمولی باتوں پر طلاق دیدینا، رشتہ و ناطے کو منقطع کر دینا، ماں باپ سے قطع تعلق اختیار کر لینا، زبان درازی کرنا، گالی گلوج اور فحش کلامی کرنا وغیرہ جس سے زندگی بھر پچھتانا پڑتا ہے۔

الله أكبر

---

[۱] جامع العلوم والحکم ص ۱۳۶؛

حدیث ۱۷

ہر کام میں مہربانی کرو

عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا القِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ». رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث اس حدیث کو مسلم نے "کتاب الصید باب الأمر باحسان الذبح والقتل و تحدید الشفرة" میں روایت کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالی نے ہر کام میں بھلائی فرض کی ہے۔ جب تم (حق پر) قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو، اور جب (جانور) ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو، جو ذبح کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ چھری کی دھار کو خوب تیز کرلے اور جانور کو آرام دے دے۔" (مسلم)

شرح حدیث یہ حدیث قواعد دین میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اور خاص حالات میں آپس میں شفقت و محبت کی تعلیم دی ہے اور ایک دوسرے کو ایذاء رسانی سے منع فرمایا اور نرمی کا حکم دیا ہے۔ یہ انسان اور حیوان دونوں کے لئے ضروری ہے۔ مومن کو چاہئے کہ جس سے اس کا واسطہ پڑے (انسان یا جانور) اس سے اچھا سلوک کرے۔

حدیث کے دو جز ہیں کہ جس میں دو اہم مسئلے بیان ہوئے ہیں۔ پہلے جز میں طریقۂ قصاص اور دوسرے جز میں طریقۂ ذبح۔

طریقۂ قصاص: قصاص خون بہا کو کہتے ہیں (خون کے عوض خون) یعنی اگر کوئی شخص

کسی کو قتل کرے تو قاتل کو مقتول کے عوض قتل کر دیا جائے[1] لیکن اس کو بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ تکلیف دے کر، یا تڑپا کر قتل نہ کیا جائے بلکہ عمدہ طریقہ سے قتل کیا جائے۔

فقہاء میں اختلاف ہے کہ قصاص میں قتل کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا جو اس نے قتل کرنے کے لئے اختیار کیا تھا یا یک وقت تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا ؟ بعض فقہاء نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے، پہلے قول کے قائلین فقہاء کا بھی یہ کہنا ہے کہ تعذیب میں طوالت نہ کی جائے۔ (تفصیل فقہی کتب میں ملاحظہ ہو۔ فقہ السنۃ ج ۲ ص ۵۳۴)۔

طریقۂ ذبح: حدیث کے دوسرے جزء میں جانوروں کے ذبح کرنے کا طریقہ بیان ہوا ہے کہ جب کسی جانور کو ذبح کریں تو اس پر بھی احسان کے پہلو کو ملحوظ رکھیں۔ مثلاً چھری خوب تیز کر لی جائے کند چھری سے ذبح نہ کیا جائے۔ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔ ذبیحہ کو آرام پہنچایا جائے ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح نہ کیا جائے اور نہ اس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ جانور کا حلق اور رگیں اچھی طرح ذبح ہو جائیں۔ بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح نہ کرے۔ ذبح کرنے سے پہلے اس کے بدن سے کسی عضو کو کاٹ کر تکلیف نہ دی جائے بلکہ ذبح ہو جانے کے بعد اعضاء جدا کئے جائیں۔ جانور کی جان پوری نکلنے کے بعد کھال اتاری جائے۔ (فقہ السنۃ ج ۳ ص ۲۰۰ تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ ہو۔

اس طرح یہ اسلامی تعلیم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انسانوں بلکہ حیوانوں پر بھی شفقت و رحمت کے متعلق دی ہے۔

آج کل جدید تکنیکی طریقوں سے ذبیحہ کے جو طریقے رائج ہوئے ہیں جس میں جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے، یا اس کے خون کو برقی شاک سے منجمد کر دیا جاتا ہے محل نظر ہیں کیونکہ ذبیحہ کا مقصد جانور کے جسم کا خون خارج کر دینا ہے۔ یہ اس سے حاصل نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

سوانح راوی حدیث

ابو یعلیٰ شداد بن اوس بن ثابت الانصاری الخزرجی النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔ یہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، یہ بزرگ صحابہ میں سے تھے۔ عبادہ بن صامت اور ابو درداء رضی اللہ عنہما ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ شداد ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے علم اور حلم کی دولت سے نوازا ہے[1] ان سے جملہ پچاس حدیثیں مروی ہیں، بخاری و مسلم نے ان سے ایک ایک حدیث بیان کی ہے، ان کے علاوہ صحاح ستہ کے دیگر محدثین نے بھی ان سے احادیث بیان کی ہیں[2]۔ ان کا بیت المقدس میں قیام تھا۔ اہل شام میں شمار ہوتے تھے بیت المقدس میں ۵۸ ہجری میں ۷۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا[3]۔

---

[1] حدیث ۱۴ کے دوسرے جز میں یہی موضوع بیان ہوا ہے [2] الریاض المستطابہ ص ۱۲۵ [3] اکمال ص ۵۹۹

حدیث (۱۸)

اسلامی آداب

عَنْ أَبِي ذَرٍّ جُنْدُبِ بْنِ جُنَادَةَ وَأَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: « اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا ، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ » . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ ، وَفِي بَعْضِ النُّسَخِ : حَسَنٌ صَحِيحٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو ترمذی نے "ابواب البر والصلة" باب۵۵ "باب ماجاء فی معاشرة الناس" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابو ذر جندب بن جنادہ اور حضرت ابو عبدالرحمٰن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"تو جہاں بھی ہو اللہ سے ڈر اور گناہ ہو جاوے تو اس کے بعد نیکی کیا کر یہ گناہ کو مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ۔"
اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے نیز بعض نسخوں میں اس کو حسن صحیح[۱] بھی کہا گیا ہے۔

شرح حدیث یہ حدیث تین اہم اور جامع نصیحتوں پر مشتمل ہے جس میں اللہ کا حق' اور بندوں کا حق' اور خود مکلف کے حق کو بیان کر دیا گیا ہے۔

---

[۱] ان کی تعریف حدیث کی اصطلاحوں میں دیکھئے۔

(۱) "جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرتے رہو" یہ بڑی جامع نصیحت ہے' اس میں زمان و مکاں دونوں شامل ہیں کہ خلوت و جلوت' سفر و حضر' مرض و راحت' فراخی و تنگی' خوش حالی و بدحالی' رزم و بزم' گھر و بازار' غرضیکہ ہر مقام' ہر موقع اور ہر حال میں انسان کے دل میں اللہ کا خوف رہنا چاہئے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے' میرا کوئی ظاہر و باطن اس سے چھپا ہوا نہیں ہے تو وہ ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

تقویٰ: یہ جامع ترین لفظ ہے اس کے لغوی معنی بری چیزوں سے بچے رہنے کے ہیں' اور شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنا اور اس کے منع کردہ چیزوں سے اجتناب کا نام تقویٰ ہے (یہ اللہ کا حق ہے) حضرت ابی بن کعب سے حضرت عمر نے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: کبھی کانٹے دار راستے سے چلے ہو؟ جیسے وہاں کپڑوں اور جسم کو بچاتے ہو ایسے ہی گناہوں سے بال بال بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ (ابن کثیر)

(۲) "گناہ کے بعد نیکی کر لیا کرو' نیکی گناہ کو مٹا دیتی ہے"[1] یہ دوسری نصیحت ہے (جس میں خود مکلف کے حق کو بیان کیا گیا ہے۔) یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر بڑا فضل ہے۔ ارشاد فرمایا:

"ان الحسنات یذھبن السیات" (ھود ۱۱۴) نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ اس سے مراد گناہ صغیرہ ہیں' گناہ کبیرہ تو توبہ کے بغیر معاف نہ ہوں گے۔

بعض نے اس حدیث میں نیکی سے توبہ مراد لی ہے' یعنی گناہ کے بعد توبہ کرے' توبہ گناہ کو مٹا دیگی۔ اگر یہ مراد لیا جائے تو توبہ سے صغیرہ اور کبیرہ دونوں گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ البتہ توبہ سے حقوق اللہ معاف ہوں گے مگر حقوق العباد نہ توبہ سے معاف ہوں گے اور نہ نیکیاں کرنے سے' ان کو تو ادا کرنا ہی ہوگا' یا متعلقہ افراد سے معذرت خواہی ضروری ہوگی' مثلاً قرض' لین دین' بقایا جات وغیرہ یہ تو ادا کرنا ہوگا' غیبت' چغلی یا اور اسی قسم کی کوئی برائی کی ہو تو معذرت خواہی کی جائے۔

(۳) "لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ" یہ تیسری نصیحت ہے۔ جو تقویٰ کے ماتحت ہے یعنی انسان میں تقویٰ کی صفت ہوگی تو اس میں اچھے اخلاق بھی پائے جائیں گے (یہ حقوق العباد ہے۔) لفظ "خلق" یا "اخلاق" یہ ایک جامع لفظ ہے' جس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس میں وہ تمام چیزیں آجاتی ہیں جو انسانی زندگی سے متعلق ہیں۔ مثلاً لوگوں کے ساتھ ہر موقع پر نرم برتاؤ' نرم کلامی' اور ایذا رسانی سے احتراز' امانت داری' دیانت داری کا خیال' حسد' کینہ' چغلی' غیبت' فریب' دھوکہ دہی سے

---

[1] حدیث ۴۳ میں اس کی تفصیل آئے گی۔

اجتناب اور حسنِ سلوک وصلہ رحمی وغیرہ یہ سب اچھے اخلاق کی صورتیں ہیں۔[1]

سوانح راوی حدیث اس حدیث میں دو راوی ہیں۔ ایک ابوذر غفاری اور دوسرے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما۔ دونوں کی سیرت درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ:۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جن کا نام جندب اور والد کا نام جنادہ ہے، یہ معروف بلند پایہ صحابی ہیں، بڑے عابد و زاہد تھے۔[2] سابقین اولین میں سے ہیں۔[3] وہ خود فرماتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے والوں میں پانچواں ہوں، یہ مہاجرین صحابہ میں سے ہیں، اپنی قوم میں جا کر مدت تک ان میں مقیم رہے۔ ہجرت کے بعد ان کے بھائی انیس اور غفار خاندان نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ غزوۂ خندق کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں حاضر ہوئے، پھر مدینہ سے قریب ربذہ میں مقام کیا، اور ربذہ ہی میں ۳۲ ہجری خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انتقال فرمایا، ان سے بہت سے صحابہ اور تابعین نے روایات کی ہیں۔[4] ان سے جملہ ۲۸۱ حدیثیں مروی ہیں۔[5]

(۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:۔ ابو عبدالرحمٰن معاذ بن جبل بن عمر انصاری خزرجی سلمی مدنی یہ مشہور اور بلند مرتبہ صحابی ہیں۔[6] یہ انصار کے ان ستر اشخاص میں سے ہیں جو بیعتِ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حلال و حرام کے احکام میں بڑے عالم ہونے کی شہادت دی تھی۔[7] علم اور حفظ قرآن اور فتویٰ میں مہارتِ تامہ کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دیا کرتے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے "أمة قانتا لله حنيفا" فرمایا ہے۔ یعنی یہ مجمع العلم تھے۔ ۱۸ سال کی عمر میں اسلام قبول کئے۔ غزوۂ بدر اور اس کے بعد والے غزوات میں شریک رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت ابوموسیٰ کو بحیثیت قاضی و معلم یمن روانہ فرمایا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن اور احکام سکھلائیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ سفر تھے، ایک مرتبہ آپ نے انکا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، قسم اللہ کی میں تم سے محبت کرتا ہوں۔[8]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے بعد شام کا حاکم مقرر فرمایا اور اسی سال ۱۸ ہجری میں ۳۸ سال کی عمر میں طاعونِ عمواس میں ان کا انتقال ہوا۔[9]

---

[1] حدیث کا آخری جملہ ملاحظہ ہو۔ ، [2] اکمال ص۵۹۴ ، [3] شرح اربعین ص۸۶ ، [4] اکمال ۔ ،
[5] شرح اربعین ص۸۶ ، [6] الریاض المستطابہ ص۲۵۶ ، [7] اکمال ص۵۷۰ ،
[8] الریاض المستطابہ ص۲۵۶ ، [9] اکمال ص۵۷۰ ،

حدیث (۱۹)

حضرت ابن عباس کو چند نصیحتیں

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - قَالَ : « كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْماً ، فَقَالَ لِي : يَا غُلَامُ ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ : إِحْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ ، إِحْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ ، وَاعْلَمْ أَنَّ الأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ ، وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ ، رُفِعَتِ الأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ » . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو ترمذی نے "کتاب صفة القیامة والرقاق والورع" کے باب ۵۹ میں بیان کیا ہے۔ حدیث نمبر ۲۵۱۶۔

ترجمہ حدیث حضرت ابوالعباس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے میں تم کو چند باتیں بتلاتا ہوں اگر تم اللہ (کے احکام) کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت کریگا' اگر تم اللہ (کے احکام) کی حفاظت کروگے تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤگے' جب تم مانگو تو اللہ ہی سے مانگو' اور جب تم مدد چاہو تو اللہ ہی سے چاہو۔ اور یہ یاد رکھو کہ پورے لوگ مل کر تم کو کچھ فائدہ پہونچانا چاہیں تو کچھ بھی فائدہ نہ

پہونچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ اور اگر وہ بالاتفاق تم کو کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکیں گے، مگر وہی جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے، قلم اٹھالئے گئے اور نوشتے خشک ہوچکے۔ (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا ہے۔ اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح[1] ہے۔)

شرح حدیث

یہ حدیث بڑی جامع نصیحتوں پر مشتمل ہے اس میں چار نصیحتیں کی گئی ہیں۔

(۱) "تم اللہ کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا" اس کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو احکام دیئے ہیں ان کو تسلیم کریں ان کے مطابق عمل کریں اور شریعت نے جو حدود قائم کئے ہیں ان میں پابند رہیں ان کو تجاوز نہ کریں اور اللہ کے حقوق کو ادا کرتے رہیں۔ اور جن چیزوں کے کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے ان سے احتراز کریں جو کوئی اس کے اوامر ونواہی کی پابندی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت اور نگرانی فرمائیں گے اور اس کی ہر حال میں مدد فرمائیں گے۔

(۲) "جو تم سوال کرو تو اللہ ہی سے کرو" یہاں سوال سے مراد دعا ہے یعنی اپنی حاجتوں کی طلب صرف اللہ ہی سے بلا واسطہ کی جائے اور اسی سے مدد چاہی جائے، اللہ کی مخلوق میں سے کسی سے بھی دعا کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ دعا کرنا یہ عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کی جائز ہے۔ دنیا وآخرت کی مصیبتوں سے نجات دینے والا، مرض سے شفا بخشنے والا، رزق واولاد عطا کرنے والا، حاجت روا، مشکل کشا، ناصر ومددگار، اور ہر ظاہر وباطن اور آہستہ وزور کو جاننے اور سننے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۳) نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت مخلوق میں نہیں ہے، نہ وہ کسی کو نفع دے سکتی ہے اور نہ نقصان دے سکتی ہے۔ مخلوق کو کسی بات کا اختیار نہیں ہے۔ مختار کل صرف اللہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اسکے سوا اسکا کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں۔" (سورہ یونس : ۱۰۷)

(۴) "قلم اٹھالئے گئے اور نوشتے خشک ہوچکے۔" اس سے مراد یہ کہ انسان کی تقدیر لکھ دی گئی ہے، لکھنے والے قلم اٹھالئے گئے اور جن صحیفوں میں تقدیر لکھی گئی تھی وہ سوکھ چکے، اب کچھ تبدیلی نہ ہوگی جو ہونا ہے وہ ہوگا ——— اور جو ملنا ہے وہ ملے گا۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ جستجو اور عمل کرے۔[2]

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو "یا غلام" (اے لڑکے) سے مخاطب فرمایا، یہ عربی محاورہ ہے جو اپنے سے چھوٹے کو لاڈ و پیار سے بولا جاتا ہے۔ چونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] اس کی تعریف اصطلاحات حدیث میں دیکھئے۔۔ [2] جامع العلوم والحکم ص۱۷۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں بہت چھوٹے تھے اور آپ کے چچازاد بھائی تھے۔
حدیث کے ایک ایک لفظ سے خالص توحید کی تعلیم ملتی ہے۔ اس میں ان تمام مسلم بھائیوں کے لئے دعوت فکر ہے جو غیر اللہ سے دامن مراد کو وابستہ کرتے ہوئے بزرگوں کے آستانوں پر جبہ سائی کیا کرتے، جھنڈوں اور تعویذ والوں کے سامنے دست دعا دراز کرتے، پیروں اور فقیروں کے قدموں ہوتے اور انہیں سجدے کیا کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ان شرکیہ افعال کو سمجھنے اور ان سے محفوظ رہنے کی تمام مخلوق کو توفیق عطا فرمائے۔

سوانح راوی حدیث عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، ان کی والدہ لبابہ بنت حارث ہلالیہ حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں اس طرح یہ ام المومنین میمونہ کے بھانجے تھے، ان کے پیدا ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر اپنے لعاب دہن سے انہیں چٹایا جس کو اصطلاح میں تحنیک کہتے ہیں اور یہ دعا فرمائی " اللھم بارك فيه وانشر منه وعلمه الحكمة " (اے اللہ تو اس بچے میں خیر و برکت عطا فرما اور اس سے علم دین کو عام فرما اور اس کو علم و حکمت سے نواز دے۔) اور ان کا لقب "ترجمان القرآن" رکھا اور دعا فرمائی " اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ " (اے اللہ تو اس کی دین کی سمجھ عطا فرما اور تفسیر کا علم عطا فرما۔)
اپنی تبحر علمی کی وجہ سے حبر الامت اور ترجمان القرآن سے معروف ہیں۔ مسروقؒ کا قول ہے کہ میں جب عبداللہ بن عباس کو دیکھتا تو کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ حسین و جمیل ہیں اور جب وہ بات کرتے تھے تو میں کہتا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں، جب حدیث بیان کرتے تو کہا کرتا تھا کہ یہ سب سے بڑے عالم ہیں۔"
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس وقت ابن عباس کی عمر صرف تیرہ یا پندرہ سال کی تھی آپ کا شمار کثیر الروایۃ صحابہ میں ہے۔
ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اٹھاون برس تک زندہ رہے۔ یہ بڑے ذہین و فطین تھے اور حدیث نبوی کے ساتھ انہیں والہانہ شغف تھا۔ حدیث نبوی میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہوتے اور آپ سے حدیثیں سنتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بڑے مقرب تھے۔ ان کو اپنے نزدیک جگہ دیتے تھے اور جلیل القدر صحابہ

کے ساتھ مشورہ کرنے میں ان کو بھی شریک فرمایا کرتے تھے، انہیں جب کبھی کسی دقیق دینی مسئلہ سے سابقہ پڑتا تو ابن عباس سے کہتے ہیں ایک پیچیدہ مسئلہ سے واسطہ پڑا ہے حل کیجئے، پھر جو حل ابن عباس پیش کرتے اسے قبول فرماتے۔

ابن عباس متعدد علوم مثلاً حدیث، فقہ، تاویل، حساب، علم الفرائض اور عربیت میں دیگر اصحاب پر فائق تھے، جب بھی صحابہ میں کسی مسئلہ میں نزاع پیدا ہوتا تو ابن عباس کی جانب رجوع کرتے، ان سے بڑی جماعت صحابہ اور تابعین کی روایت کرتی ہے، آپ کی مرویات کی تعداد ایک ہزار چھ سو ساٹھ ہے۔

آپ نے طائف میں وفات پائی، اس وقت آپ کی عمر ۷۱ سال تھی، نابینا ہو گئے تھے جیسا کہ ان کے والد اور دادا آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، انکی نماز جنازہ محمد بن حنفیہ نے پڑھائی اور کہا:

"آج حبر الامت کا انتقال ہو گیا"۔ [1]

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

[1] اکمال ص۶۰۴، الریاض المستطابہ ص۲۰۳، الحدیث والمحدثین ص۱۳۹، تاریخ حدیث ومحدثین ص۱۹۱

حدیث (۲۰)

شرم و حیا کی تاکید

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَنْصارِيِّ الْبَدْرِيِّ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : « إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولى: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فاصْنَعْ مَا شِئْتَ » . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

تخریج حدیث اِس حَدیث کوامام بخاری نے "کتاب الأدب" باب ۷۸' اور "کتاب الانبیاء" باب ۵۴' میں بیان کیا ہے۔

ترجمۂ حدیث حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو الانصاری البدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی نبوتوں کی ایک بات جو لوگوں کے پاس پہنچی ہے' وہ یہ کہ "جب تو حیا نہ کرے' تو پھر جو خواہش ہو کر"۔ (بخاری)

شرح حدیث یہ حدیث اصولِ اخلاق میں بڑی اہم اور جامع ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) تمام انبیاء علیہم السلام کی جو باتیں ہم تک پہنچی ہیں ان میں یہ بات متفق ہے کہ انھوں نے اپنی قوموں کو حیا داری کی تعلیم دی تھی۔ اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں اس کی تعلیم دی ہے اور فرمایا "الحیاء شعبۃ من الإیمان" (حیا ایمان کا جزو ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۲) حیا سے مراد ناپسندیدہ کام سے اپنے آپ کو بچانا' جس کو شرم کہتے ہیں۔ اسلام ہر اس کام کو چھوڑنے کی تعلیم دیتا ہے جو مذموم ہو' یہاں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شرم و حیا

کی تاکید فرمائی۔ اگر انسان سے شرم وحیا ختم ہو جائے تو بے شرمی اور بے حیائی کا وہ عادی ہوگا اور کسی بھی قسم کی مذموم حرکت کے کرنے میں قباحت محسوس نہ کرے گا۔

"جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر" اس میں تنبیہ ہے کیونکہ بے حیائی ہر قسم کے فواحش ومنکرات کو جنم دیتی ہے یا تو انسان اللہ کے ڈر سے گناہوں سے محفوظ رہے گا یا بندوں کی نکتہ چینی سے یا اس عمل قبیح کی قباحت سے جس کا وہ مرتکب ہو رہا ہے اگر ان تینوں کا احساس اس کے دل سے نکل گیا تو پھر بزیب و نازیب عمل کو بلا خوف وخطر کر بیٹھے گا۔

شرم وحیا علم کے حصول، دینی مسائل کی دریافت میں نہ کرنی چاہیئے۔ بیہودہ گفتگو، حیا سوز حرکتیں، بلا ضرورت اور غیر موزوں اوقات میں اپنی ستر کو کھولنا، رومانی اشعار اور گانے عریاں اداکاریاں اور عورتوں کا ایسا لباس جس سے ان کے مستورہ اعضاء بدن کی نمائش ہو وغیرہ۔ یہ تمام شرم وحیا کے اجزاء ہیں ہر مسلمان کو ان کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

سوانح راوی حدیث

ابو مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہؓ" الانصاری البدری رضی اللہ عنہ یہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں تھے۔ مقام بدر میں سکونت کی وجہ سے اس کی طرف منسوب ہو کر "بدری" کہلانے لگے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے ان کا انتقال مدینہ منورہ میں ۴۱ھ میں ہوا، ان سے ایک سو دو حدیثیں مروی ہیں۔[۱]

یہ کوفہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا خلافت علی ہی میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔[۲] بعض نے تاریخ وفات ۴۲ھ بتلائی ہے ان سے ان کے بیٹے بشیر اور دوسروں نے روایت کی ہے۔[۳]

---

[۱] المختار ص۱۰۲، [۲] الریاض المستطابہ ص۲۲۴، [۳] المختار ص۱۰۲، [۴] اکمال ص۶۱۸

حدیث (۲۱)

ایمان اور استقامت

عَنْ أَبِي عَمْرٍو - وَقِيلَ أَبِي عَمْرَةَ - سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ : « قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَداً غَيْرَكَ ، قَالَ : قُلْ : آمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ » . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو مسلم نے "کتاب الایمان" کے باب ۱۳ "باب جامع اوصاف الاسلام" میں ذکر کیا ہے۔

ترجمہ حدیث ابوعمرو۔ اور بعض کے نزدیک ابوعمرہ۔ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے کہا یا رسول اللہ اسلام کے بارے میں مجھے کوئی ایسی بات بتلائیے کہ اس کے متعلق آپ کے سوا کسی اور سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہو" آپ نے فرمایا تم کہو "میں اللہ پر ایمان لایا" پھر اس پر قائم رہو"۔ (مسلم)

شرح حدیث یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے، صحابی کے سوال کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جامع ترین نصیحتیں فرمادیں، ایک تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، دوسرے اس پر قائم رہنا۔

استقامت ایک نہایت ہی جامع لفظ ہے جو شریعت کے پورے نظام کی پابندی سے عبارت ہے جس میں دین کے تمام شعبے، عقائد، اعمال، اخلاق آجاتے ہیں، گویا ان جامع ترین الفاظ میں وہ تمام چیزیں آگئیں جو اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے تعلق رکھتی ہیں، اور ان تمام

چیزوں سے اجتناب کا حکم بھی آگیا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اللہ پر ایمان لانا، پھر اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا اور ایمانی تقاضوں کو پورا کرنے میں ثابت قدمی، یہی استقامت ہے۔

یہی مضمون امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔ اس میں "قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ" کے الفاظ ہیں "تم کہو کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہو۔"

قرآن کریم میں بھی کئی مقامات پر اس کی تاکید ہے۔ "إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا" (جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے۔) (حم سجدہ-۳۰)

نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ بہت سے لوگوں نے اس کا اقرار کیا مگر پھر وہ کافر ہو گئے، لیکن جو اس اقرار کے ساتھ مرا وہی اہلِ استقامت میں سے ہے۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ" (اے پیغمبر جیسا تم کو حکم ہوتا ہے اس پر تم، اور جو لوگ تمہارے ساتھ تائب ہوئے ہیں قائم رہو، اور حد سے مت بڑھو بے شک وہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔) (ھود-۱۱۲)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سارے قرآن میں اس سے زیادہ سخت اور کوئی آیت نہیں اتری، جب صحابہ نے آپ سے کہا کہ آپ جلد بوڑھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ (نووی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ استقامت سے "لَمْ يُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا" (جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا) مراد لیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر آیت تلاوت فرمائی اور کہا "جس نے لومڑی کی چال اختیار نہ کی ہو۔"

اور صحابہ نے اس سے توحید پر قائم رہنا مراد لیا ہے۔ اس سے مراد "توحید کامل" ہے جس پر قائم رہنے والے پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے اور یہی مراد "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" سے ہے۔ ایمان باللہ میں اعمال صالحہ بھی داخل ہیں۔

---

[1] ابن ابی حاتم، جامع العلوم والحکم ص ۱۹۱

اور استقامت سے مراد صراطِ مستقیم ہے، جس میں دائیں اور بائیں کوئی کجی نہیں ہے۔
اور یہ تمام ظاہری و باطنی اطاعتوں پر حاوی ہے، اس لحاظ سے یہ دین کی جامع ترین خصلت ہے۔[1]

اس جامع ترین حدیث کے پیشِ نظر مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے عقائد کو درست کریں شرک و بدعات اور ہر قسم کے خرافات اور بے دینی کے اعمال و حرکات سے توبہ کریں صحیح استقامت کی منزل پر جمے رہیں۔ اللّٰھم اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَۃَ۔

سوانح راوی حدیث ابو عمرو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی کنیت ابو عَمرہ تھی۔ سفیان بن ابو ربیعہ بن حارث بن مالک بن خطیط بن جشم۔ ابو عمرو الثقفی۔ قبیلۂ ثقیف کی طرف نسبت ہے۔ ان کو طائفی بھی کہتے ہیں۔ ان کا شمار اہلِ طائف میں ہوتا تھا حضرت عمر نے انہیں طائف کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ ان سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔[2]

حضرت سفیان قبیلۂ بنی ثقیف کے وفد کے ساتھ ایمان لائے تھے۔[3]

[1] جامع العلوم والحکم ص ۱۹۱، [2] اکمال ص ۵۹۷، شرح اربعین ص ۹۸، [3] المختار

حدیث (۲۲)

جنت میں لے جانے والے اعمال

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيِّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - : « أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ : أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا ، أَأَدْخُلُ الْجَنَّةَ ؟ قَالَ : نَعَمْ » رَوَاهُ مُسْلِمٌ . وَمَعْنَى حَرَّمْتُ الْحَرَامَ : اجْتَنَبْتُهُ ، وَمَعْنَى أَحْلَلْتُ الْحَلَالَ : فَعَلْتُهُ مُعْتَقِدًا حِلَّهُ .

تخریج حدیث اس حدیث کو مسلم نے "کتاب الایمان" کے باب ۳ "باب السوال عن ارکان الاسلام" میں بیان فرمایا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابو عبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے فرمایا' ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا" آپ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں فرض نمازوں کی پابندی کروں' رمضان کے روزے رکھوں' حلال کو حلال' اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کروں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا ؟" آپ نے فرمایا" ہاں"۔ (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔)

"حَرَّمْتُ الْحَرَامَ" سے مراد 'میں حرام چیزوں سے محفوظ رہا'۔ اور "أَحْلَلْتُ الْحَلَالَ" سے مراد 'میں حلال کو حلال جانتے ہوئے کیا'۔

شرح حدیث یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دارومدار ہے کیونکہ اس میں مختصراً وہ تمام چیزیں بیان کر دی گئیں جن کا تعلق انسان کے ایمان و عمل سے ہے یعنی اگر کوئی شخص ایمان کے بعد واجبات پر پابندی کرے اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے یقیناً اس کا یہ عمل اس کو جنت میں لے جائے گا جو شخص واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرے گا وہ یقیناً مستحبات اور نوافل کا بھی پابند ہوگا۔

اس حدیث میں صرف نمازوں کی پابندی اور رمضان کے روزوں کی ادائیگی کا ذکر ہے ایمان، زکوٰۃ اور حج کا ذکر نہیں ہے جبکہ حدیث نمبر ۲ میں ارکان اسلام پانچ بتلائے گئے ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ یہ سائل نعمان بن قوقل الخزرجی صحابی تھے[1] وہ تو ایمان سے متصف تھے ہی اب رہا زکوٰۃ اور حج یہ ان لوگوں پر فرض ہے جو صاحب استطاعت ہیں۔ ممکن ہے یہ صحابی اس کی استطاعت نہ رکھتے تھے ہوں گے

اس مضمون کی بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے حسب حال و ضرورت عمل کی ترغیب میں جوابات ارشاد فرمائے ہیں۔

اس حدیث سے یا اس جیسے مضمون کی دیگر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص واجبات پر عمل کرے اور محرمات سے پرہیز کرے تو وہ جنت میں جائے گا، فرائض کی پابندی اور حلال و حرام میں تمیز کرنے والا شخص دین کے تطوعات و مستحبات پر لازمی عمل پیرا رہے گا، اس میں تمام شرائع اسلام کی پابندی آجاتی ہے۔

سوانح راوی حدیث ابو عبداللہ جابر بن عبداللہ بن حرام بن سعد الانصاری الخزرجی السلمی رضی اللہ عنہما ان کا شمار مشہور کبار صحابہ میں ہوتا ہے، اور ان اصحاب میں سے ایک ہیں جنھوں نے حدیث کی روایت کثرت سے کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انیس ۱۹ غزوات میں شریک رہا۔ سوائے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے، ان کے والد نے انہیں اپنی بہنوں کی نگرانی کے لئے گھر میں رکھا تھا، وہ کہتے ہیں جب میرے والد شہید ہو گئے تو اس کے بعد میں نے ہر غزوہ میں شرکت کی[2] ان کے والد حضرت عبداللہ بن حرام غزوۂ احد میں شہید کر دیئے گئے تھے بمسند احمد میں ہے کہ

---

[1] مسلم [2] الریاض المستطابہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ سے فرمایا "اے جابر تمہیں معلوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد کو زندہ کیا اور کہا اے میرے بندے مانگ کیا مانگتا ہے تو کہا خدایا دنیا میں پھر بھیج تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں. اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو میں فیصلہ کرچکا ہوں کہ کوئی یہاں سے دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا۔" [1]

یہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، ان سے ایک ہزار پانچ سو چالیس حدیثیں مروی ہیں ۷۳ھ ۹۴ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [2]

ایک قول ہے کہ صحابہ میں سب سے آخر میں مدینہ میں وفات پانے والے ہیں، ان کی وفات عبدالملک بن مروان کی خلافت میں ہوئی۔ [3]

[1] ابن کثیر بضمن تفسیر آیت "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" (آل عمران آیت ۱۶۹) [2] الریاض المستطابہ، [3] اکمال ص ۵۸۹

حدیث (۲۳)

چند اعمالِ خیر

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْحَارِثِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَشْعَرِيِّ – رَضِيَ اللهُ عَنْهُ – قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : « الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ ، وَالْحَمْدُ لِلهِ تَمْلَأُ الْمِيزَانَ ، وَسُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، وَالصَّلَاةُ نُورٌ ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ . كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوبِقُهَا » رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو مسلم نے "کتاب الطھارۃ باب فضل الوضوء" میں بیان کیا ہے، اس کے علاوہ نسائی ابن ماجہ، ترمذی اور احمد نے بھی الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابومالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طہارت (پاکی وصفائی) نصف ایمان ہے اور الحمد للہ ترازو بھر دیتا ہے، اور سبحان اللہ اور الحمد للہ یہ دونوں آسمان اور زمین کے بیچ کی جگہ کو بھر دیتے ہیں، یا فرمایا کہ ان دونوں میں سے ہر کلمہ آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے، اور نماز نور ہے، اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے حق میں حجت ہے یا تیرے خلاف حجت ہے، ہر شخص صبح کو اٹھتا ہے، یا تو اپنے نفس کو بیچ کر آزاد کر دیتا ہے یا اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث یہ حدیث بڑی اہم ہے۔ اس میں مختصر اور واضح الفاظ میں کئی بھلائیوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے، اس لحاظ سے یہ حدیث "جَوَامِعُ الخَیْر" میں سے ہے۔ اس میں سات اہم چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

① طہارت آدھا ایمان ہے :- اس کے مفہوم میں شراح حدیث کے مختلف آراء ہیں، اکثر نے طُہور سے طہارت، پاکی، صفائی یعنی پانی کے ذریعہ نجاستوں کی پاکی مراد لی ہے، اور بعض نے طُہور سے گناہوں کا ترک کرنا مراد لیا ہے اور "شطر الایمان" میں 'شطر' سے مراد بعض نے جز مراد لیا ہے نصف نہیں۔ یعنی پاکیزگی ایمان کا جز ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ "الطھور نصف الایمان"[1] یعنی پاکی آدھا ایمان ہے، اور "الایمان" سے بعض نے نماز مراد لی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ"[2] یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری نماز کو بیکار نہیں کرے گا اگر یہ مراد لیا جائے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وضو نماز کے لئے شرط ہے اور اس سے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے اس کو نصف کہا ہے[3] اور امام نووی نے فرمایا کہ طہارت کا ثواب اس قدر بڑھتا ہے کہ ایمان کے آدھے ثواب کے برابر ہو جاتا ہے۔[4]

② الحمد للہ ترازو کو بھر دے گا:- احادیث میں حمد و ثنا کے لئے ان چار کلمات کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ "سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ" قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بنی آدم کے اعمال کو شکل میں پیش فرمائیں گے جو دیکھے جائیں گے اور ان کا وزن کیا جائے گا تو اس وقت الحمد للہ کا اتنا بڑا ثواب ہوگا کہ صرف ایک الحمد للہ ساری ترازو کو بھرے گا، اسی طرح سبحان اللہ اور الحمد للہ ہوں گے۔

③ نماز نور ہے :- یعنی نماز قبر میں اور قیامت کے روز کی اندھیریوں میں نور کا ذریعہ بنے گی۔ نماز کو نور اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ ہر قسم کے گناہوں سے روکتی ہے۔ "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ"[5] نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

④ صدقہ دلیل ہے: صدقہ دینے والے کی نجات کے لئے قیامت کے دن صدقہ دلیل ہوگا۔ اس لئے کہ منافق صدقہ نہیں دیتا اور نہ صدقہ میں کوئی فائدہ خیال کرتا ہے۔[6] صدقہ و خیرات مومن کے

---

[1] ترمذی، ابوداؤد ، [2] سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳ ۔ [3] جامع العلوم والحکم ص۲۰۱ ،
[4] مسلم شرح نووی [5] سورۃ العنکبوت آیت ۴۵ ۔ [6] مسلم شرح نووی

ایمان کی نشانی ہے وہ اللہ کی محبت اور خوشنودی کے لئے اپنا کمایا ہوا مال خرچ کرتا ہے۔

⑤ صبر روشنی ہے:۔ اللہ کی اطاعت پر اور گناہوں سے اجتناب پر اور مصیبتوں اور دنیا کی تکلیفوں پر اور قضا و قدر پر جو شخص صبر کرتا ہے وہ ہدایت اور روشنی کی راہ پر ہے اور یہی صبر شرعاً محبوب ہے۔[1]

⑥ قرآن حجت ہے تیری موافقت میں یا تیرے خلاف:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن قرآن کریم اس کے پڑھنے اور سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے کے حق میں شفیع ہوگا اور جس نے قرآن کریم کے حقوق کو ادا نہیں کیا یعنی اس پر عمل نہیں کیا اس کے خلاف یہ حجت بنے گا اور ایسے شخص کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

⑦ حدیث کا آخری جزیہ کہ انسان جب صبح کرتا ہے تو اس کے سامنے دو راہیں ہوتی ہیں ایک اس کو اللہ کے عذاب سے آزاد کرنے والی اور دوسری اللہ کے عذاب سے ہلاک کرنے والی، اگر وہ اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھ کر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی گذارتا ہے تو گویا اس نے اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے آزاد کرالیا، یہ اس کی کامیابی کی راہ ہے۔ اور اگر اس نے زندگی کا مقصد کچھ نہیں سمجھا اور اللہ کی نافرمانی اور خواہشات نفس کی تکمیلات میں شیطان کا ساتھ دے کر اپنے آپ کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنالیا تو یہ اس کو ہلاک و برباد کرنے والی راہ ہے۔

اس سے ان بھائیوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیئے جو اپنی زندگی کو لہو و لعب میں گذارتے اور حلال و حرام کا کچھ خیال نہ کرتے اور من مانی زندگی گذارنے میں جائز و ناجائز کے امتیاز کو بالائے طاق رکھ کر گناہوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوانح راوی حدیث

ابو مالک کعب بن عاصم۔ ان کا نام امام بخاری نے یہی بتایا ہے[2] اور ابن مدینی نے بھی اسی کو درست کہا ہے یہ یمنی ہیں اور صحابی جلیل ہیں شام میں سکونت پذیر رہے اور شامی صحابہ میں شمار ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۸ھ میں طاعون کے مرض سے وفات پائی۔ انھوں نے ۲۷ حدیثیں روایت کی ہیں۔[3]

---

[1] مسلم شرح نووی [2] اکمال ص۲۱۵ ، [3] المختار ص۱۲۱ ،

حدیث (۲۴)

بندوں پر اللہ کا فضل وکرم

عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ — رَضِيَ اللهُ عَنْهُ — عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ — عَزَّ وَجَلَّ — أَنَّهُ قَالَ: «يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً، فَلَا تَظَالَمُوا، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً، فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضُرِّي فَتَضُرُّونِي، وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئاً، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئاً، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ

وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ وَاحِدٍ مَسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ » رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

تخریج حدیث اِس حدیث کو مسلم نے "کتاب البر والصلۃ والآداب" باب تحریم الظلم" میں بیان کیا ہے۔ سعید بن عبد العزیز عن ربیعہ بن زید عن أبی ادریس الخولانی عن أبی ذر اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بروایت شہر بن حوشب عن عبد الرحمٰن بن غنم عن أبی ذر بیان کیا ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ اہلِ شام کے لئے اس سے زیادہ اشرف اور کوئی حدیث نہیں ہے۔[1]

ترجمہ حدیث حضرت ابو ذر غفاری[2] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بیان فرمایا[3] وہ فرماتا ہے "اے میرے بندو میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے، اور اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، آپس میں ظلم مت کرو، اے میرے بندو تم تمام گمراہ ہو مگر جس کو میں ہدایت کروں مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تم کو ہدایت کروں گا۔ اے میرے بندو تم تمام بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں، مجھ سے کھانا مانگو، میں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو تم ننگے ہو مگر جس کو میں نے پہننے کو دیا ہے۔ مجھ سے لباس مانگو، میں تم کو پہناؤں گا۔ اے میرے بندو تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخشتا ہوں۔ تم مجھ سے بخشش چاہو، میں تم کو بخشوں گا۔ اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ ہی تم مجھ کو فائدہ پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تم سب کا بڑا پرہیزگار شخص تو یہ میری سلطنت میں کچھ زیادتی نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے اور پچھلے انسان اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں کا بڑا

---

[1] جامع العلوم والحکم ص۲۱۰، [2] سیرت حدیث نمبر ۱۸ میں گذر چکی ہے۔
[3] یہ حدیث قدسی ہے تعریف اصطلاحات میں دیکھ لی جائے۔

بدکار شخص تو میرے ملک میں کچھ کمی نہیں کرسکتے۔ اے میرے بندو تمہارے اگلے اور پچھلے انسان اور جنات ایک مقام پر جمع ہوجائیں پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو اس کے سوال کے موافق دوں تب بھی میرے خزانوں میں جو کچھ ہے وہ کم نہ ہوگا مگر اتنا جیسے سمندر میں سوئی ڈبو کر نکال لو (تو سمندر کا پانی جتنا کم ہوجاتا ہے اتنا بھی میرا خزانہ کم نہ ہوگا اس لئے کہ سمندر کتنا ہی بڑا ہو آخر محدود ہے اور میرا خزانہ بے انتہا ہے) اے میرے بندو تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو تمہارے لئے شمار کرتا ہوں پھر تم کو ان اعمال کا پورا بدلہ دوں گا تو جو شخص بہتر بدلہ پاوے تو چاہیئے کہ اللہ کا شکر کرے (کہ اس کی کمائی بیکار نہ ہوئی) اور جو بُرا بدلہ پاوے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے (کہ جیسا کیا ویسا پایا) (مسلم)

شرح حدیث یہ حدیث انتہائی جامع ترین ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دار ومدار ہے۔ اس میں اسلام کے اصول، فروع، آداب بیان کئے گئے ہیں۔ علامہ نووی نے "الأذكار" میں فرمایا کہ ابو ادریس خولانی جب بھی اس حدیث کو بیان فرماتے تو اس کی عظمت میں گھٹنوں کے بل گر پڑتے تھے۔ قرآن کریم میں آیت الکرسی اور احادیث میں یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی بے نیازی، عظمت اور دبدبہ کے بیان میں بے مثل ہے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہی بندوں کی سی بادشاہی نہیں ہے، وہ بے پرواہ ہے اور اس کو کسی سے رتی برابر بھی ڈر اور خوف نہیں ہے، کوئی کیسا ہی مقبول بندہ ہو اور کتنا ہی عزت اور درجہ والا ہو مگر اس کے سامنے سوائے آہ وزاری کرنے گڑگڑانے اور عاجزی وانکساری کے کچھ نہیں کرسکتا۔ سب بندے اس کے غلام ہیں وہ شہنشاہ بے نیاز ہے۔ دنیا میں بھی وہی کھلاتا پلاتا ہے عزت وآبرو دیتا ہے۔ پہناتا اور زینت دیتا ہے اور آخرت میں بھی وہی چاہے تو بیڑا پار ہو، اس کے سوا کوئی مالک ہے نہ کوئی مددگار، اس کی سلطنت اور بے پرواہی اس درجہ پر ہے کہ اگر تمام جہاں پیغمبروں کی طرح متقی اور پرہیزگار ہوجائے تو اس کی حکومت کی کچھ رونق نہ بڑھے گی اور اگر تمام جہاں فرعون اور ہامان کی طرح بدکار ہوجائے تو اس کی سلطنت میں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ تمام جہان کے پیغمبر اور ملائکہ اور اولیاء اللہ اگر بہ فرض محال خدا کے خلاف ہوجائیں تو ایک رتی برابر اس کی سلطنت میں کچھ فتور پیدا نہیں کرسکتے وہ ایک دم میں ان سب کو فنا کرکے خاک میں ملا سکتا ہے۔ [1]

---

[1] شرح علامہ وحید الزمان حیدرآبادی بتصرف الفاظ صحیح مسلم

وہ ہرگز ظالم نہیں ہے اور ظلم کو پسند نہیں کرتا وہ عادل ہے۔ انصاف اس کا ذاتی وصف ہے۔
اس حدیث پڑھنے دے دل دماغ سے غور و فکر اور عمل انشاء اللہ راہ ہدایت سے برگشتہ انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کرسکتا ہے۔

حدیث ۱۹ میں کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

*****

[illegible]

(۱) ابتدائی دینی مدارس کے طلباء و طالبات کیلئے صحیح احادیث، دعاؤں اور مسائل اخلاق و آداب پر مشتمل جامع مجموعہ "اسلامی تربیت" حصہ ششم و ہفتم

(۲) عورت۔ ملکہ یا لونڈی۔ (۳) علمائے امت کا مرتبہ۔

(۴) فارغین دینی مدارس کی ذمہ داریاں۔

حدیث ۲۵

صدقات کا آسان طریقہ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - أيضاً : « أَنَّ نَاساً مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ : « يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالأُجُورِ ، يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ ، قَالَ : أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ؟ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً ، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً ، وَأَمْرٍ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ ، وَنَهْيٍ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ ، وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ : أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ ؟ قَالَ : أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ وِزْرٌ ؟ ! فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ » . رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو مسلم نے "کتاب الزکاۃ - باب بیان أن اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف" میں روایت یحیی بن معمر عن أبی الأسود الدیلی عن أبی ذر رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دن چند صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اے رسول اللہ۔ مالدار لوگ

اجر وثواب میں سبقت لے گئے، وہ نماز پڑھتے ہیں جیسا ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جیسا ہم رکھتے ہیں لیکن اپنے زائد مال میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں (اور ہم نہیں کرسکتے) آپ نے فرمایا تمہارے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا سامان کر دیا ہے۔ تمہارے لئے ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا)، صدقہ ہے اور ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے۔ اور ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے، اور ہر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ اور بھلائی کا حکم کرنا صدقہ ہے، اور برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور تمہاری شرمگاہ (کے استعمال کرنے) میں بھی صدقہ ہے' صحابہ نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم سے کوئی شخص اپنی نفسانی خواہش پوری کرے تو اس میں بھی اس کو ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا تم بتاؤ اگر وہ اپنی شرمگاہ حرام جگہ استعمال کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح اگر وہ اپنی شرمگاہ کو حلال جگہ استعمال کیا تو اس کو ثواب ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث یہ حدیث بڑی اہم ہے۔ اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اسلام صرف چند مخصوص واجبات کے ادا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کی مختلف عبادات سے حاصل کرسکتا ہے، قولی فعلی اور مالی وبدنی عبادات سے بھی اللہ کا قرب حاصل کرسکتا ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے۔

اس حدیث میں ان صحابہ کا ذکر کیا گیا ہے جو فقراء مہاجرین تھے۔ جن کے ہاں مال نہیں تھا، صحابہ کو اعمالِ خیر میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی ہمیشہ حرص رہا کرتی تھی انھوں نے اپنے میں اور مالدار صحابہ میں تقابل کیا تو مالدار لوگوں کو اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرتے ہوئے زیادہ پایا' جبکہ نماز اور روزوں میں دونوں ایک دوسرے کے شریک تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت فرمایا تو آپ نے ان کو تسلی دی اور اطمینان فرمایا کہ صدقہ یہی نہیں کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا جائے بلکہ سُبْحَانَ اللہِ' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ' اَللہُ اَکْبَرُ' لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ، کا پڑھنا جو انسان ہر وقت برملا پڑھ سکتا ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا جو صحابہ کا عمل تھا، یہ بھی صدقہ ہے۔ اور پھر حلال طریقہ سے میاں بیوی کی قربت کو آپ نے حصولِ اجر وثواب میں مشروع کیا، کیونکہ اس سے ایک تو شہوتِ نفسانی ختم ہوتی ہے' دوسرے حصولِ نسل کا ذریعہ بنتی ہے، اس کے علاوہ آنکھوں کو برائی سے بچانے کا ذریعہ بھی ہے، اس کے برخلاف زناکاری اور لواطت وغیرہ جو حرام اور ناجائز ہے۔ یہ مخربِ اخلاق اور انسان کے ذہن ودماغ کو معطل کرنے والے افعال ہیں۔

اس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غریب مہاجرین صحابہ کو اطمینانِ قلب دلا کر امتِ مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا۔ اگر مال ہی تقربِ الٰہی کا ذریعہ رہتا تو امتِ مسلمہ کا بیشتر حصہ اس سے محروم رہتا۔

مال کا حصول فی نفسہ برا نہیں ہے جب کہ جائز اور حلال طریقہ سے اللہ کے احکامات پر نظر رکھتے ہوئے کمایا جائے اور جائز اور حلال کاموں میں احکاماتِ الٰہی کے مطابق خرچ کیا جائے۔

حدیث ۲۶ میں صدقہ کی دیگر صورتیں بیان ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔

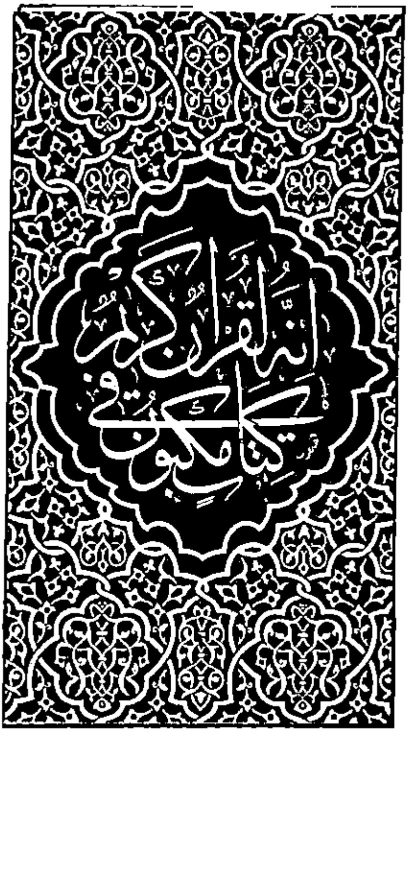

حدیث (۲۶)

بدن کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : « كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ ، تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَتُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ فَتَحْمِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ ، وَبِكُلِّ خَطْوَةٍ تَمْشِيهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ ، وَتُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ » رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو بخاری نے "کتاب الصلح باب فضل الإصلاح بین الناس والعدل بینھم" میں اور مسلم نے کتاب الزکاۃ باب بیان أن اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف" میں ہمام بن منبہ عن ابی ھریرۃ، اور بزار نے "ابی صالح عن أبی ھریرۃ سے بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" آدمی کے بدن کے ہر ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے ہر روز جب سورج نکلتا ہے تو دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دینا بھی ایک صدقہ ہے، کسی کی

لہ حدیث نمبر ۹ میں سیرت گذر چکی ہے۔

مدد کر دینا، حتیٰ کہ اس کو سواری پر سوار کرا دینا، یا سواری پر اس کا سامان رکھ دینا یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، اور ہر وہ قدم جو نماز کے لئے چلتے وقت اٹھاتا ہے وہ بھی صدقہ ہے، اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا اٹھا دینا بھی صدقہ ہے۔" (بخاری ومسلم)

شرح حدیث حدیث ۲۵ کی طرح یہ حدیث بھی بڑی اہم ہے، اس میں قواعد دین کو بیان کیا گیا ہے۔ ہر وہ نیک کام جس سے دوسرے انسان کے لئے بھلائی ہو صدقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں بے شمار نعمتیں پنہاں رکھی ہیں، اگر کوئی اس کی نعمتوں کو شمار کرنا بھی چاہے تو ناممکن ہے، انہیں سے وہ چھوٹی بڑی ہڈیاں بھی ہیں جن کی جوڑ سے انسان کا ڈھانچہ عمل میں آیا، اور ان کی حرکت سے انسان کام کر سکتا ہے۔ اگر یہ جوڑ نہ ہوتے تو اعضاء بدن میں حرکت ناممکن تھی اور اس کا جسم ایک تختہ سا بن کر رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ رکھے ہیں انکے شکر میں انسان کو روزانہ صدقہ کرنا چاہئے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صدقہ کی جو آسان شکلیں تھیں وہ بیان فرما کر انسانوں پر احسان عظیم فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ نے انسان کو ۳۶۰ جوڑوں پر پیدا کیا ہے (مسلم) اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جسم میں ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ لہذا اس پر ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول بھلا اتنی مالی طاقت ہم میں کہاں ہے (کہ ہر جوڑ کے عوض صدقہ ادا کیا جائے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مسجد میں اگر ناک کی ریزش پڑی ہو تو اس کو اٹھا کر مٹی میں چھپا دو، اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دو، اگر یہ نہ ہو تو دو رکعت چاشت کی نماز پڑھنا کافی ہے (ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کے قائمقام ہو جائے گا)

اس موضوع پر الفاظ کے رد و بدل اور اضافہ کے ساتھ کئی احادیث میں امور خیر کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً بخشش طلب کرنا، راستہ سے پتھر، کانٹا، ہڈی وغیرہ (تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا) کسی کو نیک بات بتانا، برائی سے روکنا، سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا پڑھنا وغیرہ۔ صدقہ کہتے ہیں اس کام کو جس کے ذریعہ آخرت میں ثواب مقصود ہو۔[1]

---

[1] فقہ السنۃ ج ۲ ص ۵۲۵

حدیث (۲۷)

نیکی اور گناہ پرکھنے کی کسوٹی

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : « الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ » رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

وَعَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ : « أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَالَ : جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ ، الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ ، وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوكَ » حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَيْنَاهُ فِي مُسْنَدَي الْإِمَامَيْنِ : أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَالدَّارِمِي بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ .

تخریج حدیث اس میں دو حدیثیں ہیں پہلی حدیث کو مسلم نے معاویہ بن صالح عن عبدالرحمٰن ابن جبیب بن النفیر عن ابیہ النواس" کتاب البر والصلۃ باب تفسیر البر والاثم" میں بیان کیا ہے۔ اور دوسری حدیث کو امام احمد نے حماد بن سلمۃ عن الزبیر بن عبدالسلام عن ایوب بن عبداللہ بن مکرز عن وابصۃ بن معبد بیان کیا ہے۔ لیکن اس میں کلام ہے البتہ امام احمد نے معاویہ بن صالح عن ابی عبداللہ السلمی کے واسطہ سے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ [۱]

---

[۱] جامع العلوم والحکم ص ۲۳۶

ترجمہ حدیث حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے[1]، اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو اس بات کو ناپسند کرے کہ لوگ اس کو جان لیں،، (مسلم)

اور حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا "کیا تم نیکی اور بھلائی کے تعلق سے دریافت کرنے کے لئے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم اپنے دل سے فتویٰ لے لو، نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور جی میں تردد ہو، اگرچہ لوگ تجھے (اس کے جائز ہونے کا) فتویٰ دیدیں اور تجھ سے فتویٰ لیں"

(یہ حدیث حسن ہے، امام احمد اور امام دارمی[2] نے اپنی اپنی مسندات میں اس کو روایت کیا ہے)

شرح حدیث یہاں پر دو حدیثیں ہم معنی بیان کی گئی ہیں۔ متعدد طرق سے اس معنی و مفہوم سے مطابقت رکھنے والی بہت سی حدیثیں ملتی ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے، سبحان اللہ! گناہ کی کیا عمدہ تعریف ہے کہ اس میں تمام گناہ آگئے، گویا نیکی اور برائی (گناہ) کی کسوٹی دل کا اطمینان اور تردد ہے۔ نیکی حسن اخلاق کو قرار دیا گیا ہے کیونکہ اچھے اخلاق میں بے شمار نیکیاں جمع ہیں، اور گناہ کو دل کا تردد بتایا گیا ہے کیونکہ ہر گناہ کے کام میں تردد لازمی ہے اس کی اور ایک پہچان یہ بھی بتلائی گئی کہ گناہ کرنے والا لوگوں سے بھی ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں اس کی برائی لوگ نہ جان لیں۔ مثلاً چور، زانی، شرابی، جواڑی، سود خور اور بد عقیدہ شخص اپنے گناہوں کو عام لوگوں میں ظاہر کرنے سے خوف کھاتے رہتے ہیں۔

اور مومن کی صفت یہ ہے کہ اس کا دل نیکی پر مطمئن رہتا اور گناہ پر متردد رہتا ہے اگرچہ اس فعل کے کرنے پر جواز کا فتویٰ ہی مل جائے، مومن کا دل حلال پر مطمئن اور حرام پر غیر مطمئن رہتا ہے، اس لئے کسی کام کے کرنے سے پہلے اپنے دل کا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ مطمئن ہے یا نہیں۔

یہ بات واضح رہے کہ جن امور میں قرآن و حدیث کے صریح احکام موجود ہوں۔ ان کے خلاف اگر فتویٰ بھی مل جائے اور دل بھی مطمئن ہو جائے تو وہ نیکی میں شمار نہ ہوگا۔ مثلاً شرکیہ افعال یا بدعات

---

[1] حسن اخلاق پر حدیث ۱۷، ۱۸ دیکھئے۔

[2] امام احمد اور امام دارمی کی سیرت گذر چکی ہے۔

وخرافات وغیرہ۔ ظاہر بات ہے ایک مشرک دوسرے مشرک کو ہرگز برا نہیں بولے گا، ایک بدعتی دوسرے بدعتی کو کبھی برا نہیں کہے گا، جیسے ایک شرابی دوسرے شرابی کو کبھی ناگوار خیال نہیں کرے گا۔ کیونکہ دونوں ایک ہی قسم کی صفات کے عادی ہیں۔

آج کتنے ایسے شرکیہ اور بدعتی افعال ہیں جن کے جواز پر کسی نہ کسی طرح فتویٰ حاصل کر لیا جاتا ہے اور ڈنکے کی چوٹ اس کو روبہ عمل لایا جاتا ہے۔ جبکہ وہ افعال کھلم کھلا قرآن وحدیث کے خلاف ہوتے ہیں اور ان کے کرنے سے سوائے گناہ کے کچھ حاصل نہیں مگر دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ اس پر ہمارے دل مطمئن ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ ایسی ناجائز تاویلات سے ہر ایک کو محفوظ رکھے۔

سوانح راوی حدیث اس حدیث میں دو راوی ہیں:

① نواس بن سمعان بن خالد بن عبداللہ بن ابی بکر بن کلاب، یہ اصحاب صفہ میں سے تھے، شام کے رہنے والے تھے، اس لئے اہل شام میں شمار ہوتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں دینی تفقہ حاصل کرنے کی خاطر ایک سال تک رہے ان سے سترہ حدیثیں مروی ہیں۔[۱]

② وابصہ بن معبد بن مالک بن عبید الاسدی۔ یہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ بڑے نرم دل تھے، بہت رویا کرتے تھے۔ اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ کر سکتے تھے۔ انھوں نے "الرقۃ" میں سکونت اختیار کی اور وہیں پر انتقال فرمایا۔ ان سے ۱۱ حدیثیں مروی ہیں۔[۲]

ان کی کنیت ابو شداد اسدی تھی، پہلے کوفہ میں قیام کیا پھر جزیرہ کی طرف منتقل ہو گئے اور رقہ میں وفات پائی۔[۳]

---

[۱] اکمال ص۶۳۱، شرح اربعین ص۱۲۱ [۲] المختار ص۱۴۲، [۳] اکمال ص۶۷۲،

حدیث (۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

عَنْ أَبِي نَجِيحٍ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - قَالَ : « وَعَظَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا ، قَالَ : أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ - عَزَّ وَجَلَّ - وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافاً كَثِيراً ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ » . رَوَاهُ أَبُو دَاودَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

تخریج حدیث

اس حدیث کو ابوداؤد نے "کتاب السنة باب فی لزوم السنة" میں اور ترمذی نے کتاب العلم باب ماجاء فی الأخذ فی السنة واجتناب البدعة" میں بیان کیا ہے۔ اور احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن عبدالرحمٰن بن عمرو السلمی سے بیان کیا ہے۔

ترجمۂ حدیث: حضرت ابونجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک بلیغ موثر نصیحت فرمائی جس سے دل خوف زدہ ہو گئے' اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ ہم نے عرض کیا' اے اللہ کے رسول! یہ تو رخصت ہونیوالے کی آخری نصیحت معلوم ہوتی ہے لہذا ہمیں کچھ اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور سننے اور حکم بجا لانے کی' اگرچہ تمہارے اوپر کوئی غلام امیر بنا دیا جائے۔ میرے بعد تم میں سے جو بھی زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا' ایسی صورت میں تم میرا طریقہ اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ تھامے رہو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رکھو اور دین میں نئی نئی باتیں رائج کرنے سے بچو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے[1]
(اس حدیث کو ابوداؤد' ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

شرح حدیث: یہ جلیل ترین حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے وعظ و خطبے مختصر اور جامع رہتے، کبھی آپ اپنے مقررہ اوقات اور ایام کے علاوہ کبھی ضرورت کے لحاظ سے خطبہ ارشاد فرماتے' یہ انہیں میں سے ایک ہے' اس کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ خطبہ بڑا بلیغ، موثر تھا' اس کو سن کر صحابہ رونے لگے اور ان کے دل اللہ کے خوف سے لرزنے لگے۔ اس سے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا یہ آخری خطبہ ہے۔ اس لئے صحابہ نے مزید نصیحت کی خواہش کی یہی اہل ایمان کی شان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس موثر وصیت میں چار باتوں پر زور دیا۔

① اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے پر، کیونکہ یہ دنیا اور آخرت کی سعادت کا ضامن ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام اولین و آخرین کو اس کی نصیحت فرمائی ہے۔ حدیث ۱۸ میں تفصیل گذر چکی ہے۔

② امیر کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے پر، اگرچہ وہ ایک حبشی غلام ہی ہو۔ آپ نے امیر کی اطاعت پر کئی مقامات پر تاکید فرمائی ہے۔ مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ:

---

[1] اس میں "و کل ضلالة فی النار" (ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے) کا اضافہ نسائی نے کیا ہے۔ شیخ ناصر الدین البانی نے اس کے تعلق سے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے ان کو اس تعلق سے وہم ہو گیا ہے۔
(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ تحقیق البانی حدیث ۱۴۱)

"انما الطاعة فی المعروف" [1] (جائز اور نیک کاموں میں امیر کی اطاعت کی جائے گی۔) یعنی شریعت کے حدود میں، اگر امیر معصیت یا غیر شرعی امور کا حکم دے تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" [2] کسی مخلوق کی اطاعت خالق کی معصیت میں نہیں ہوگی۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بات سنو اور فرمانبرداری کرو اگرچہ تم پر ایسے شخص کو حاکم بنا دیا جائے جو حبشی غلام ہو اور اس کا سر اتنا چھوٹا ہو جیسے کشمش ہوتا ہے۔"

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر ایسا شخص تمہارا امیر بنا دیا جائے جو غلام ہو اور جس کے ناک کان کٹے ہوئے ہوں اور وہ اللہ کی کتاب کے ذریعہ تمہاری قیادت کرتا ہو تو اس کی بات سنو اور کہا مانو۔" [3]

یہ اسلامی معاشرہ کی اجتماعیت کا ایک اصول ہے، بغیر امیر کے امت کا مجتمع ہونا اور باطل کے مٹانے کے لئے متحد ہونا مشکل ہے۔

ضروری ہے کہ امیر ایسے شخص کو منتخب کیا جائے جو کتاب و سنت کا عالم ہو اور اس پر عمل کرنے والا ہو، متقی اور پرہیزگار ہو، ظاہری اور باطنی طور سے اس میں اسلام کی پابندی ہو، فرائض اور احکام کا پابند، نبض شناس اور حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والا ہو اور احکامات الٰہی کو جاری کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں "قوم کی امارت اور امامت کا استحقاق اسے ہے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم اور دینی فقاہت رکھنے والا ہو" [4]

لیکن آج امیر کا یہ اسلامی تصور خال خال ہی نظر آئے گا۔ بلکہ مسلم جماعتوں اور تنظیموں میں کچھ ایسے افراد کو امیر منتخب کر لیا جاتا ہے جو دیندار کم اور دنیا دار زیادہ ہوتے ہیں۔ جو سرمایہ دار ہوتے ہیں اور عزت و جاہ کے چاہنے والے اور تعلیمات اسلام سے یکسر عاری ہوتے ہیں اور ان تنظیموں میں امیر کے انتخاب کا جو دستوری طریقہ رائج ہے وہ برائے نام ہوتا ہے جو ایک مقررہ میعاد تک برقرار رہتا ہے۔ نہ امیر میں اتنی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ قوم کو راہ راست پر لا سکے اور نہ قوم کو اس کی ضرورت ہے کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ بس امیر ضابطہ کی تکمیل بنا رہتا ہے۔

---

[1] متفق علیہ عن علی رضی اللہ عنہ۔ [2] شرح السنة عن نواس بن سمعان رض

[3] احمد اور ترمذی نے بھی حجة الوداع کے خطبہ میں بیان کیا ہے۔ [4] زاد المعاد ج ۳ ص ۹۲

اسلامی نکتۂ نظر سے امارت تو تمام مسلمانوں کے لئے ایک ہی ہونی چاہیے تھی لیکن اس میں عظیم رکاوٹ مسلمانوں کے باہمی مسلکی و مذہبی اختلافات، گروہی و جماعتی نظریات اور ذہنی و فکری ٹکراؤ ہے جو مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کئے ہوئے ہے۔ جس کی وجہ سے یہ امت گروہ بندیوں کا شکار ہو گئی۔ کاش کہ مسلمان اپنے تمام اختلافات کو ختم کرکے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے پرچم تلے اکٹھا ہو جاتے جس کی دعوت قرآن و سنت نے دی ہے "هو سماكم المسلمين" [1] (اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے) تو مسلمانوں کی اجتماعیت ایک مثالی رہتی اور باطل قوموں کی نظریں ان سے کبھی نہ ٹکراتیں، اور اگر ٹکراتیں تو پاش پاش ہو جاتیں۔

③ تیسری نصیحت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف نشاندھی فرمائی اور اس کا حل بھی اپنی امت کے سامنے پیش فرمایا "تم میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر مضبوطی سے عمل پیرا ہو اس کے لئے "عضوا علیها بالنواجذ" (اس پر اپنے دانتوں کی گرفت مضبوط رکھو) کا جملہ استعمال فرمایا لیکن طرفہ تماشہ یہ کہ ہر جماعت اور ہر گروہ اس کا دعویٰ کرتا ہے، اگر ہر ایک اپنے دعویٰ میں صحیح ہے تو پھر یہ نت نئے خرافات اور بدعات اور شرکیات جو کتاب و سنت کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت کے سراسر خلاف ہیں، کیسے اور کہاں سے جنم پا گئیں؟ اسی لئے

④ چوتھی نصیحت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی آگاہ فرما دیا کہ دین میں نئی نئی باتیں اور امور ایجاد کرنے سے پرہیز کرو اور آپ نے ایسی چیزوں کو بدعت قرار دیا۔
اس کی تفصیل حدیث ۵ میں گذر چکی ہے۔

بدعت: لغت میں بلا کسی سابقہ مثال کے کسی چیز کی ایجاد کرنے کو کہتے ہیں۔ اور شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جس کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے امور ایجاد کر لئے گئے ہوں جن کو نہ آپ نے کیا ہو اور نہ اس کے کرنے کا حکم دیا ہو۔ نہ آپکے سامنے کیا گیا ہو اور نہ اسے صحابہ نے کیا ہو۔

---

[1] الحج ۷۸، [2] خلفائے راشدین کی کوئی علیحدہ سنت نہیں ہے وہ اسی سنت کے تابع تھے جو رسول اللہ علیہ وسلم نے پیش کی، گویا ان کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔

سنت: لغت میں طریقہ کو کہتے ہیں، محدثین اور اہلِ اصول کی اصطلاح میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول، قول، فعل، اور تقریر[1] کو سنت کہتے ہیں۔

سوانح راوی حدیث یہ عرباض بن ساریہ ہیں، ان کی کنیت ابو نجیح سلمی ہے، اہل صفہ میں سے تھے شام میں قیام کیا اور وہیں ۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔[2] اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے شخص ہیں۔ ان سے ۳۱ حدیثیں مروی ہیں۔[3]

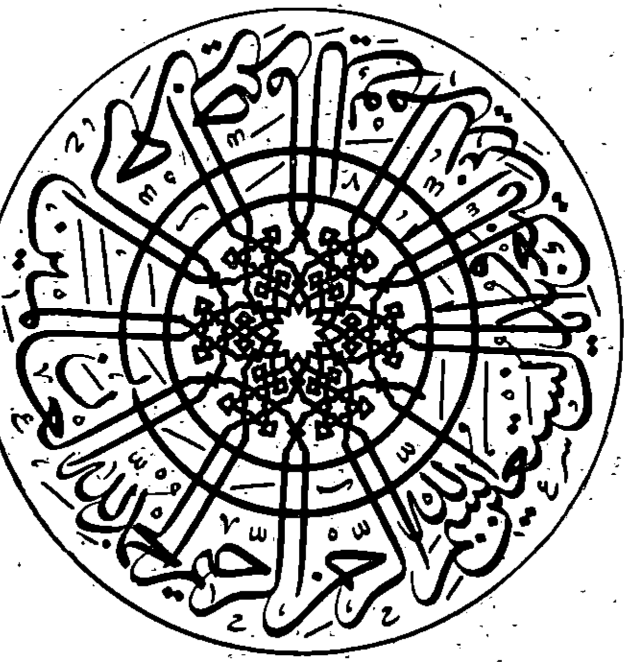

[1] قول، فعل اور تقریر کی تعریفیں، اصطلاحاتِ حدیث میں دیکھ لی جائیں۔ [2] اکمال ص ۶۰۶ [3] شرح اربعین ص ۱۲۳۔

حدیث ○

راوحدیث

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِيَ الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ ؟ قَالَ : لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ : تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً ، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ، ثُمَّ قَالَ : أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ ؟ : الصَّوْمُ جُنَّةٌ ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ تَلَا : « تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ » ، حَتَّى بَلَغَ . « يَعْمَلُونَ » ، ثُمَّ قَالَ : أَلَا أُخْبِرُكَ بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ ؟ قُلْتُ : بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ : رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ، ثُمَّ قَالَ : أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذَلِكَ كُلِّهِ ؟ قُلْتُ : بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ ، فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ ، وَقَالَ : كُفَّ عَلَيْكَ هَذَا ، قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ ؟ فقَال :

ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ - أَوْ قَالَ: عَلَى مَنَاخِرِهِمْ - إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ».
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

تخریج حدیث اس حدیث کو ترمذی نے "ابواب الإیمان باب ما جاء في حرمة الصلاة" میں بیان کیا ہے۔
امام احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی عن معمر عن عاصم بن أبي النجود عن أبي وائل عن معاذ بن جبل ذکر کیا ہے، اس سند میں کلام ہے۔ [1]

ترجمہ حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے جو مجھ کو جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور کر دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "تم نے بہت بڑی چیز کے متعلق سوال کیا ہے، حالانکہ یہ بہت آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان فرما دے، تم اللہ کی عبادت کرتے رہو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رمضان المبارک کے روزے رکھو اور بیت اللہ شریف کا حج کرو" پھر آپ نے فرمایا "کیا میں تم کو خیر اور نیکی کے دروازے نہ بتلا دوں؟ (وہ دروازے یہ ہیں) روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ گناہ کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور انسان کا، درمیانِ شب میں نماز پڑھنا (یہ عمل بھی گناہوں کو اسی طرح مٹا دیتا ہے) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ــــ (ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے،

---

[1] جامع العلوم والحکم ص۲۵۵ / [2] حدیث نمبر ۱۸ میں سیرت گذر چکی ہے۔

یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔ (۱)

پھر فرمایا: کیا تمہیں دین کی اصل چیز اور اس کا ستون، اور اس کی چوٹی کا عمل نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ضرور بتلایئے۔" فرمایا "دین کی اصل چیز اسلام ہے، اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کا چوٹی کا عمل جہاد ہے۔

پھر فرمایا: کیا میں تم کو ان تمام پر قابو پانے والا عمل نہ بتلا دوں؟ میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول ضرور ارشاد فرمائیں تو آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا" تم اس کو اپنے حق میں مصیبت بننے سے روکے رکھو" میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم اپنی بات پر بھی مواخذہ کئے جائیں گے، تو آپ نے فرمایا" تجھے تیری ماں گم کرے اے معاذ (۲) کیا لوگوں کو ان کے چہروں کے بل جہنم میں ان کی زبانوں کے علاوہ کوئی اور چیز جھونکے گی؟ یہاں آپ نے" مناخرھم" کا لفظ استعمال فرمایا۔ یعنی ناک کے بل۔ یہ صرف ان کی چرب زبانی کی وجہ سے ہوگا۔

اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا ہے اور حسن (۳) صحیح کہا ہے۔

شرح حدیث یہ حدیث اصولِ دین میں سے ہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اسلامی اصول بیان فرما دیئے۔

اس سے اس بات کی تاکید ہوتی ہے کہ نیک اعمال کے بدلے جنت مل جانا بھی اللہ کا فضل ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر کوئی عمل چاہے وہ کتنا ہی نیک (۴) ہو خود کوئی نفع نہیں دے سکتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے فرمایا" جان لو تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ کا عمل بھی آپ کو جنت میں داخل نہیں کرے گا؟ فرمایا" ہاں میرا عمل بھی نہیں، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل و رحمت سے ڈھانک لے (۵) (بخاری و مسلم)

---

(۱) السجدہ آیت ۱۶، ۱۷، (۲) یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جو تعجب کے وقت استعمال کیا جاتا ہے، مثلاً تعجب ہے کہ تم یہ بات نہیں جانتے، عرب دورانِ گفتگو اس قسم کے بہت سے محاوروں کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کو اردو میں تکیہ کلام کہتے ہیں ۔ اس سے بددعا مراد نہیں ہے ۔ (۳) حدیث کی اصطلاحیں ملاحظہ ہوں۔

(۴) اشرف الحواشی بضمن آیت ۴۳ سورہ اعراف" وَنُودُوٓا۟ أَن تِلْكُمُ ٱلْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ" اور ان سے پکار کر کہہ دیا جائے گا یہ جنت ہے تم اپنے کاموں کے بدلے اس کے وارث ہوئے۔"

اور ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا "لن یدخل الجنة احد منکم بعملہ" یعنی تم میں سے کوئی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ اس سے مراد یہ کہ صرف اعمال ہی جنت میں لے جانے کا ذریعہ نہیں ہیں، جب تک کہ اللہ کا فضل وکرم شامل حال نہ رہے۔ اعمالِ صالحہ بھی بندہ پر اللہ کے رحم وکرم ہی کا نتیجہ ہیں۔ جنت میں داخل ہونے کے تمام اسباب بھی اللہ کا فضل وکرم ہی ہیں جیساکہ اس حدیث کے ایک جز "انہ یسیر علی من یسرہ اللہ علیہ" "یہ بہت آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان فرما دے" سے معلوم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں تمام واجبات اسلام اور اس کے متعلقات کا ذکر ہوا ہے۔ توحید پر استقامت، شرک سے بیزاری، نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی، رمضان المبارک کے روزوں کا اہتمام اور بشرط وسعت بیت اللہ شریف کا حج[1]، صدقہ وخیرات، تہجد پر عمل، عبادات میں شغف، جہاد کا عزم اور زبان کی حفاظت[2]۔

یہ وہ چیزیں ہیں جن پر انسان کا عمل اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم اور غفران کا مستحق ہے۔ ان میں پہلی نصیحت توحید پر استقامت اور شرک سے اجتناب کی ہے اس لئے ہم مختصراً توحید اور اسکی ضد شرک کو سمجھ لیں۔

توحید: وَحَّدَ، یُوَحِّدُ، تَوْحِیْداً کے باب سے مصدر ہے، اس کے معنی ہیں، "ایک ہی معبود پر ایمان رکھنا" دین اسلام کو اس لئے توحید کہا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال اور شہنشاہی میں منفرد اور تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے اس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں ہے اور اپنی الوہیت وعبادت میں واحد ہے اس کا کوئی ہمسر اور مثیل نہیں ہے ۔ توحید کی تین صورتیں ہیں۔

توحیدِ ربوبیت: اس کا مطلب یہ کہ آدمی اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب، اس کا مالک، خالق اور رازق ہے، موت وحیات اور نفع ونقصان کا دینے والا وہی ہے۔ حصولِ اسلام کے لئے صرف تنہا یہ توحید کافی نہیں ہے۔

توحیدِ اسماء وصفات: اس توحید کی اصل اس بات کا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا، سننے والا، دیکھنے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور

---

[1] تیسری حدیث میں ارکانِ اسلام بیان کردیئے گئے ہیں۔ [2] حدیث ۱۵ میں کچھ باتیں آگئی ہیں۔

حیی وقیوم ہے، اس کے علاوہ اس کے بہت سے نام اور بلند صفات ہیں، اور ان تمام اسماء وصفات میں وہ یکتا ہے، ان سب پر یقین رکھنا چاہیئے۔ حصولِ اسلام کے لئے صرف تنہا یہ توحید بھی کافی نہیں ہے۔
توحیدِ الوہیت : جس کے معنی ہیں خلوص، محبت، خوف، امید، توکل، رغبت اور ڈر کے جذبہ کو دل میں جگہ دے کر اللہ کی عبادت اور اس کی تنہا ذات سے دعائیں کرنا۔ گویا اس کا دوسرا نام توحیدِ عبادت ہے۔ اسی پر اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے تمام عبادتوں کا اخلاص موقوف ہے یعنی عبادتوں کا کوئی بھی حصہ غیر اللہ کے لئے نہیں ہونا چاہیئے۔

گویا توحید کی ان مذکورہ مکمل صورتوں کو تسلیم کرنا اور اس پر قائم رہنا اور عمل کرنا ہی توحید ہے کیونکہ یہی توحید دین کا اول بھی ہے اور آخر بھی۔ یہی توحید انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کی اول دعوت بھی ہے اور آخر دعوت بھی ہے۔ اور کلمہ توحید "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا معنی بھی یہی ہے۔

اسی توحید کی خاطر مخلوق کی پیدائش ہوئی، انبیاء، پیغمبر، رسول بھیجے گئے، کتابیں اتریں اور اسی توحید کے باعث لوگ مومنین وکفار کی دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے۔ قرآن نے اس کو پوری وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ اس کی کوئی سورۃ اس کے بیان سے خالی نہیں ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کا پہلا زینہ یہی ہے اور دنیا سے نکلنے کی آخری سیڑھی بھی یہی ہے۔ [1]

شرک : شرک توحید کی ضد ہے۔ شرک کہتے ہیں اللہ کی ذات یا صفات میں کسی درجہ بھی کسی اور کو شریک ماننا۔ شرک اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شرک کی دو قسمیں ہیں۔ شرکِ اکبر، شرکِ اصغر۔ جو شخص دونوں قسم کے شرک سے بچ جائے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ اور جو شرکِ اکبر پر مرا اس کے لئے جہنم واجب ہے، اور جو شرکِ اکبر سے بچا لیکن شرکِ اصغر کا مرتکب ہوا لیکن اس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے زیادہ ہیں تو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو شرکِ اکبر سے محفوظ رہا لیکن شرکِ اصغر کا اتنی کثرت سے مرتکب ہوا کہ اس کے گناہوں کا پلہ بھاری پڑ گیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ الغرض شرکِ اکبر واصغر کی بناء پر بندوں سے مواخذہ ہوگا۔ البتہ شرکِ اصغر کم ہو اور ساتھ ہی اخلاصِ عمل زیادہ ہو تو ایسی صورت میں مواخذہ نہ ہوگا۔ [2]

شرکِ اکبر: کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرا کر اس کی عبادت بھی اسی طرح کی جائے

---

[1] تیسیر العزیز الحمید۔ [2] تیسیر العزیز الحمید۔ التوحید قاضی احمد بن حجر

جس طرح اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے۔ مثلاً سجدہ کرنا، رکوع کرنا، دعا کرنا، شفاعت کا سوال کرنا، نذر و نیاز ۔ وغیرہ

شرکِ اصغر: یعنی مخلوق کے سامنے ریاکاری اور تصنع کا اظہار کرنا یعنی عبادت اللہ کے لئے خالص نہ ہو بلکہ یہ عمل حظِ نفس کے لئے، طلبِ دنیا کے لیے، کسی مخلوق کے نزدیک عزت و مرتبہ کے حصول کے لئے ہو۔

اسی کے قریب قریب ایک طرح کا شرک اور ہے جسے شرک باللہ فی الالفاظ (باتوں میں اللہ کے ساتھ شرک) کہتے ہیں۔ اس کی مثال اس شخص کی ہے جو غیر اللہ کے نام کی قسم کھائے یا کہے کہ "جیسی اللہ کی اور آپ کی مشیت ہو" یا کہے کہ "اللہ کے اور آپ کے سوا میرا اور کوئی نہیں ہے" یا کہے کہ "میں اللہ کی اور آپ کی پناہ میں ہوں" وغیر ذالک من الاقوال کہنے والے کی حالت اور مقصد کے اعتبار سے کبھی کبھی یہی باتیں شرکِ اکبر بن جاتی ہیں۔ [1]

اس مختصر خاکہ کے مطالعہ کے بعد ان بھائیوں کو اپنے عقائد پر غور و فکر کر کے اصلاح کرنی چاہیئے جو انتہائی دیدہ دلیری کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت اور پرستش کرتے اور ان سے دعائیں، منتیں، مرادیں مانگتے اور نذرانے چڑھاتے ہیں اور سجدہ جو اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں کیا جاسکتا جس کو اللہ تعالیٰ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، مگر مسلمان کہلانے والے بھائی اس سجدہ کو پیروں، مرشدوں اور مشائخوں کے قدموں پر اور مرے ہوئے بزرگوں کی قبروں پر کرتے ہیں۔ اور یہ پیر، مرشد اور مشائخ لاکھوں انسانوں کو اپنے قدموں پر جھکائے ہوئے فخر کرتے ہیں کہ میرے اتنے لاکھ مرید ہیں وغیرہ۔

ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سربلند پیشانی جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے وہ کسی اللہ کے بندے کے سامنے ہرگز نہیں جھک سکتی۔ یہ صرف اور صرف اللہ کے حضور ہی جھک سکتی ہے۔ مرشدین و مشائخین اپنے مریدوں کے سجدوں کو سجدۂ تعظیمی کے حوالہ سے جائز قرار دیتے ہیں، جبکہ یہ سجدۂ تعظیمی پہلی امتوں میں جائز چلا آرہا تھا، اسلام نے اسے ممنوع اور حرام قرار دیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے شامیوں کو اپنے سرداروں اور علماء کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا تو حضور سے گذارش کی کہ آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔

---

[1] تیسیر العزیز الحمید

تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کو کسی انسان کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت دینے والا ہوتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں، کیونکہ ان کا ان پر بہت بڑا حق ہے۔[1]

اے کاش کہ آج اس امت مسلمہ کے رہبر اور رہنما کہلانے والے علماء، پیر، مرشد، اور مشائخ حضرات اسلام کی ان صاف ستھری اور واضح تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں کو ان شرکیہ افعال سے روکتے اور خود بھی عنداللہ مجرم بننے سے محفوظ رہتے اور اپنے ان لاکھوں عقیدتمندوں کو بھی محفوظ رکھتے۔

اے مسلمان بھائیو! یہ بات یاد رکھو، جو شخص کسی زندہ یا مردہ کو سجدہ کرے یا غیراللہ کے لئے نذر مانے مثلاً اولیاء و صالحین کی قبروں پر نذر چڑھائے یا ان کے لئے جانور ذبح کرے یا کسی نبی یا ولی کی قبر کا طواف کرے، یا ان لوگوں سے مشکلات کے وقت فریاد طلب کرے۔ مثلاً کہے یا رسول اللہ مجھے بچائیے، میری مصیبت دور کیجئے، المدد یا شیخ عبدالقادر جیلانی، یا شیخ بدوی، یا شیخ رفاعی، وغیرہم یا غیراللہ سے وہ چیزیں مانگے جنھیں دینے پر صرف اللہ ہی قادر ہے۔ مثلاً اولاد کا طلب کرنا، رزق کا مانگنا، مرض سے شفاء چاہنا، تکلیف کو دور کرنے کی خواہش کرنا، یا اس کے علاوہ ایسی چیزیں مانگے جو کسی مخلوق کی قدرت و امکان سے باہر ہیں، تو ان تمام افعال یا ان میں سے کسی ایک کا مرتکب اللہ رب العزت کے ساتھ شرک اکبر کا مرتکب ہوگا جس کی بخشش اللہ سے توبہ کئے بغیر ممکن نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا ○

اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جسکو چاہے معاف کر دے، اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔ (النساء ۔ ۴۸)

لیکن جو چیز کسی زندہ مخلوق کے امکان و طاقت میں ہو اس کو اس سے مانگنے میں کچھ حرج نہیں، مثلاً اپنی کسی ضرورت میں اس سے مدد چاہے، یا ڈوبنے یا آگ سے بچانے وغیرہ

---

[1] قرطبی، فتح القدیر، ابن کثیر، اشرف الحواشی بحوالہ ابوداؤد و ترمذی بعض آیت ۳۴ سورہ بقرہ۔ واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (اس نے سجدہ نہیں کیا)۔ اور امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ (ابن کثیر)۔

میں مدد کا طالب ہو۔[1] یہ استغاثہ بغیر اللہ میں نہیں ہے۔

غرض عبادت کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بدنی جیسے طواف، رکوع، سجدہ وغیرہ۔

(۲) مالی جیسے صدقہ، خیرات کرنا اور نذر و نیاز ماننا۔

(۳) لسانی، جیسے کسی کے نام کا وظیفہ جپنا، یا اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کسی کا نام لینا۔

(۴) قلبی جیسے کسی پر بھروسہ رکھنا، کسی سے خوف کھانا یا امید رکھنا۔

یہ سب عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، ان میں جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک بنایا وہ شرک کا مرتکب ہوگیا۔[2]

چونکہ یہ ایک اہم حدیث کا جزو ہے اس لئے کسی قدر تفصیل سے بات آگئی ہے مزید شرح و بسط کے لئے مفصل کتب عقائد سلف صالحین ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو توحید کی اہمیت اور شرک کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔

---

[1] تطہیر الجنان والارکان عن درن الشرک والکفران (التوحید) قاضی احمد بن حجر

[2] اشرف الحواشی بعض آیت ۸۳ سورہ بقرہ " وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○

ترجمہ: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا، اور نماز پڑھتے اور زکواۃ دیتے رہنا، تو چند شخصوں کے سوا تم سب اس عہد سے منہ پھیر کر بیٹھے۔

حدیث (۳۰)

اللہ کے حقوق

عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ جُرْثُومِ بْنِ نَاشِرٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: « إِنَّ اللهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا، وَحَدَّ حُدُوداً فَلَا تَعْتَدُوهَا، وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا، وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا ». حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَغَيْرُهُ.

تخریج حدیث اس حدیث کو دارقطنی نے "کتاب الرضاع۔ (حدیث ۴۲) میں مکحول عن ثعلبۃ الخشنی سے روایت کی ہے اس سند میں کلام ہے، امام نووی نے اس کو حسن کہا ہے اور دارقطنی اور ابونعیم نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے الحلیۃ میں بیان کیا ہے۔ اس معنی کی حدیث الفاظ اور سند کی تبدیلی کے ساتھ کئی محدثین نے بھی مرفوعاً بیان کی ہے۔[1]

ترجمہ حدیث حضرت ابوثعلبہ خشنی۔ جرثوم بن ناشر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نے چند فرائض مقرر فرمائے ہیں۔ تم انہیں ضائع نہ کرو اور کچھ حدود مقرر کئے ہیں۔ تم ان سے تجاوز نہ کرو، اور بعض چیزیں حرام کی ہیں۔ تم ان کا ارتکاب نہ کرو اور تم پر بطور مہربانی بہت سی چیزوں کی حلت حرمت

---

[1] جامع العلوم والحکم ص۲۶۱، [2] امام دارقطنی کی سیرت گذر چکی ہے۔

کے تعلق سے بغیر کسی بھول کے خاموشی اختیار کی ہے تم ان میں بحث و تکرار نہ کرو۔" یہ حدیث حسن ہے جس کو دارقطنیؒ[1] وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

شرحِ حدیث یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے، یہ ایک منفرد حدیث ہے۔ جس میں دین کے تمام اصول اور فروع کو انتہائی جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا۔ اس میں چار باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن فرائض کو مقرر فرمایا ہے ان کو ضائع مت کرو۔

اس مختصر سے جملہ میں تمام فرائض کی اہمیت و تاکید بیان کر دی گئی ہے، مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ ان کی ادائیگی میں کوتاہی، تساہلی اور اس کے مقررہ اوقات سے غفلت، اور اس کے شرائط کی عدم تکمیل وغیرہ ان فرائض کو حقیر جاننے کے مترادف ہے۔ جیساکہ قرآن و حدیث میں ہم کو ان فرائض کی پابندی پر جگہ جگہ ہدایتیں ملتی ہیں اور ان فرائض پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف حکم بلکہ اس پر آپ کا عملی ثبوت بھی ہمیں ملتا ہے یہ ان بھائیوں کے لئے لمحۂ فکر ہے جو فرائض کو تاویلات کی نذر کرکے ان سے غفلت برتتے ہیں۔

اسی طرح نام نہاد بے دین صوفیاء کا ایک گروہ ایسا بھی موجود ہے جس نے ہزارہا نادان عوام کو اپنی ارادت میں لے رکھا ہے اور ان کو اللہ کے فرائض کی ادائیگی سے بے پرواہ کر دیا ہے اس گروہ کا کہنا ہے کہ ہم کو ارکانِ اسلام کی ظاہری پابندی کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ظاہری عبادات کی ضرورت ہے، بلکہ دلی پابندی اور دلی عبادت کافی ہے۔ یعنی نماز دل کی پڑھنا چاہئے، روزہ دل کا رکھنا چاہئے وغیرہ۔ گویا شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک تو خود گمراہی میں پڑے ہیں اور دوسری طرف عوام کو گمراہی کے کھڈ میں ڈھکیل رہے ہیں۔ ایسے موقعہ پر ہر مسلمان کو، اور بالخصوص ان رہبرانِ قوم اور ان کی عقیدتمند عوام کو چند باتوں پر غور کرنا چاہئے۔

(۱) کیا ہر مسلمان، عاقل، بالغ دین کے فرائض کا مکلف ہے یا نہیں؟

(۲) جو فرائض اللہ تعالیٰ نے عائد کئے ہیں ان کے ادا کرنے کی پوری تفصیلات شریعت میں موجود ہیں یا نہیں۔ ؟

(۳) اللہ کی عائد کردہ فرائض پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح عمل فرمایا۔ ظاہری

---

[1] امام دارقطنی کی سیرت گذر چکی ہے۔

حرکات و سکنات کے ساتھ یا صرف دل میں۔ مثلاً آپ نے نماز کس طرح پڑھی، روزہ کس طرح رکھا، زکوٰۃ کے ادا کرنے کا کیا طریقہ بتلایا، حج کے مناسک کس طرح انجام دیئے؟

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں۔ اور بعد میں صحابہ کا عمل کیا تھا، خلفائے راشدین نے کس طرح عمل کیا، تابعین اور تبع تابعین، محدثین اور ائمہ دین مجتہدین کا کیا عمل تھا۔ ان لوگوں نے یہ فرائض ادا فرمائے ہیں یا نہیں۔ اگر ادا کئے ہیں تو کیسے، ظاہری پابندیوں کے ساتھ بھی یا صرف دلی اندازوں کے ساتھ؟

ان تمام نکات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہر مسلمان اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ان عبادات کا ان کے تمام ظاہری و باطنی پہلوؤں کی حسن ادائیگی کا یقیناً پابند ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صالحین امت بھی اس کے پابند رہے ہیں۔ ورنہ عبادات کے تمام احکام، قوانین، شرائط و ضوابط اور اصول جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں بیکار ہو جائیں گے جو یقیناً کسی ایسے مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا جو اللہ اور رسول پر ایمان لایا ہوا اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہو۔ اگر کوئی مسلمان اس کا انکار کرتا ہے تو ہم کو غور کرنا چاہئے کہ کیا ایسا شخص مسلمان کہلایا جا سکتا ہے۔ یہ بات ہر مسلمان کو سوچنی چاہئے اور ایسی حرکات سے توبہ کرنی چاہئے جس سے شریعت اسلامی میں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ فرائض کی پامالی ہوتی ہو۔ اور ایسے نام نہاد بے دین اور گمراہ کن صوفیاء سے اپنے دامن کو چھڑانا چاہئے جو فرائض اللہ کے ادا کرنے سے اپنے عقیدتمندوں کو باز رکھتے ہیں اور خود بھی باز رہتے ہیں۔ گویا ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

ارکانِ اسلام کا ترک کر دینا یہ فرقہ باطنیہ کے عقائد ہیں، یہ فرقہ اسلام کے دعویداروں میں ایک غلو پسند ہے جس کے تعلق سے علامہ رشید رضا نے تفسیر المنار میں لکھا ہے۔

> "فرقہ باطنیہ نے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے بنیادی ارکان کو چھوڑ دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بلکہ پوری امت نے ان الفاظ کے معنی کو نہیں سمجھا اور جو کچھ کیا ہے وہ سب غلط ہے۔[۱]"

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "لا نکلف نفسا الا وسعها" (ہم تو کسی پر اس کی

---

[۱] تفسیر المنار جلد ۹ صفحہ ۱۱۵ سورۃ الاعراف آیت ۱۴۲

طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے " یعنی جنت میں جانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو کام فرض کئے ہیں وہ نہایت آسان اور انسانی طاقت کے اندر ہیں۔ لہٰذا ہر شخص کو ان کے بجالانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ [1]

دلائل و براہین کے لئے قرآن کریم اور احادیث کا پورا ذخیرہ موجود ہے جس کو اپنی آخرت سنوارنی ہو اس کو چاہیئے کہ پڑھے اور عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ نے شریعت کے حدود مقرر فرمائے ہیں، یعنی حلال اور حرام کو واضح طور سے بیان کر دیا ہے۔ مثلاً حلال کو حلال سمجھنا اور حرام کو حرام جاننا، اپنی طبیعت کے موافق کسی حلال چیز کو حرام کرنا اور حرام چیز کو حلال کرنا یہ تمام اللہ کے حدود میں آتے ہیں۔

اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان کو حرام ہی جانیں۔

اور جن چیزوں کی حلت یا حرمت سے خاموشی اختیار کی گئی ہے اس پر کرید نہیں کرنی چاہیئے یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے نہ کہ اس کی بھول۔

حدیث ۶ میں ان کی کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

سوانح راوی حدیث

یہ ابو ثعلبہ جُرہُم بن ناشب خشنی رضی اللہ عنہ ہیں یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں [2] بعض نے ان کا نام ابو ثعلبہ جرثوم بن ناشر تبلایا ہے [3] مشہور صحابہ میں سے ہیں [4] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ ۶ھ میں حدیبیہ کے موقع پر بیعت الرضوان میں شریک رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن مال غنیمت سے ان کا حصہ نکالا تھا [5] آپ نے انہیں ان کی قوم کے لوگوں کے پاس تبلیغ اور دعوت اسلام کے لئے بھیجا۔ ان کی دعوت سے تمام لوگ اسلام قبول کئے۔ ابو ثعلبہ شام میں آگئے تھے، اور وہیں پر ۷۵ھ میں سجدہ کی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ [6]

---

[1] تفسیر کبیر۔ اشرف الحواشی اعراف ۴۲، [2] اکمال ص۵۸۹، [3] المختار ص۱۵۷

[4] المختار ص۱۵۷، [5] اکمال ص۵۸۹

حدیث (۳۱)

حقیقت زہد اور اس کا ثمرہ

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ : « جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللهُ وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ ؟ ، فَقَالَ : « إِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ » حَدِيثٌ حَسَنٌ ، رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ بِأَسَانِيدَ حَسَنَةٍ .

تخریج حدیث اس حدیث کو ابن ماجہ نے خالد بن عمرو القرشی عن سفیان الثوری عن ابی حازم عن سہل بن سعد سے روایت کیا ہے، امام نووی نے اس سند کو حسن کہا ہے، یہ محل نظر ہے[1] ابن ماجہ نے اس کو کتاب "الزھد" میں بیان کیا ہے اور اور طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں اور ابن حبان نے "روضۃ العقلاء" میں اور حاکم نے "مستدرک" "کتاب الرقائق" میں بیان کیا ہے[2]

ترجمہ حدیث حضرت ابو العباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے کہ جب میں اس کو کر لوں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے

---

[1] جامع العلوم والحکم ص۲۷۲ ، [2] المنتخب ص۱۵۸ ،

محبت کرنے لگے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کرنے لگیں، آپ نے فرمایا" تم دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو تو رب العزت تم سے محبت کرنے لگے گا اور اس چیز کی خواہش نہ کرو جو لوگوں کے قبضہ میں ہے، اس سے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے"۔

یہ حدیث حسن ہے، ابن ماجہؒ وغیرہ نے اسانید حسنہ کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔

شرح حدیث

اس حدیث میں دو اہم ترین چیزیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو دنیا سے بے رغبتی، دوسرے دنیا والوں سے بے رغبتی۔ پہلی چیز کے ترک سے اللہ کی محبت اور دوسری کے ترک سے بندوں کی محبت بتلائی گئی ہے۔

زھد: کے معنی لغت میں کسی چیز سے حقارت کی وجہ سے بے رغبتی کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں **زھد** نام ہے ان تمام کاموں کو چھوڑ دینے کا جن سے عاقبت تباہ ہوتی ہے۔ اور اللہ کی ناراضگی حاصل ہوتی ہے۔

اور دنیا سے **زھد** یہ کہ یہاں کی پر بہار نعمتوں کو ابدی اور دائمی سمجھ کر اس کو آخرت پر ترجیح نہ دے، بلکہ آخرت کے مقابلہ میں اس کو ہیچ سمجھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بل تؤثرون الحياة الدنيا والآخرة خير وأبقى" (مگر تم دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو، حالانکہ آخرت کی زندگی بہتر اور باقی رہنے والی ہے) (الاعلیٰ ۱۷)

اور لوگوں سے **زھد** یہ کہ لوگوں کے قبضہ میں جو چیزیں ہیں ان کو اللہ کے قبضۂ قدرت کی چیزوں سے حقیر ترین سمجھے، کامل اعتماد اللہ پر ہو، دنیا کا حصول جائز اور حلال طریقے سے اور بقدر ضرورت وکفایت ہو، اور لوگوں سے تعلقات جائز اور حلال چیزوں میں رہیں، ناجائز طریقوں سے مال کے حاصل کرنے کے نتائج بھی برے ہی ہوتے ہیں۔

اسلاف نے **زھد** کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، ایک تو اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت اور شرک سے بچنا، دوسرے تمام معاصی سے بچنا اور تیسرے حلال وحرام م[1]

زھد سے ترکِ دنیا اور ترکِ تعلقات اس طرح مراد نہیں ہیں جس طرح [2]
اختیار کر رکھا ہے، یعنی دنیا داری سے بالکل ہی الگ تھلگ رہ کر دوسروں
بن جانا اور دوسروں کے بھروسے پر زندگی گذارنا حتیٰ کہ روزمرہ زندگی کی

---

[1] سیرتِ محدثین میں ان کی سیرت گذر چکی ہے۔ [2] جامع العلوم

لباس، بود و باش وغیرہ کی تکمیل بھی خود کرنا گناہ سمجھتے ہیں اور دوسروں کے محتاج بن جاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو کھانا پینا اور دیگر حاجات بشری پر زبردستی کنٹرول کرتے ہیں مثلاً اچھا کھانا، اچھا لباس، سکون کی رہائش وغیرہ ترک کرکے اپنے نفس کو مختلف قسم کی اذیتیں دیا کرتے ہیں یہ زھد نہیں ہے بلکہ یہ تو رہبانیت ہے جس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے:

"لارھبانیۃ فی الاسلام" (اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے) [1]

جینے کی بنیادی ضروریات تو انسان کو ضرور ہی پوری کرنی چاہئے۔ اپنے آرام وسکون کا خیال رکھنا بھی برا نہیں ہے، لیکن ان چیزوں میں اسراف اور عیش وعشرت سے احتراز اور جائز وناجائز کا خیال رکھنا ضروری ہوگا۔ قرآن وحدیث میں اس پر کثرت سے دلائل ملتے ہیں۔ ہم کو چاہئے کہ ان کا مطالعہ کریں۔ اور عمل کریں۔

سوانح راوی حدیث سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارث بن عمرو بن الخزرج بن ساعدہ الانصاری الساعدی۔ یہ مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔ ان کا نام "حزن" تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سہل" رکھا۔ جب حضور نے وفات پائی تو ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ مدینہ میں ۹۱ھ میں انتقال فرمایا، اور بعضوں نے ۸۸ھ بیان کیا ہے۔ یہ سب سے آخری صحابی ہیں۔ جن کا انتقال مدینہ میں ہوا [2] اور بعض نے ان کا انتقال ۹۶ھ میں ایک سو یا ننانوے سال کی عمر میں بتایا ہے۔

ابوحازم فرماتے ہیں "سمعت سھل بن سعد یقول لومت لم تسمعوا من احد یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں نے سہل بن سعد کو کہتے ہوئے سنا اگر میں مرجاؤں تو تم کسی کو یہ کہتے ہوئے نہ سن سکو گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں انتقال فرمانے والے یہ آخری صحابی تھے [3] اس سے پہلے حضرت جابر بن عبداللہ کے تعلق سے بھی یہ قول گذرا ہے۔

---

[1] مسند احمد [2] اکمال ص۵۹۶، [3] الریاض المستطابہ ص۱۱۱

حدیث ۳۲

کسی کو نقصان پہنچانے کی ممانعت

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ». حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارَقُطْنِي وَغَيْرُهُمَا مُسْنَداً. وَرَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُوَطَّإِ مُرْسَلاً عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْقَطَ أَبَا سَعِيدٍ، وَلَهُ طُرُقٌ يُقَوِّي بَعْضُهَا بَعْضاً.

تخریج حدیث اس حدیث کو ابن ماجہ نے "کتاب الأحکام" باب من بنی فی حقه ما یضر جاره" میں فضیل بن سلیمان کی روایت سے بیان کیا ہے، اور دوسری سند میں جابر الجعفی سے روایت کیا ہے، اس کے علاوہ مؤطا نے "کتاب الأقضیة" میں اور مسند احمد نے بھی بیان کیا ہے باب ۵ حدیث ۳۲۷ - ابن رجب حنبلی کہتے ہیں کہ جمہور اہل علم نے اس حدیث کو قبول کیا ہے، اور اس کو قابل حجت کہا ہے۔[1]

ترجمہ حدیث حضرت ابو سعید سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے درپے رہو۔"

---

[1] جامع العلوم والحکم

یہ حدیث حسن[۱] ہے، اس کو ابن ماجہ اور دارقطنی وغیرہ نے مسنداً[۱] بیان کیا ہے اور مالک نے موطا میں عمرو بن یحیٰ اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً[۱] بیان کیا ہے۔ درمیان سے ابوسعید کو چھوڑ دیا گیا ہے، امام نووی نے فرمایا کہ اس حدیث کو دوسری سندوں سے بھی بیان کیا گیا ہے، اس طرح ایک دوسرے سے مل کر یہ حدیث قوی بن جاتی ہے۔ (یعنی، قابلِ استدلال بن جاتی ہے۔)

شرح حدیث

یہ بڑی اہم حدیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے۔ مختصر سے دو جملوں میں انتہائی بلیغ انداز میں نقصان پہنچانے کی تمام نوعیتوں کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرر پہنچانے کی کوئی گنجائش اسلام میں نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر اسلام کا دارومدار ہے۔

اس حدیث میں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں "ضَرَر" اور "ضِرَار" ان دونوں کے معنی ایک ہیں یا الگ الگ ہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ دونوں لفظ ایک ہی معنی میں بطور تاکید استعمال ہوئے ہیں اور بعض نے کہا کہ دونوں الگ الگ معنی کے لیے استعمال ہوئے ہیں، کیونکہ پہلا لفظ "ضَرَر" یہ اسم ہے، اور دوسرا لفظ "ضِرَار" یہ فعل ہے اور یہی مشہور قول ہے، اس لحاظ سے "ضَرَر" کے معنی مطلق نقصان پہنچانا ہے اور "ضِرَار" کے معنی ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا اور تکلیف دینا ہے، یہ دونوں کام فی نفسہ اسلام میں قطعاً منع ہیں، اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن اور حدیث میں اس کی کثرت سے مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً

① اپنے وارثوں میں سے کسی کو نقصان پہنچانے کی نیت سے اپنے مال کی وصیت کسی دوسرے کے حق میں کر دی جائے تاکہ حقیقی وارث کو نقصان پہنچے۔ حضرت ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "وصیت میں نقصان پہنچانا گناہ کبیرہ میں سے ہے۔"[۲]

---

[۱] ان تمام کی تعریفیں مصطلحات حدیث، میں دیکھ لی جائیں، نیز اس میں جن محدثین کا ذکر ہوا ہے ان تمام کی سیرت گذر چکی ہے۔

[۲] ابن کثیر۔ بعض آیت ۳۱ سورہ نساء۔ "ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيأتكم وندخلكم مدخلا كريما" (اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب رکھو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے۔ اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل دیں گے۔")

مگر ایسی صورت میں شرعی اعتبار سے پورے مال پر وصیت جاری نہ ہوگی بلکہ ثلث مال پر اس کا اطلاق ہوگا۔

(۲) بیویوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے ان کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دینا اور ان کو نہ طلاق دینا اور نہ ان کے ساتھ زندگی گذارنا، اور نیت یہ ہو کہ جتنی اور جس قسم کی تکلیف ان کو دی جا سکتی ہے دی جائے، یہ شرعاً منع ہے۔ یا تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرو یا ان کو احسن طریقہ سے چھوڑ دو۔ مثلاً ایام جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ بیوی کو طلاق دیتے پھر عدت گذرنے سے پہلے اس کو رجوع کر لیا کرتے، پھر طلاق دیتے، پھر رجوع کرتے، نہ اس کو قطعی رجوع کرتے اور نہ قطعی چھوڑ دیتے۔ اس لئے اسلام میں تین طلاق کی حد مقرر کی ہے تاکہ بیویاں شوہروں کے ظلم وستم کا شکار نہ بنیں۔

مگر آج کل یہی چیز ہمارے معاشرے کے کم فہم، بے علم اور ناقبت اندیش نادان لوگوں کی سرشت بن گئی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں معصوم لڑکیاں، جاہل شوہروں اور سسرالی رشتہ داروں کے ظلم وستم کی بھینٹ چڑھی ہوئی ہیں۔

(۳) تجارتی معاملات میں قیمتوں کو بڑھا دینا یا کم کر دینا، تاکہ اپنے مقابل کو نقصان پہنچے، اسی طرح اپنے پڑوس کو تکلیف دینے کی خاطر اونچی اونچی عمارتیں تعمیر کر لینا، تاکہ پڑوس کے گھر سے روشنی، ہوا وغیرہ کو روک دیا جائے۔ وغیرہ

انسان جب ضدی بن جاتا ہے تو اپنے مقابل شخص کو جتنی تکلیف پہنچا سکتا ہے مکمل حیثیت سے پہنچانے کے درپے رہتا ہے۔ اور اس کیلئے ہر جائز و ناجائز حیلہ سازیوں کا شکار بن کر اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے رات دن کوشاں رہتا ہے۔ یہ سراسر خلافِ شرع ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجرم کو بھی سزا نہ دی جائے، مجرم کو اس کے جرم پر عدل وانصاف کے ساتھ بغیر کمی اور زیادتی کے سزا دی جائے گی، یہ "ضَرَر" اور "اِضْرَار" میں سے نہ ہوگا۔ یہاں مراد ناحق، بلا وجہ انتقامی جذبہ کے تحت، یا عداوت اور دشمنی کی وجہ نقصان پہنچانے کی نیت سے ظلم وزیادتی کرنا ہے۔ جس سے منع کیا گیا ہے۔[1]

---

[1] تلخیص جامع العلوم والحکم ص ۲۸۶

سوانح راوی حدیث سعد بن مالک بن سنان الخدری بن عبید بن الخزرج الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ یہ اپنی کنیت (ابوسعید الخدری) سے زیادہ معروف ہیں۔ غزوۂ احد کے موقع پر کمسن تھے، ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے، اور کوئی ترکہ باقی نہ چھوڑا، اس طرح ابوسعید بچپن ہی سے عسرت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے، معاشی مشکلات کے باوجود تحصیل حدیث میں کوئی شخص ان کا حریف ثابت نہ ہو سکا[1] وہی بیان کرتے ہیں کہ:

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے اور کچھ ترکہ مال سے نہ چھوڑا۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا" من یستعفف یعفہ اللہ و من یستغن یغنہ اللہ "جو شخص عفت چاہتا ہے اس کو اللہ عفت و پاکدامنی عطا فرماتا ہے اور جو بے نیازی چاہتا ہے اللہ اسکو بے نیاز کردیتا ہے میں نے کہا یہ چاہت میرے سوا کسی نے کبھی نہیں کی۔

یہ کم عمر صحابی تھے اور بڑے بے باک حق گو تھے، اصحاب صفہ میں سے تھے، یہ ان صحابہ میں سے تھے جنھوں نے "لا تاخذھم فی اللہ لومۃ لائم" اللہ تعالی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت انھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گی۔" کے تحت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کئے تھے۔

صحابہ ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، نوجوان صحابہ میں ان سے زیادہ کوئی فقیہہ نہ تھا۔[2]

انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی، ان میں سب سے پہلا غزوہ خندق ہے۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونسٹھ (۶۴) سال زندہ رہے۔ اس عرصہ میں انھوں نے کبار صحابہ سے حدیثیں اخذ کیں۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ان کا شمار سات کثیر الروایت صحابہ میں ہوتا ہے۔

ان سے جملہ ایک ہزار ایک سو ستر (۱۱۷۰) حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری سے بہت سے صحابہ اور تابعین نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ مدینہ منورہ میں ۷۴ھ میں انتقال فرما گئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، اس وقت ان کی عمر اسی (۸۰) سال اور بعض نے ۹۴ سال اور بعض نے ۸۴ سال کہا ہے۔[3]

*****

---

[1] الحدیث والمحدثون ص۱۳۴ ، [2] الریاض المستطابہ ص۹۹ ،
[3] الحدیث والمحدثون ، اکمال ص۵۹۸ ، شرح اربعین ص۱۴۰ ،

حدیث ○

اسلامی قانون عدل

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ، لَادَّعَى رِجَالٌ أَمْوَالَ قَوْمٍ وَدِمَاءَهُمْ، لكِنِ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ» حَدِيثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الْبَيْهِقِي وَغَيْرُهُ هَكَذَا، وَبَعْضُهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ.

تخریج حدیث اس حدیث کی اصل بخاری اور مسلم نے ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی ہے۔ اس مفہوم کی احادیث بہت سی بیان ہوئی ہیں[1] بخاری کتاب الرھن باب[2] ترمذی "کتاب الأحکام باب ۱۱" ابن ماجہ "کتاب الأحکام باب ۷"۔

ترجمہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کو محض ان کے دعویٰ کے مطابق ہی (فیصلہ) دیدیا جائے تو ان میں بہت سے ایسے ہوں گے جو لوگوں کے مال اور ان کے خون پر بھی دعویٰ کر بیٹھیں گے' اس لئے مدعی کو چاہیئے کہ وہ گواہ پیش کرے اور جو انکار کرے (مدعیٰ علیہ) اس کو چاہیئے کہ قسم کھائے۔ یہ حدیث حسن ہے جس کو بیہقی وغیرہ نے اسی طرح بیان کیا ہے اور صحیحین میں بھی اس کا

---

[1] جامع العلوم والحکم ص۲۹۴ ، [2] سیرت حدیث ۱۹ میں گذر چکی ہے۔

کچھ حصہ بیان کیا گیا ہے۔

شرح حدیث یہ حدیث احکام دین میں اہم مقام رکھتی ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم میں سے ہے۔

شریعت نے حقوق اور معاملات کے دعویٰ کے لئے کچھ اصول مقرر کئے ہیں جن سے مدعی اور مدعیٰ علیہ کو جانچ کر فیصلہ دیا جاتا ہے کسی معاملہ کے تعلق سے کسی نے اگر دعویٰ پیش کیا تو شریعت نے مدعی کے لئے یہ شرط لگائی کہ وہ اس پر گواہ پیش کرے اور اگر مدعی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں گواہ پیش نہ کر سکا تو مدعیٰ علیہ کو قسم دلائی جائے گی۔ اس طرح شریعت نے ایک دوسرے پر غلط دعووں کا سد باب کیا ہے۔ ورنہ لوگ ناحق ایک دوسرے پر دعویٰ کر بیٹھتے اور دوسروں کے اموال پر قابض بن جاتے، اور اسی طرح جو چاہتا کسی پر خونی دعویٰ کر بیٹھتا اور بغیر کسی دلیل کے دوسرے کا خون خرابہ چاہتا اس لئے شریعت نے یہ قید لگادی تاکہ لوگوں کی حقوق تلفی کا انسداد ہو سکے۔

یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص جھوٹی گواہی دلا دے یا کوئی جھوٹی قسم کھالے اور دوسرے کا مال غضب کر جائے، ان دونوں شخصوں کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ترین وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

اور یہ چیز آجکل مقدموں کا معمول بن چکی ہے، کئی اہم ترین مقدمے صحیح ہونے کے باوجود ناکام ہو جاتے ہیں اور کئی مقدمے غلط ہونے کے باوجود کامیاب ہو جاتے ہیں اس لئے مختصراً چند احادیث پیش خدمت ہیں۔ تفصیل کے لئے کتب فقہ ملاحظہ ہوں۔

① جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں"؟ صحابہ نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ (بتلایئے)" آپ نے فرمایا "اللہ رب العزت کے ساتھ شرک کرنا، اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا" راوی کا بیان ہے کہ آپ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے کہ دفعتاً اٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ "سن لو جھوٹی گواہی، سن لو جھوٹی بات" آپ بار بار اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم کہنے لگے کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے۔[1] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ"

[1] بخاری و مسلم۔

جھوٹی بات سے بچتے رہو[۱] اور فرمایا" وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ" اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے[۲] ان آیات اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹ اور جھوٹی گواہی ہے۔

(۲) جھوٹی قسم سے کسی کا مال غصب کر لینا حرام ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص کسی مسلمان آدمی کا حق اپنی قسم کے ساتھ لے اللہ اس کے لئے آگ کو واجب کر دیتا ہے اور جنت اس پر حرام کر دیتا ہے" ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول اگرچہ معمولی چیز ہو فرمایا اگرچہ پیلو کے درخت کی ٹہنی ہو" (مسلم)۔

(۳) کیا عدالت سے فیصلے ہونے پر جرم سے برات ہو جائے گی؟

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں تو ایک انسان ہوں، اور تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو، اور ممکن ہے تم میں سے بعض اپنی دلیل بیان کرنے میں دوسروں کی بہ نسبت زیادہ چرب زبان ہوں اور میں اس سے سنی ہوئی بات پر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، اگر میں کسی کے لئے اس کے بھائی کے حق سے فیصلہ کر دوں تو وہ اسے ہرگز نہ لے کیونکہ میں اس کے حق میں آگ کے ایک ٹکڑے کا فیصلہ کر رہا ہوں۔[۳]

(۴) جج (قاضی) کی ذمہ داری۔

جج (قاضی) تین قسم کے ہیں، ان میں سے ایک تو جنتی ہوگا اور دو جہنمی، جو جنتی ہوگا وہ ایسا قاضی ہوگا جس نے حق کے مطابق فیصلہ کیا ہوگا اور جو قاضی حق جانتے ہوئے بھی غلط فیصلہ کرے گا وہ جہنمی ہوگا اور جو قاضی اپنی جہالت سے لوگوں کا فیصلہ کرے گا وہ بھی جہنمی ہوگا"[۴]

یہ وہ واضح دلائل ہیں جن پر ان حضرات کو غور و فکر کرنی چاہئے جو جھوٹی گواہی کے ذریعہ یا جھوٹی قسموں کے ذریعہ مقدمے جیتتے اور دوسروں کا مال غصب کر جاتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی عبرت ہے جو عدالتوں میں حاضر ہو کر جھوٹی قسم کھانے اور جھوٹی گواہی دینے کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں۔ اور ان وکلا اور ججوں کے لئے بھی اس میں نصیحت ہے جو دولت کی خاطر غلط اور بے جا مقدمات کی پیروی کرتے اور غلط فیصلوں سے دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

اللہ ہر ایک کو ہدایت عطا فرمائے۔

*****

---

[۱] الحج آیت ۳۰، [۲] الفرقان آیت ۷۲، [۳] متفق علیہ، [۴] ابوداؤد وغیرہ

حدیث (۷۶)

برائیوں سے روکنا اور بھلائیوں کا حکم کرنا ہر مسلمان کا کام ہے

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ» رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

تخریج حدیث اس حدیث کو مسلم نے قیس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن أبي سعيد، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ[1] بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو شخص تم میں سے کوئی خلافِ شرع کام دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے برا جانے یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث یہ حدیث اپنے مضمون کے اعتبار سے بڑی اہم ہے بعض نے اس کو مرتبہ میں نصف دین اور بعض نے ثلث دین قرار دیا ہے۔[2]

مسلم شریف میں طارق بن شہاب سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔ اس کی ابتدا یوں ہے" طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ

---

[1] حدیث ۳۲ میں سیرت گذر چکی ہے۔ [2] دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين الصديقي الشافعي

شروع کیا وہ مروان تھا (حکم کا بیٹا جو خلفائے بنی امیہ سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا خطبہ سے پہلے نماز پڑھنا چاہیے' مروان نے کہا یہ بات موقوف کر دی گئی ہے' حضرت ابوسعید خدری نے کہا اس شخص نے (جو مروان کو خطبہ دینے سے روکا) اپنا حق ادا کر دیا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (مذکورہ حدیث پیش فرمائی) ۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عید کے دن سب سے پہلے جس نے نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا[۱] حالانکہ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کی سنت سے یہی ثابت ہے کہ انھوں نے پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ فرمایا اور تمام ملکوں کے فقہاء کا یہی قول ہے' اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے' اس لیے مروان کو ایک شخص نے روکا اور حضرت ابوسعید خدری نے یہ حدیث سنائی کیونکہ اس کا یہ عمل خلاف سنت تھا اور جو خلاف سنت ہوگا وہ خلاف شرع ہوگا۔

اور دوسری روایت جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے باب "صلاۃ العید" میں بیان کیا ہے فرمایا "مروان کو ممبر پر جاتے ہوئے جب دیکھا تو ابوسعید نے خود اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا[۲]"

گویا غیر شرعی کاموں کے روکنے کے اس حکم میں تین طریقے بتلائے گئے ہیں۔

پہلا طریقہ: اگر کسی برائی کو روکنے کی طاقت ہے تو اپنے ہاتھ سے روکنا چاہیئے۔

دوسرا طریقہ: اگر کوئی طاقت اور قوت کے ذریعہ سے برائی کو نہیں روک سکتا تو زبان سے بول کر اس کو روک دینا چاہیئے۔

تیسرا طریقہ: اگر زبان سے روکنے کی جرأت نہیں ہے تو کم از کم دل سے اس کام کی نفرت کرنا چاہیئے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے دل میں اس کو برا سمجھا لیکن زبان اور ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ گناہ سے بری ہوگیا اور اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا' اور جس نے اپنی طاقت کے مطابق تردید کی تو یہ شخص اس معصیت سے محفوظ رہا اور جس نے رضامندی اور خوشنودی کا اظہار کیا اور اسکی پیروی کی تو یہ شخص عاصی اور گنہگار ہے[۳]

---

[۱] بعض نے ان کے علاوہ جن کے نام بتلائے ہیں' نووی فرماتے ہیں کہ یہ سب روایتیں ثابت نہیں ہیں۔
[۲] مسلم شرح نووی' [۳] ایضاً۔

امام نووی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بالاجماع وجوب پر دلالت کرتا ہے اور بعض نے فرض کفایہ کہا ہے۔ اس کا انکار سوائے بعض رافضیوں کے کسی نے نہیں کیا ہے جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ [1]

اور "السراج الوہاج" میں ہے "مسلمانوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب ہے اور یہ دونوں دین کے بڑے ستون ہیں [2]"

اس لحاظ سے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنی قدرت، طاقت اور جرات کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرے۔

اگر ہر مسلمان اس کی اہمیت کو سمجھ لے تو انشاء اللہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی ہزار ہا مہلک برائیاں رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گی۔ آج ہمارے معاشرہ میں (گھر سے سوسائیٹیوں تک) زندگی کے ہر موڑ میں غیر شرعی کاموں کی ترویج ہوتی جا رہی ہے۔ کوئی مسلمان یہ نہ سمجھے کہ میں اس کو روک نہیں سکتا، کم از کم روکنے کا حق ادا کر دے چاہے اس کا ارتکاب کرنے والا مانے یا نہ مانے، دونوں صورتوں میں روکنے والے کو اجر وثواب ہوگا اور حجت پوری ہو جائے گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ نرمی اور ملایمت کے ساتھ ہو، سختی اور شدت کے ساتھ نہ ہو۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں میں ایک آدمی بھی ایسا ہو جو ان میں رہتا سہتا ہو اور گناہ کرتا ہو اور وہ لوگ گناہ سے ہٹا کر صحیح راستے پر ڈالنے کی قوت ہوتے ہوئے اس کو صحیح راستہ پر نہ ڈالیں تو ان کے مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ضرور اپنا عذاب ان پر بھیجیں گے۔ [3]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قرآن وحدیث کی بے شمار دلیلیں موجود ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہر ایک کو پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] مسلم مترجم جلد اول [2] شرح مسلم نواب صدیق حسن خان قنوجی [3] ابوداود، ابن ماجہ

حدیث (۳۵)

اجتماعی آداب کی تعلیم

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ — رَضِيَ اللهُ عَنْهُ — قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : « لَا تَحَاسَدُوا ، وَلَا تَنَاجَشُوا ، وَلَا تَبَاغَضُوا ، وَلَا تَدَابَرُوا ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَاناً . الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ ، وَلَا يَحْقِرُهُ ، التَّقْوَى هَهُنَا ، وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، بِحَسْبِ امْرِىءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ : دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ » رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو مسلم نے "ابی سعید مولی عبداللہ بن عامر بن کریز عن ابی ھریرۃ[1]" سے "کتاب البر والصلة والآداب باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله" میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "آپس میں حسد نہ کرو، اور کسی کے سودے پر سودا نہ کرو، (یعنی خریدنے کا ارادہ تو نہیں مگر دھوکہ میں ڈالنے کے لئے قیمت بڑھا دینا تاکہ دوسرے کا نقصان ہو)

---

[1] سیرت حدیث ۹ میں گذر چکی ہے۔

اور باہم بغض نہ رکھو اور آپس میں بے تعلقی اختیار نہ کرو اور کوئی کسی کی خرید و فروخت پر معاملہ نہ کرے اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے، اور اس کو بے کسی کی حالت میں نہ چھوڑے اور نہ اس کو جھٹلائے اور نہ اس کو حقیر جانے، تقویٰ اس جگہ ہے، اور آپ اپنے سینہ کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرماتے رہے، انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، مسلمان کی ہر چیز خون اور مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (مسلم)

شرح حدیث اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے جامع ترین تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں جو اجتماعی آداب زندگی پر منحصر ہیں، آپس میں حسد، بغض و عناد، اور ایک دوسرے کی تحقیر اور تکذیب اور باہمی ظلم و زیادتی، یہ وہ چیزیں ہیں جو ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے جدا کر دیتی ہیں اور معاشرے میں پھوٹ ڈال دیتی ہیں اور دلوں کو آپس کی محبت سے دور کر دیتی ہیں جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے افراد کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ وہ آپس میں بھائی بنے رہیں، کیونکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس کو کسی بھی طرح یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے بھائی کو اپنے سے جدا رکھ کر نقصان پہنچائے، اس لئے اس میں مزید ان تمام چیزوں کو بھی بیان فرمایا جو ایک شخص کو دوسرے سے متنفر کرانے والی ہیں، مثلاً آپس میں قطع تعلق کرنا، ایک دوسرے سے اعراض کرنا اور اس طرح چھوڑ دینا گویا وہ ایک ذرۂ بے قدر ہے، کیونکہ یہ چیز آپس کی محبت میں فرق پیدا کرنے والی ہے۔

بسا اوقات آپس کی دشمنی کا سبب بیع و شراء (خرید و فروخت کا معاملہ) بھی ہے اس لئے اس کے بھی ہمیں آداب بتلا دیئے گئے ہیں کہ بیع و شراء میں ایمان داری اور شرافت برقرار رہے۔ خواہ مخواہ دوسرے کو دھوکہ دینے کی خاطر قیمتوں میں اضافہ کر دینا، جیسا کہ اکثر نیلام اور ہراج کے موقعہ پر ہوتا ہے، کہ کئی فرضی دلال ایسے ٹھہرائے جاتے ہیں جن کا کام قیمتوں کو بڑھا کر لوگوں کو دھوکہ دینا اور ان سے زیادہ قیمت حاصل کرنا رہتا ہے، یہ بذاتِ خود خریدار نہیں رہتے بلکہ خریداروں کی شکلیں دکھا کر اصل خریداروں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اور اسی طرح دوسری شکل جس سے منع کیا گیا وہ ہے "ایک دوسرے کی خرید و فروخت پر معاملہ کرنا" یعنی کسی چیز کی قیمت بائع اور مشتری (بیچنے والا اور خریدنے والا)

میں طے پارہی ہے' ابھی بات ختم نہ ہوئی کہ دوسرے نے اس میں اضافہ کر دیا' یا اپنے بھائی کی بیع کو نقصان پہنچانے کی خاطر اپنی چیز کی قیمت میں کمی کر دی' اور مقصد اپنے مقابل کو نقصان پہنچانا ہو۔ ہاں اگر کسی کی نیت قیمت کی زیادتی کی پرواہ کیے بغیر خریدنے کی ہی ہو' یا کم نفع پر تجارت کرنے کی نیت ہے تو ایسی صورت میں قیمت میں اضافہ کر لینے یا تجارتی نفع کو کم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دراصل مقصد اپنے مدمقابل کو نقصان پہنچانا نہ ہو۔

چونکہ یہ صورتیں بھی آپس میں اختلاف پیدا کر دیتی ہیں' اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تجارتی معاملات کو بھی صحیح طریقہ سے انجام دینے کی تعلیم فرمائی ہے۔

پھر آپ نے مقام تقویٰ "دل" کو قرار دیتے ہوئے تین بار اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ ان تمام کا تعلق اسی سے ہے' اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کا نام ہی تقویٰ ہے اور ایک متقی اور پرہیزگار اور خداترس انسان کے لیے یہ کبھی بھی سزاوار نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کا ناحق خون خرابہ کرے اور اس کے مال واسباب کو تباہ کر دے اور اس کی عزت و آبرو سے کھیلے۔

یہ وہ تمام اصولی چیزیں ہیں جن کی پابندی حقیقت میں اُمتِ مسلمہ کے متحد و منضبط ہونے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس حدیث کی ہر تعلیم ایک مبسوط مضمون کی متقاضی ہے۔ قارئین سے گذارش ہیکہ اس کے ہر موضوع پر قرآن و حدیث کا مطالعہ فرمائیں تاکہ اپنی اصلاح کے لئے مدد مل سکے۔

حدیث (۳۶)

جسکے عمل نے اسے پیچھے چھوڑا اسکا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکے گا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيامَةِ ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيا والْآخِرَةِ ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيا والْآخِرَةِ ، واللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ ما كانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ . وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْماً سَهَّلَ اللهُ لَهُ بِهِ طَرِيقاً إِلَى الْجَنَّةِ ، وما اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللهِ تَعالَى يَتْلُونَ كِتابَ اللهِ ، وَيَتَدارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلائِكَةُ ، وذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ » رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو مسلم نے "کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن" میں اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ' بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا" جو شخص کسی مومن کی دنیاوی

پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور کرے اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور فرما دیں گے، اور جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی (یعنی اپنے قرض کے لیے اس پر سختی اور تقاضہ نہ کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے دنیا و آخرت میں آسانی فرما دیں گے اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو حق تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، اور اللہ رب العزت اس وقت تک اپنے بندہ کی مدد میں رہے گا جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہے گا، اور جو شخص علم (دین) حاصل کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دے گا اور جو لوگ اللہ کے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور آپس میں ایک دوسرے سے پڑھتے ہیں تو ان پر سکون اور اطمینان کا نزول ہوگا اور رحمت ان کو ڈھانپ لے گی اور فرشتے ان کو گھیر لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے پاس رہنے والوں (یعنی فرشتوں) میں کرے گا۔

اور جس کا عمل کوتاہی کرے گا، اس کا خاندان (حسب و نسب) کچھ کام نہ آئے گا۔

اس کو مسلم نے ان ہی الفاظ میں بیان کیا ہے۔

شرح حدیث اس حدیث میں کئی اہم ترین چیزیں بیان کی گئی ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ان لوگوں کی کفالت دنیا و آخرت میں کریں گے جو دنیا میں اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتے اور ان کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں، اور ان کی پریشانیوں کا مداوا بنتے اور عیبوں کو چھپاتے ہیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے کے عیوب تلاش مت کرو جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کیا اور اسے بدنام کیا تو اللہ اس کا عیب تلاش کرے گا اور اسے اس کے گھر میں ذلیل و رسوا کرے گا۔[1]

پھر علم دین کی اہمیت اور قرآن کریم کے پڑھنے اور اس کا فہم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی۔

یہ تمام وہ چیزیں ہیں جو اس حدیث سے واضح ہیں اور آخر میں ایک انتہائی اہم بات

---

[1] ابن کثیر، اشرف الحواشی یعنی آیت ۱۹ سورۃ النور۔

بتلائی گئی وہ ہے "من أبطأ به عمله لم يسرع به نسبه" (جسکے عمل نے اسے پیچھے رکھا اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکے گا)، یہ بہت ہی قابلِ غور ہے اور ان لوگوں کے لئے قابلِ عبرت ہے جو خود بے عمل رہ کر اپنے بزرگوں کے اعمال پر تکیہ کر کے اپنے آپ کو بے بنیاد اور غلط قسم کی آرزوؤں میں مگن رکھتے ہیں۔ [1]

اس سلسلہ میں اگر ہم یہود کے کردار کا جائزہ لیں تو حدیث کا یہ موضوع بآسانی ذہن نشین ہوسکے گا۔

یہود حضرت ابراہیمؑ حضرت یعقوب اور ان کی اولاد انبیاء علیہم السلام کی طرف اپنی نسبت پر فخر کرتے، جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اللہ کا محبوب اور پیارا سمجھتے لیکن عمل وکردار سے بے رخی اختیار کر لیتے، اور انبیاء علیہم السلام کے پیغامات کو نظر انداز کر ڈالتے اور من مانی زندگی گذارتے، ان کی اس خوش فہمی کو قرآن نے متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے اور ان کے اس فہم باطل کی تردید فرمائی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

① یہود اپنی تمام سیاہ کاریوں کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں۔ ہم چاہے کتنے بھی گناہ کریں جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے اور اگر ڈالے بھی گئے تو چند دن وہاں رکھ کر نکالے جائیں گے ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی کہا کرتے دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے، اس لئے ہم ہر ہزار سال کے بدلے صرف ایک دن جہنم میں رہیں گے۔ کبھی کہتے کہ ہم نے صرف چالیس دن بچھڑے کی پوجا کی ہے اس لئے صرف چالیس روز جہنم میں رہیں گے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً "(اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہم کو چھوئے گی بھی نہیں مگر گنتی کے چند روز) [2]

② اور کبھی کہتے کہ "وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ" (یہود کہتے ہیں کہ) یہود کے سوا اور (نصاریٰ کہتے ہیں کہ) نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ [3]

③ اس دعویٰ کو اللہ تعالیٰ نے یوں باطل قرار دیا "تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" (یہ ان کی من مانی آرزوئیں ہیں، اے پیغمبر کہہ دے اگر سچے

---

[1] ترجمان القرآن۔ اشرف الحواشی۔ النور ۱۹ [2] البقرہ ۸۰، اشرف الحواشی۔ [3] البقرہ ۱۱۱۔

ہو تو اپنی سند لاؤ۔[۱]

جن انبیاء علیہم السلام کی طرف محض انتساب سے یا ان کی اولاد ہونے پر انہیں فخر تھا اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کی برأت یوں فرمائی۔

"تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ" یہ ایک اُمت تھی جو گذر گئی (یعنی ابراہیم یعقوب اور ان کی اولاد) ان کا کیا ان کے لئے اور تمہارا کیا تمہارے لئے اور ان کے کئے کی تم سے پوچھ نہ ہوگی۔[۲]

اس جگہ یہود کو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے کہ وہ انبیاء اور صلحاء کی طرف انتساب پر مغرور نہ ہوں' یہ انتساب تمہارے کچھ کام نہ آسکے گا بلکہ نجات کا مدار انسان کے خود اپنے اعمال پر ہے' ان کے اعمال ان کے ساتھ گئے اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہوں گے۔[۳]

مذکورہ تمام آیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسب نسب اور ذات پات اور نسبت کی کوئی اہمیت نہیں ہے' بلکہ ان کے نزدیک عمل صالح کی اہمیت ہے: جیسے ارشاد فرمایا" إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ" (بے شک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو اپنے مالک کے پاس ان کا صلہ ملے گا۔ نہ ان کو ڈر ہوگا نہ رنج۔[۴])

گویا یہاں قرآن نے نجات اخروی اور قرب الٰہی کے لئے ایک اصول مقرر کیا کہ نجات کا مدار ایمان باللہ' عمل صالح اور ایمان بالآخرت پر ہے' اس آیت میں یہود کی گروہی عصبیت کی تردید کردی گئی ہے۔[۵]

اس مختصر خاکہ کو ذہن نشین رکھ کر حدیث کے آخری جز پر غور کرتے ہوئے مسلمان بھائیوں کا جائزہ لیں کہ وہ کس اطمینان سے بے عملی کا نمونہ بنے ہوئے اور بزرگوں پر تکیہ کئے ہوئے ہیں۔ مثلاً

یہ خیال کرنا کہ فلاں فلاں بزرگ قیامت کے دن ہمارے سفارشی ہوں گے یا اپنا

---

[۱] البقرہ ۱۱۱، [۲] البقرہ ۱۳۴ اور ۱۴۱، [۳] اشرف الحواشی مذکورہ آیت،
[۴] البقرہ ۶۲، [۵] اشرف الحواشی، ایضا۔

انتساب کسی معروف خاندان وقبیلہ کی طرف کرلینا اور اس پر نازاں رہنا مثلاً سید، شیخ، مغل، پٹھان، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، حسنی و حسینی، قریشی، اور انصاری وغیرہ۔

یا پیری و مریدی سے وابستہ ہو کر کسی پیر کی طرف نسبت کرلینا اور تصوف کے کسی زمرہ میں شامل ہونے کو ہی باعثِ افتخار سمجھنا۔ مثلاً چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، شاذلی، داتا بخشی وغیرہ۔

یا کسی خانقاہی نظام سے وابستہ ہو جانا یا کسی قبر کی مجاوری کرلینا اور کسی درگاہ کی، سجادہ نشینی کو اختیار کرکے اسی کو باعثِ نجات سمجھنا۔

حالانکہ ان انتساب شدگان میں بیشتر ایسے ہوتے ہیں جن کے اعمال ہیں ان کے بزرگوں کے اعمال سے ذرہ برابر بھی یگانگت نہیں پائی جاتی بلکہ بدعملی ان کی پیشانیوں پر کلنک کا ٹیکہ بنی ہوئی ملے گی۔ جب کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تک یہ نصیحت فرمادی" یافاطمۃ بنت محمد سلینی ماشئت لا اُغنی عنکِ من اللہ شیئًا " اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے مال سے تو جس قدر چاہے سوال کرلے اللہ تعالیٰ کے ہاں میں تیرے کچھ کام نہیں آسکتا۔ [1]

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان خود بے دین، بے عمل رہ کر کسی بزرگ کی طرف بھی منسوب ہو جائے یا کسی بھی اشرف ترین خاندان سے منسلک ہو جائے اللہ کے نزدیک اس کی وجہ سے قابلِ احترام ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ قابلِ احترام وہ ہوگا جو اللہ کے نزدیک عمل میں بڑھا ہوا ہوگا گرچہ ایک غلام اور فقیر ہی کیوں نہ ہو، صرف پیغمبروں اور بزرگوں کی اولاد ہونا کچھ مفید نہیں۔

حدیث کے اس آخری جملہ پر بار بار غور کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔

---

[1] متفق علیہ

حدیث (۳۷)

اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکیوں اور برائیوں کے لکھنے کا طریقہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ - تَبَارَكَ وَتَعَالَى - قَالَ: «إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً»، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فِي صَحِيحَيْهِمَا بِهَذِهِ الْحُرُوفِ.

تخریج حدیث اس حدیث کو بخاری نے "کتاب الرقاق باب من ھم بحسنة أو سیئة" اور "کتاب التوحید" میں بیان کیا ہے اور مسلم نے "کتاب الإیمان باب إذا ھم العبد بحسنة کتبت وإذا ھم بسیئة لم تکتب" میں ذکر کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابن عباس[1] رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا[2] کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں

---

[1] سیرت حدیث نمبر ۱۹ میں گذر چکی ہے۔ [2] یہ حدیث قدسی ہے، تعریف اصطلاحات میں دیکھ لی جائے۔

اور برائیاں سب مقرر فرما دی ہیں، پھر ہر ایک کا درجہ واضح طریقے سے بیان فرما دیا ہے لہذا جس شخص نے ایک نیکی کا ارادہ کیا لیکن ابھی تک اس کو کیا نہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک کامل نیکی کا ثواب عطا فرماتے ہیں اور اگر ارادہ کے بعد اس کو کر بھی لیتا ہے تو دس نیکیوں سے سات سو نیکیوں تک کا ثواب عطا فرماتے ہیں بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ، اور اگر برائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن اس کو کرتا نہیں ہے تو اللہ اس کے بدلے میں ایک پوری نیکی لکھتا ہے، اور اگر ارادہ کے بعد وہ برائی کر بیٹھتا ہے تو ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں ان ہی الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

شرح حدیث یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر وسیع ترین رحمت پر مبنی ہے، اس معنی و مفہوم کی بہت سے حدیثیں بیان ہوئی ہیں اور قرآن کریم میں بھی متعدد مقامات پر رحمتِ خداوندی کی اس فیاضی کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر یہ بے بہا رحمت کتنی پیاری ہے۔

(۱) بندہ صرف نیکی کا ارادہ کرتا ہے، ابھی نیکی کرتا نہیں مگر محض ارادہ پر اس کے نامۂ اعمال میں ایک مکمل نیکی "حسنة كاملة" لکھ دی جاتی ہے۔

(۲) اور اگر نیکی کا ارادہ کرے، اور نیکی کر بھی لے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار دس نیکیوں سے سات سو نیکیوں تک ہوگا۔ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔ جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث میں ہے "ان اللہ لیضاعف الحسنة ألفي ألف حسنة" کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کی بیس لاکھ نیکیاں بنا دیتا ہے۔ اسی کو فرمایا "مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً" "کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے اس کو کئی حصے زیادہ دے گا"[1]

(۳) اور اگر کسی نے برائی کے کرنے کا عزم کیا لیکن برائی ابھی اس نے نہیں کی، اللہ کے خوف اور ڈر سے اللہ کی رحمت کی جویائی میں اس ارادہ کو ترک کر دیا تو ایسے شخص کے لئے ایک مکمل نیکی "حسنة كاملة" لکھ دی جائے گی۔

یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس برائی کو خدا کے خوف سے چھوڑا ہو، اگر کوئی شخص

---

[1] البقرہ۔ آیت ۲۴۵

برائی کا ارادہ کرے پھر قدرت نہ ہونے یا اسباب کے غیر موجود ہونے کی وجہ سے اس کو نہ کر سکے تو ایسی صورت میں گناہ چھوڑنے کا ثواب نہ ملے گا۔

(۴) اور اگر کسی نے برائی کا ارادہ کیا اور اس برائی کو عمل میں بھی لایا تو اس کے لئے صرف ایک گناہ "سیئۃ واحدۃ" لکھا جائے گا۔

یہ اللہ کا اپنے بندوں پر کس قدر الطاف وکرم ہے۔

ایک نکتہ کی بات یہ ہے کہ نیکی کا ارادہ کرنے پر، اور برائی کا ارادہ ترک کر دینے پر اللہ تعالیٰ نے "حسنۃ کاملۃ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو تاکیداً ہے۔ یعنی بغیر کسی کمی کے پوری نیکی دی جائے گی۔

لیکن اگر بندہ برائی کا ارادہ پورا کر بھی لیتا ہے تو اس کے لئے "سیئۃ واحدۃ" یعنی ایک گناہ کا لفظ استعمال کر کے اس کی کمی کا اظہار فرمایا ہے۔

یہ اپنے بندوں پر کس قدر شفقت کا انداز ہے، یہ صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو اس رحیمانہ برتاؤ سے اپنے بندوں کو گناہوں سے بچانا چاہتی ہے۔ ورنہ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اپنے بندوں کو کچھ بھی صلہ نہ دے اور کام لے لے، مگر اس کی عطا اپنے بندوں کے ذرہ برابر عمل کو بھی ضائع نہیں کرتی "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ" "جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا"۔[1]

اس مالکانہ رحمت وشفقت کے باوجود کتنے بدنصیب بندے ہوں گے جو قیامت کے دن اللہ کے حضور ایسے حاضر ہوں گے کہ ان کے اعمال میں ایک نیکی بھی نہ ہوگی۔

---

[1] سورۃ الزلزال، آیت ۷، ۸۔

حدیث

اولیاء اللہ کی فضیلت، فرائض اور نوافل کے ذریعہ تقرب الٰہی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ – رَضِيَ اللهُ عَنْهُ – قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ، وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَلَئِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ» رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

تخریج حدیث اس حدیث کو بخاری نے "کتاب الرقاق باب التواضع" میں بیان کیا ہے۔ یہ حدیث محمد بن عثمان بن کرامہ سے روایت کی گئی ہے، اس کے علاوہ دوسری سندوں سے بھی آئی ہے۔ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ تمام میں کلام ہے۔ (جامع العلوم ص۳۳۷)

ترجمہ حدیث حضرت ابوہریرہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد[2] ہے "جس نے میرے دوست سے

---

[1] حدیث ۹ میں سیرت گذر چکی ہے۔ [2] یہ حدیث قدسی ہے تعریف اصطلاحات میں دیکھیئے۔

دشمنی کی، میں اس کے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں، میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین چیز جس کے ذریعہ میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے وہ میری اس پر فرض کردہ چیز ہے، اور بندہ نوافل کے ذریعہ سے برابر میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں، جب میں اس کو چاہنے لگا تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہوں، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے حفاظت چاہتا ہے تو میں اس کا محافظ بن جاتا ہوں۔ (بخاری)

شرح حدیث

یہ حدیث قدسی ہے، اولیاء اللہ کے اوصاف میں جامع ترین ہے اور کئی اہم مضامین پر مشتمل ہے، اس میں ان تمام بدنصیبوں پر اللہ کی وعید کا ذکر بھی ہے جو اہل اللہ کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں، ان کو ستاتے، پریشان کرتے ان کا استہزا کرتے اور ان کی دینی پابندیوں پر فقرے کستے ہیں،

اس پر کئی واقعات شاہد ہیں کہ اہل اللہ سے دشمنی مول کر کوئی انسان سکون وچین کی زندگی بسر نہیں کرسکا، ان بندگانِ خدا کے ساتھ اللہ کی غیبی مدد ہوتی ہے جو ان کے دشمنوں کو ہمیشہ پسپا کرتی رہتی ہے، اس پر قرآن وحدیث اور سیرت وتاریخ میں ہزارہا مثالیں ملیں گی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میدانِ کارزار سے ان کے گھریلو معاملات تک میں ان کے دشمنوں کو ہزیمت دی ہے۔

نیز اس میں اجمالاً وہ تمام چیزیں بیان کردی گئی ہیں جو ایک ولی کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے درکار ہیں، اس میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے اس کے عائد کردہ فرائض اور نوافل کا اہتمام ضروری ہے۔ فرائض کی ادائیگی اور ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب یہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

اسی طرح نوافل کی کثرت، قرآن کی تلاوت، ذکرِ الٰہی، اور عدل واحسان وغیرہ، یہ تمام اللہ سے محبت کے ذرائع ہیں۔ جب بندہ اوامر ونواہی کا پابند ہوتا ہے تو اس کے تمام حرکات وسکنات، اس کا دیکھنا اور سننا، چلنا اور پھرنا، پکڑنا اور لینا، یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی

خوشنودی کے تابع ہوں گی۔ جب وہ سرتاپا اللہ کے احکام کا تابعدار ہو جائے گا تو اللہ کے نزدیک ایسا ہی شخص "ولی اللہ" کہلائے گا اور یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے ہی نیک بندوں کی حفاظت فرمائیں گے اور ان کا مانگا بھی پورا کریں گے۔

چونکہ یہ حدیث اولیاء اللہ کی صفات میں بڑی اہم ہے اس لئے مناسب ہے کہ قدرے تفصیل کے ساتھ اسکی وضاحت پیش کی جائے۔

اس سلسلے میں پہلے "ولی" کے معنی، مفہوم اور حیثیت سمجھنے کے لئے لغت اور قرآن و حدیث اور عرفِ عام سے مدد لی جا رہی ہے تاکہ اس کا صحیح اسلامی منشا متعین ہو سکے۔

ولی کی تعریف لغت میں :-

اَلْوَلِیُّ :- اَلنَّصِیْرُ، اَلْمُحِبُّ، اَلصَّدِیْقُ، اَلْحَلِیْفُ، وَیُقَالُ "اَلْمُؤْمِنُ وَلِیُّ اللّٰہِ" جمع "اَوْلِیَاء" [1]

یعنی ولی کے معنی مددگار، محبت کرنے والا، دوست، حلیف اور تابع اس لئے "مومن کو ولی اللہ" کہا جاتا ہے یعنی مومن اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ "ولی" کے معنی "دوست" ہیں اور اس جگہ "ولی" سے مراد "مومن" ہے۔

ولی کی تعریف قرآن میں :-

(۱) اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَوْلِیٰٓءُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ٥ (البقرہ ـ ۲۵۷)

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے، ان کو (کفر کے) اندھیرے سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے، اور کافروں کے حامی طاغوت (شیطان) ہیں ان کو روشنی سے (ایمان کی) جو اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کی فطرت میں (رکھی ہے) نکال کر (کفر کے) اندھیرے میں لے جاتے ہیں، یہی لوگ دوزخی ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(۲) اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ٥ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ

---

[1] المعجم الوسیط۔

اللّٰہِ ذَالِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ o (یونس۔ ۶۲، ۶۳، ۶۴)

ترجمہ: جولوگ اللہ کے ولی (دوست) ہیں ان کو ڈر ہوگا نہ غم، جولوگ ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشی ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، اور ولی کی صفات تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہیں۔

مذکورہ آیت میں اولیاء اللہ (اللہ کے دوستوں) کے بارہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ انہیں نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ غم، اس آیت میں اولیاء اللہ کی خود تشریح فرما دی اور وہ یہ کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق درست ہوا اور جن میں تقویٰ پایا جاتا ہو، معلوم ہوا کہ ہر انسان جو اپنے اندر عقیدہ وعمل کی صحت پیدا کرے گا وہ اللہ کا ولی ہو سکتا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ عقیدہ وعمل میں اخلاص کے اعتبار سے لوگوں کے مراتب ہوں گے۔ حضرت ابن عباس وغیرہ سے ارشاد نبوی منقول ہے کہ "اولیاء اللہ وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔" [1]

اولیاء اللہ کے لئے آخرت میں بشارت یعنی جنت ہے اور دنیا میں ان کے لئے کئی طرح کی بشارتیں ہیں، ایک بشارت تو قرآن کی متعدد آیات میں یہ دی گئی ہے کہ ان پر کوئی خوف وغم نہ ہوگا اور انہیں سچے خواب دکھائے جاتے، جیساکہ حدیث میں "الرؤیا الصادقۃ بشریٰ المومن" کہ سچا خواب مومن کے لئے بشارت ہے۔ ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، لوگوں میں قبولیت حاصل ہوتی ہے اور لوگ مدح وستائش سے ان کا ذکر کرتے ہیں جیساکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ یہ مدح مومن کے لئے دنیا میں بشارت ہے۔ [2]

ولی کی تعریف سنت میں:

ابوداؤد کی حدیث ہے، عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إن من عباد اللہ لأناسا ما ھم بأنبیاء ولا شھداء، یغبطھم الأنبیاء والشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ، قالوا یارسول اللہ

---

[1] اشرف الحواشی بحوالہ "درمنثور" بضمن آیت ۶۲، ۶۳، ۶۴ سورہ یونس

[2] اشرف الحواشی، بحوالہ "روح المعانی وشوکانی" بضمن آیت ۶۲، ۶۳، ۶۴ سورہ یونس

تخبرنا من هم؟ قال هم قوم تحابوا بروح الله على غير أرحام بينهم ولا أموال يتعاطونها فوالله إن وجوههم لنور وإنهم لعلى نور لا يخافون إذا خاف الناس ولا يحزنون إذا حزن الناس وقرأ هذه الاية "ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون". [1]

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے ہیں، نہ وہ انبیاء ہیں اور شہداء لیکن قیامت کے دن انبیاء و شہداء ان کے مرتبہ پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کون ہوں گے؟ فرمایا وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سبب آپس میں محبت رکھتے ہیں، ان میں کوئی رشتہ داری نہیں اور نہ مال ہے جس کا لین دین کرتے ہیں، اللہ کی قسم ان کے چہرے نورانی ہوں گے، وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، جب لوگ ڈریں گے ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ جب لوگ غم کریں گے وہ غم نہیں کھائیں گے "پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "سن لو اللہ کے دوست نہ ان پر خوف ہے نہ وہ غم کھائیں گے۔"

عرف عام میں ولی کی تعریف :-

عرف عام میں ولی کی تعریف لوگوں نے یہ سمجھ رکھی ہے کہ جس سے کوئی خرق عادت امور سرزد ہو جائیں، مثلاً ہواؤں میں اڑنا، سمندروں کی موجوں میں ٹھہرے ٹھہرے اس طرح نماز پڑھنا کہ اس کے مصلیٰ کو بھی پانی نہ چھوئے کشف و کرامات کا ظاہر ہو جانا، یا ایسی زندگی گذارنا جس میں فرائض اللہ اور سنت رسول اللہ تو دور کی بات رہی ایسی حرکتیں کرتے رہنا جس کو عقل سلیم بھی تسلیم نہ کرے۔ مثلاً اپنی عقل و خرد کو گم کر کے برہنہ پھرنا، غلاظت کھا جانا، انتہا درجہ کا گندا رہنا، حتی کہ بول و براز کی بھی ہوش و حواس نہ رہے جس کو عرف عام میں مجذوب کہا جاتا ہے، یا ایسا شخص ولی ہو سکتا ہے جو کسی پیر کا خلیفہ ہو، یا اس کا جوٹھا چکھ لیا ہو یا جام تبرک نوش کر لیا ہو، یا ایسا شخص جو گیروے یا سبز اور زرد کپڑے زیب تن کیا ہے اور ہاتھ میں ہزار دانوں کی تسبیح تھامے رہے یا گلے میں موٹے موٹے منکوں والی مالا ڈالے ہے یا وہ شخص جو شعبدہ بازی کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لے یا عقیدت و ارادت

---

[1] رواہ ابوداؤد ورواہ فی شرح السنة عن ابی مالک "المصابیح" مع زوائد وکذا فی شعب الایمان، مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ۔

کے ذریعہ لاکھوں افراد کو اپنی جادو بھری حرکتوں سے مرعوب کرتا رہے' یا ایسا شخص جس کے مرنے کے بعد اس کی قبر کو اونچی سے اونچی بنا دیا جائے اور خوب پھولوں سے سجا کر رنگ برنگی قیمتی چادروں سے ڈھانک دیا جائے اور ۲۴ گھنٹے زائرین کا تانتا بندھا رہے اور مجاوروں کے ہاتھوں میں مورچھل تھرکتے رہیں اور جن کی قبر پر ہر سال جشن عرس سجتے رہیں اور لاکھوں مرد و عورتیں غیر محرمی کے شرعی قیود کو توڑ کر وجد و سرور کے مناظر پیش کرتی رہیں اور جن کی قبروں پر بجھی ہوئی آگ کی راکھ عودی کے نام سے اور سڑے گلے خشک پھولوں کی پنکھڑیاں تبرک کے نام سے تقسیم ہوتی رہیں یہ تمام حرکتیں یا اس جیسی ہزارہا حرکتیں جو اولیاء اللہ کی شان میں گڑھ لی گئی ہیں اور انہیں اولیاء اللہ سمجھ لیا گیا ہے۔ سراسر دین کے خلاف ہیں۔

کیا ہر اونچی قبر والا ولی ہو سکتا ہے؟

یہ ایک سوچنے والی بات ہے' کیونکہ آج کل انسانوں کا ایک انبوہ ہر اونچی قبر والے کو ولی سمجھ کر اپنی زندگی کے بیش بہا لمحات کو اس کی عقیدت کے نذر کر دیتا ہے۔

حقیقت یہ کہ ولی کون ہے اس کا تو فیصلہ قیامت کے دن" یوم الدین" یعنی فیصلہ والے دن۔ اللہ تعالیٰ ہی فرما دیں گے۔ دنیا میں بندے قطعی طور سے یہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ مگر آج کتنی قبریں ایسی ہیں جو محض اس خوش فہمی سے پرستش کی جاتی ہیں کہ یہ قبر والے اللہ کے ولی ہیں اور اندھی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ ان نام نہاد اولیاء اللہ کی ہر چیز کو قابل احترام و پرستش بنا لیا گیا ہے' مثلاً ان کے مستعمل کپڑے' جوتیاں اور گھریلو اشیاء برتن وغیرہ۔ جیسا کہ بہت سی معروف درگاہوں میں" آثار" کے نام سے عوام کی زیارت کے لئے سجایا گیا ہے اور جس پر عقیدت کے نذرانے وصول کئے جاتے ہیں اور طرفہ تماشا یہ کہ ان اولیاء اللہ کے سفر و حضر میں ساتھ رہے ہوئے جانوروں کو بھی نہیں چھوڑا گیا' مرنے کے بعد ان کی قبریں بنائی گئیں اور وہی غالیانہ عقیدت و احترام ان کے ساتھ بھی وابستہ رکھا گیا۔ مثلاً گھوڑے کی قبر' شیر و چیتا کی قبر جن کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ ولی ان پر سواری کیا کرتے تھے۔ طوطا کی قبر جس کے تعلق سے معروف ہے کہ وہ ہمیشہ ان کے ساتھ پنجرے میں رہا کرتا تھا۔ کتے کی قبر جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ ان کی نگرانی کیا کرتا تھا وغیرہ۔

اور اگر مزید حقیقت پسندانہ جائزہ لیں تو نہ جانے کتنی قبریں اور چیزیں ایسی دریافت ہوں گی جن کی پرستش کورانہ عقیدت و احترام کی بنا پر اشرف المخلوقات میں امت محمدیہ کا

لقب پانے والے یہ انسان کر رہے ہیں۔

"ولی" کی حقیقت پر اجمالی خاکہ کے بعد مختصراً چند احادیث بھی مطالعہ فرمائیں جو پختہ قبروں اور قبروں پر میلہ، عرس، چراغاں، اور سجدہ ریزی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس امت کو تنبیہ فرمائی تھی'

① لاتطرونی کما اطرت النصاری عیسیٰ ابن مریم' انما انا عبد' فقولوا عبد اللہ ورسولہ" (ترمذی)

تم لوگ میری غلو آمیز مدح سرائی مت کرو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کی مدح سرائی میں مبالغہ آرائی کی' میں صرف ایک بندہ ہوں' لہٰذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو۔

② عن جابر رضی اللہ عنہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن یجصص القبر وأن یقعد علیہ وأن یبنی علیہ (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر بیٹھنے اور عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔

③ عن سعد بن أبی وقاص قال ألحدولی لحداً، وانصبوا علی اللبن نصبا کما صنع برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا میرے لئے اسی طرح لحد تیار کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کی گئی تھی اور اسی طرح اینٹیں کھڑی کرنا۔

④ وللبیہقی عن جابر رضی اللہ عنہ نحوہ وزاد ورُفع قبرہ عن الارض قدرشبر" وصححہ ابن حبان۔

بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اس میں اتنا زائد آیا ہے کہ قبر شریف ایک بالشت اونچی تھی۔ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

⑤ لعنۃ اللہ علی الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد (بخاری ومسلم۔ عن عائشہ)

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"

⑥ ألا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائہم مساجد' ألا فلا تتخذوا القبور مساجد' فإني أنہاکم عن ذالك

سنو! تم سے پہلے والے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنا لیا کرتے تھے، مگر خبردار، تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا، میں تم کو اس بات سے منع کر رہا ہوں۔ (مسلم عن جندب بن عبداللہ)

⑦ روی مالک فی "الموطأ" أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجد"

امام مالک نے مؤطا میں بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے اللہ! تو میری قبر کو بت کدہ نہ بنانا کہ جس کی پرستش کی جائے" اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر سخت ہو گیا جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا"۔ (یہ مرسل حدیث ہے اور اس کی شاہد امام احمد نے یہ حدیث بیان فرمائی)

⑧ عن ابی ھریرۃ رفعہ "اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد لعن اللہ قوما اتخذوا قبور انبیائھم مساجد۔ (مسند احمد)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ تو میری قبر کو بت نہ بنا جس کی پرستش کی جائے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"

⑨ لا تتخذوا قبری عیداً - تم میری قبر کو عرس اور میلہ کی چیز نہ بنانا۔ (مسند احمد)

اور ابو داؤد میں ہے لا تجعلوا قبری عیداً۔

⑩ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما۔ قال "لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرت القبور والمتخذین علیھا المساجد والسرج"

(رواہ اھل السنن)

"ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مساجد بنانے والوں اور چراغاں روشن کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے"

ان تمام دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قبروں کا پختہ بنانا، اور انہیں اونچی کرنا ان پر چراغاں کرنا، وہاں جشن سجانا، عرس کرنا اور قبروں کی مجاوری کرنا وغیرہ، یہ تمام غیر اسلامی حرکتیں ہیں، بھلا اولیاء اللہ سے ان کا کیا تعلق ہے کوئی بھی ولی نہ ایسی حرکتیں کر سکتا ہے اور نہ اس قسم کے کاموں کی اجازت دے سکتا ہے کیونکہ ولی تو اس وقت بن سکتا ہے جب کہ وہ اللہ اور رسول کا مطیع و فرمانبردار ہو۔

لہذا اس حدیث میں ایسے ہی پابند شرع لوگوں کو ولی کہا گیا ہے انہیں کے تعلق سے

یہ فرمایا گیا " مَن عادی لي ولیا فقد آذنته بالحرب " جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں اس کے لئے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

(۲) اس حدیث کا دوسرا جزء ہے " وما تقرب إلي عبدي بشيئ أحب إلي مما افترضته علیه " میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین چیز جس کے ذریعہ میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے وہ میری اس پر فرض کردہ چیز ہے۔"

اس جملے میں اس بات کی صاف وضاحت کردی گئی ہے کہ بندہ اللہ کا تقرب اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جبکہ وہ اللہ کے مقرر کردہ فرائض کی پابندی کرے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

بہت سے لوگ فرضوں کی ادائیگی نہیں کرتے اور حرام چیزوں سے نہیں بچتے۔ مگر اپنے آپ کو واصل بخدا سمجھتے ہیں، یہ جہالت ہے جو شیطان کے دھوکہ دینے سے پیدا ہوتی ہے۔[1]

(۳) اس حدیث میں تیسری چیز جو بتلائی گئی وہ ہے نوافل کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنا۔ نوافل کا بڑا مرتبہ ہے، بندہ ان کی کثرت سے پابندی کرکے اللہ کا مقرب بن سکتا ہے، مثلاً نفلی نمازیں، ذکر و اذکار، تسبیحات، تحمیدات، تلاوتِ قرآن وغیرہ

(۴) حدیث کا یہ آخری جز " جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے "

حدیث کے اس جز کو بعض حضرات نے "وحدت شہود" (فنا فی اللہ) کی دلیل قرار دیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اولیاء کرام جب (فنا فی اللہ) کے مقام میں پہنچتے ہیں تو ان میں خداوندی کمالات پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ دفن ہونے کے بعد مخلوقات کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے ہیں، ان کے کان، آنکھیں، ہاتھ، پاؤں بلکہ پورا جسم اگرچہ انسانی نظر آتا ہے، لیکن درحقیقت یہ اعضاء اور جسم خدا بن گیا ہوتا ہے اور نظامِ عالم میں اپنی مرضی سے تصرف کرتے ہیں۔

یہ دعویٰ اور دلیل دونوں باطل ہیں، اس استدلال نے اسلامی تعلیمات اور توحید خداوندی کا

---

[1] حدیث ۳۰ میں اس کی کچھ وضاحت گزر چکی ہے۔

چہرہ مسخ کر دیا ہے کیونکہ ذاتِ خداوندی کا کسی مخلوق کا جسم یا جسم کا حصہ بن جانا شرعاً اور عقلاً دونوں لحاظ سے محال ہے۔

حدیث قدسی کا یہ آخری حصہ خود اس استدلال کو باطل ٹھہراتا ہے۔ اور اس کی تکذیب کرتا ہے، حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں "اگر یہ بندہ مجھ سے سوال کرے تو اسے پورا کروں گا، اور پناہ مانگے تو پناہ دوں گا۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ بندہ اور اس کے اعضاء خدا بن چکے ہیں تو پھر اس نئے تیار ہونے والے خدا کو سوال کرنے اور پناہ مانگنے کی کیا ضرورت ہوتی ہے اور مشکل پیش آتی ہے؟ اور کیا خدا، خدا سے سوال کرتا یا پناہ مانگتا ہے؟ سبحنہ وتعالیٰ عما یشرکون"۔ [1]

حدیث پاک کا صحیح مفہوم: شارح بخاری مولانا محمد داود راز دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بندہ عین خدا ہو جاتا ہے جیسے معاذ اللہ اتحادیہ اور حلولیہ کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ میری عبادت میں غرق ہو جاتا ہے اور مرتبہ محبوبیت پر پہنچتا ہے تو اس کے حواس ظاہری و باطنی سب شریعت کے تابع ہو جاتے ہیں، وہ ہاتھ پاؤں کان، آنکھ سے صرف وہی کام لیتا ہے جس میں میری مرضی ہے، خلاف شریعت اس سے کوئی کام سرزد نہیں ہوتا۔" [2] یہی بات تمام شراح حدیث اور محدثین نے بھی کہی ہے۔

اس حدیث پاک کے تعلق سے بعض باطل عقائد کے کارفرماؤں نے جو غلط مفہوم سمجھ کر انسان کو عین خدا سمجھا ہے، یا لاہوت کو ناسوت میں حلول کر جانے کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا اس مناسبت سے مختصراً جائزہ بھی پیش ہے جو قرآن و حدیث کی اسلامی تعلیمات سے شرعاً، عقلاً اور نقلاً باطل ہے۔ جس کی وجہ سے لازماً شرک کے باطل عقیدہ کی ترویج ہوتی ہے۔ ہمارا یہ جائزہ مولانا فضل الرحمن کلیم کاشمیری کے تحقیقی اور معلوماتی مقالہ "اسباب شرک" اور شیخ قاضی احمد بن حجر کی عظیم کتاب تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین" سے ماخوذ ہے۔

---

[1] "اسباب شرک" مولانا فضل الرحمن کلیم کاشمیری
[2] شرح بخاری داود راز دہلوی۔

عقائد باطلہ: عقیدۂ وحدت شہود: فنا فی اللہ کا عقیدہ۔ شرک پھیلنے کا ایک بہت بڑا سبب "وحدت شہود" کا نظریہ بھی ہے، اس کی حقیقت علامہ سید رشید رضا مصری نے تفسیر المنار جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۴، سورہ توبہ آیت ۲۴ میں یوں بیان فرمائی ہے۔

"مایسمونہ الفناء فی اللہ، وھو أن یغیب العبد عن شھود نفسہ والشعور بإرادتہ وحسہ، ویبقی لہ الشعور بأنہ مظھر من مظاھر بعض صفات ربہ وموضع تجلی ما شاء من أسمائہ وصفاتہ، حتی یکون عز وجل ھو الغالب علی أمرہ کما قال تعالی فی یوسف علیہ السلام:

"واللہ غالب علی أمرہ ولکن أکثر الناس لا یعلمون ۱۲ : ۲۱)

وھذا الفناء والشعور لا یحصل لمن صار من أھلہ، بقطع المراحل والتنقل فی المراتب التی من قبلہ، إلا اللمحۃ بعد اللمحۃ، والفینۃ بعد الفینۃ، وھذہ المرتبۃ ھی وحدۃ الشھود، وما یذکرونہ من مرتبۃ وراء ھذہ تسمی وحدۃ الوجود، وھی عبارۃ عن کون وجود الخلق عین وجود الحق، وکون ذات العبد ھی ذات الرب أولا عبد ولا رب، وما ثم إلا شیٔ واحد لہ مظاھر وأطوار کظھور الماء فی صور الثلج الجامد والسائل والبخار وقد یحتجب بالانحلال إلی عنصریہ (الأکسیجین والأدرجین) عن الأبصار فھذہ فلسفۃ مادیۃ باطلۃ، اخترعتھا تخیلات صوفیۃ البوذیۃ والبراھمۃ وھی کفر باللہ، وخروج من ملل جمیع رسل اللہ وقد نتن بھا بعض صوفیۃ للمسلمین ـــ"[1]

ترجمہ: وحدت شہود کو عام لوگ "فنا فی اللہ ہونا" بھی کہتے ہیں، اور اس کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں کہ بندہ اپنی ذات کے شہود کو فراموش کردے اور اپنے عزم و احساس سے غافل ہو جائے اور یہ سمجھنے لگے کہ وہ صفات خداوندی میں سے کسی صفت کا مظہر ہے اور اس کے ناموں میں سے کسی نام کا جلوہ گاہ ہے۔

---

[1] تفسیر المنار سورۃ توبہ آیت ۲۴ جلد ۱۰،

اور امرالہی کے سامنے بالکل بے بس ہوکر رہ جاتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا "اور خدا اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" اور جب کئی ابتدائی منزلیں اور دشوار گذار مرحلے طے کرنے کے بعد کسی شخص کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو دائمی اور پائیدار نہیں ہوتا بلکہ یہ سعادت کبھی کبھی اور گاہے گاہے ایک آدھ لمحہ کے لئے حاصل ہوتی ہے اس مرتبہ کا نام مرتبہ شہود ہے۔"[1]

وحدتِ وجود: اور وحدتِ شہود کے بعد "وحدتِ وجود کی نوبت آتی ہے یعنی بندے کا وجود بالکل خدا کا وجود بن جاتا ہے، اور خدا کا وجود بالکل بندے کا وجود بن جاتا ہے اور بعض دفعہ وحدتِ وجود کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی اور اس حالت میں نہ بندہ باقی رہتا ہے اور نہ رب ہوتا ہے اور بظاہر ایک ایسی چیز بن جاتی ہے جس کے مختلف مظاہر اور اطوار ہوتے ہیں اس کی مثال اس طرح ہے جس طرح پانی کبھی برف جامد اور کبھی آب رواں اور کبھی بھاپ اور کبھی اپنے ترکیبی عناصر ہیڈروجن اور آکسیجن کی طرف تحلیل ہوکر نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔

یہ ایک باطل مادی نظریہ ہے جو ہندو برہمنوں اور بدھ مت کے جوگیوں کے تخیلات سے مستعار لیا گیا ہے، اس عقیدہ کے اختیار کرنے کے بعد انسان کافر اور تمام انبیاء کرام کی ملتوں سے خارج ہو جاتا ہے، اور نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے مسلمان کہلانے والے صوفی بھی اس فتنہ میں مبتلا ہوگئے ہیں۔

عقیدہ وحدۃ الوجود کا سرچشمہ یونانی فلسفہ الٰہیات اور قدیم ہندی ویدانت ہے اس کے بانی شیخ ابن العربی مصنف فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم ہیں، ان کو صوفیا شیخ اکبر کے نام سے پکارتے ہیں، یہ عقیدہ اسلامی احکام و مسائل کی نفی کے لئے ایجاد کیا گیا ہے۔

وحدۃ الوجود سے مختصراً مراد یہ ہے کہ "ہر چیز خدا ہے"۔ اور فارسی زبان کے درویش اس نظریہ کو "ہمہ اوست" سے تعبیر کرتے ہیں[2]۔ اور ابھی بھی یہی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

وحدتِ حلول کا عقیدہ: اس عقیدہ کو عام مشرک لوگ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"اگر کوئی شخص غیر معمولی ریاضتوں کے ذریعہ نفس کی صفائی اور روح کی بالیدگی

---

[1] ترجمہ از "اسباب شرک" متن عربی از تفسیر المنار جلد ۱۰ سورہ توبہ آیت ۲۴۔ [2] اسباب شرک۔

پیدا کرے یا کسی کو ورثہ میں یہ چیز مل جائے تو ذات خداوندی اس کے اندر حلول کر جاتی ہے یعنی "لاہوت ناسوت" اور "موجد موجود" میں اتر آتا ہے اس لئے ہندوؤں کے رشی منی اور بدھ مت کے پیر جنگلوں اور پہاڑوں میں گوشہ نشین ہو کر سخت ریاضتیں کرتے ہیں اور عیسائیوں کا بھی یہی نظریہ ہے [1]

ہندی میں "اوتار" اور عربی میں "حلول" کا یہ عقیدہ قدیم ہندوستان کا آرین تخیل ہے، اور مسلمانوں میں اس مشرکانہ عقیدہ کا پہلا مبلغ عبداللہ بن سبا یہودی ہے اور اس کے بعد ابو مسلم خراسانی اور بابک خرمی بھی اس قسم کا دعویٰ کر چکے ہیں، اور اس کی منظم طریقہ سے اشاعت کرنے والا "حسین بن منصور حلاج" ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے معارف نمبر ۴ جلد ۲ میں ایک تاریخی مقالہ "حسین بن منصور حلاج" کی تاریخی شخصیت لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"حسین بن منصور حلاج ایران میں پیدا ہوئے، ان کا دادا پارسی تھا سب سے پہلے ان کا باپ مسلمان ہوا، سن ولادت معلوم نہیں سنہ ۳۱۱ ہجری میں بغداد میں قتل ہوا۔"

اس کے بعد علامہ مرحوم فرماتے ہیں کہ

تاریخ کی کتب اس امر پر متفق ہیں کہ حلاج نیرنگ شعبدہ بازی اور ہاتھوں کے کھیل میں بہت چالاک اور مشاق تھا، روپے برسا دیتا تھا، طرح طرح کے میوے منگوا دیتا تھا، ہوا پر اڑتا تھا، اور کبھی کچھ عجائبات دکھاتا تھا۔"

مختصراً یہ کہ وحدت شہود، وحدت وجود اور وحدت حلول کے یہ نظریات اسلامی تصوریات کے خلاف ایک سازش ہے اور اللہ کے راستے سے روکنے کی ایک عالمگیر تحریک ہے اور اسلامی تعلیمات کا چہرہ مسخ کرنے کا ایک عظیم منصوبہ ہے۔" [2]

خلاصہ شرح حدیث: مذکورہ بالا ان تمام استدلالوں کا خلاصہ یہ کہ "ولی اللہ" اللہ کا دوست" وہ ہے جو اللہ کے حکموں کی پابندی کرتا ہے اور اللہ نے جن چیزوں سے منع کیا ہے ان سے بچتا ہے اور جو شخص اللہ کے فرائض کو ادا کرتے ہوئے اور اس کی ممنوعات سے بچتے ہوئے نوافل کا بھی اہتمام کرے گویا اس کی دوستی اور بھی بڑھی ہوتی ہے اور پھر جو فرائض و ممنوعات اور مندوبات و مستحبات کا بھی اہتمام کرے یہی وہ اللہ کے نیک بندے ہیں جو اپنی دوستی کا حق ادا کرتے ہیں، ایسے ہی بندے اللہ کے ولی ہیں۔ [3] اللھم اجعلنا منھم

[1] [2] اسباب شرک [3] شرح اربعین نووی از مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مظاہری۔ بتصرف۔

حدیث (۳۹)

وہ اُمور جن میں کوئی گناہ نہیں ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ـ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ـ أَنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ : « إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ » حَدِيثٌ حَسَنٌ ، رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَغَيْرُهُمَا .

تخریج حدیث اس حدیث کو ابن ماجہ نے "باب الطلاق" میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اور دارقطنی نے بھی بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابن عباس[1] رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت کی بھول چوک کو معاف فرمایا ہے اور جو کام زبردستی کرائے جائیں وہ بھی معاف ہیں"۔
یہ حدیث حسن[2] ہے جس کو ابن ماجہ[3] اور بیہقی[4] وغیرہ نے بیان کیا ہے۔

شرح حدیث یہ حدیث بہت ہی مختصر مگر جامع ہے۔
انسان جو کام کرتا ہے اس میں تین پہلو نمایاں رہتے ہیں، یا تو بالارادہ قصداً جانتے بوجھتے کرتا ہے، یا بھول چوک اور غلطی سے کر جاتا ہے، یا جبراً با دلِ ناخواستہ

---

[1] حدیث ۱۹ میں سیرت گذر چکی ہے۔ [2] اصطلاحاتِ حدیث دیکھئے۔
[3] محدثین کی سیرت میں سوانح دیکھئے۔ [4] ایضاً۔

کرتا ہے۔ اس حدیث میں آخری دو پہلوؤں کا ذکر ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس حدیث میں بھول چوک اور زبردستی جو کام ہوتے ہیں ان کی معافی کا جو ذکر ہے وہ باعتبار گناہ ہے۔ یعنی جس سے اس طرح کے کام سرزد ہوں گے وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ اب رہا احکام وہ اس سے مرفوع نہ ہوں گے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ ہو۔ مثلاً چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) **خطاء**: اس سے مراد یہ کہ آدمی قصداً کوئی کام کرنا چاہتا ہے مگر بلاقصد کوئی دوسرا کام سرزد ہو جائے۔ جیسے روزے کی حالت میں وضو کرتے کرتے بلاقصد وارادہ حلق میں پانی چلا جائے۔ ایسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اگر کسی نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کر ڈالا تو اس پر کفارہ اور دیت ادینا ہوگا۔

اسی طرح کسی نے دوسرے کا مال اپنا سمجھ کر غلطی سے تلف کر دیا تو اس کو مال لوٹانا ہوگا

(۲) **نسیان**: بھول یہ کہ آدمی کو جو کام کرنا ہے وہ یاد تو رہے لیکن بھول کی وجہ سے اس کو نہ کرسکے۔ جیسے نماز تو پڑھنا چاہتا تھا مگر نماز کا وقت ملنے کے باوجود نماز سے بھول ہوگئی اور وقت پر نماز نہ پڑھ سکا۔ اس کو چاہیئے کہ جب بھی نماز یاد آجائے پڑھ لے۔

اسی طرح کسی نے باوضو ہونے کے خیال سے بلا وضو نماز پڑھ لی، پھر اس کو یاد آگیا کہ اس نے بغیر وضو نماز ادا کی ہے تو ایسی صورت میں اس کو نماز دہرانا ہوگا لیکن اس کی بھول کی وجہ سے وہ گناہ گار نہ ہوگا۔

اسی طرح روزہ کی حالت میں کوئی شخص بھول کر کھا لیا، پھر یاد آگیا کہ وہ روزے سے ہے تو اس کو روزہ نہیں توڑنا چاہیئے اس کا روزہ ہو جائے گا کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فانما اطعمہ اللہ وسقاہ" اس کو اللہ نے کھلایا پلایا — اس کی بھول سے وہ گناہ گار نہ ہوگا۔[۱]

(۳) **المکرہ**: یعنی زبردستی کر کے اگر کسی شخص سے کوئی ناجائز کام کرا دے، تو اس کے احکام میں کافی تفصیلات ہیں۔ مثلاً

اگر کوئی جبراً کسی مسلمان کو اسلام سے پھیرنا چاہے، لیکن اس مسلمان کا دل اسلام پر

---

[۱] جامع العلوم والحکم ص۳۵۳۔

قائم رہے اور وہ اپنی جان بچانے کے لیے زبان سے کفر کا کلمہ کہدے یا کفر کا کوئی کام کر بیٹھے یہ اس کے لیے رخصت ہے، لیکن اگر مرنا قبول کرلے اور منہ سے بھی کلمۂ کفر یا خلافِ اسلام کوئی بات نہ نکالے تو ایسا شخص شہیدِ اکبر ہوگا۔ جیساکہ متعدد صحابہ کے واقعات میں مذکور ہے مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر کو پکڑ لیا اور انہیں اتنی اذیت دی کہ انھوں نے جان بچانے کی خاطر بعض وہ باتیں کہدیں جو وہ ان سے کہلوانا چاہتے تھے اس کے بعد انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا " اگر کبھی دوبارہ ایسا سابقہ پڑ جائے تو اس طرح جان بچانے میں کچھ حرج نہیں "۔ [1] یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

"مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ "۔ جو شخص اپنے ایمان کے بعد خدا سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر غضبِ خدا ہے اور ان ہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ [2]

علمارکرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر واکراہ کیا جائے اسے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے ان کی موافقت کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی ان کی نہ مانے، افضل واولیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم رہے اور ثابت قدم رہے۔ گو اسے قتل بھی کر دیا جائے [3]

اس حدیث میں صرف تین لفظ ہیں لیکن ہر لفظ ایک مستقل کتاب ہے، اس لئے اس کی مزید تفصیلات کتبِ فقہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

---

[1] ابن کثیر، بیہقی وغیرہ ، [2] سورۃ النحل آیت ۱۰۶ ، [3] تفسیر ابن کثیر مذکورہ آیت۔

حدیث (۴۰)

دنیا میں اجنبی اور راہ رو کی طرح رہو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - قَالَ : أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبِي فَقَالَ : « كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ . وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا - يَقُولُ : إِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ ، وَإِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ » رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ .

تخریج حدیث اس حدیث کو بخاری نے "کتاب الرقاق" باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا۔۔۔ الخ "میں بیان کیا ہے' اور ترمذی نے "کتاب الزھد ۲۵" اور ابن ماجہ نے "کتاب الزھد ۳" اور احمد نے باب ۲' ۲۴' ۴۱' ۱۳۱ میں بیان کیا ہے۔

ترجمہ حدیث حضرت ابن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: "دنیا میں تو اس طرح رہ جیسے کوئی پردیسی یا راستہ چلنے والا" (یہ حدیث بیان فرما کر) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: "کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو' اور جب صبح ہو جائے تو شام

---

[1] حدیث ۳ میں سیرت گذر چکی ہے۔

کا انتظار مت کرو اور اپنی صحت کو مرض سے پہلے غنیمت جانو، اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو"۔ (اس حدیث کو بخاری نے بیان فرمایا ہے)

شرح حدیث یہ حدیث دنیاوی امیدوں اور آرزوؤں کی بے وقعتی کو سمجھنے کیلئے اصولی حیثیت رکھتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر کو یہ نصیحت فرمائی کہ "تم دنیا میں ایک مسافر یا راستہ چلنے والے کی طرح رہو" مومن کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس دنیا کو اپنا وطن اور مسکن تو قرار دے اور اطمینان کے ساتھ رہے مگر اس کو دارالبقاء قرار نہ دے کیونکہ یہ دارالفنا ہے اور ہمیشہ اسی تصور کے ساتھ اپنی حیات مستعار کا وقت کاٹتے ہوئے دارالبقاء کی طرف کوچ کر جانے کی تیاری میں لگا رہے کیونکہ اس کا یہ وطن پردیس ہے اور پردیس عارضی ہوتا ہے، جو کسی حال چھوٹ جاتا ہے اور یہ دنیا گویا ایک مسافر خانہ ہے جس میں ہزاروں مسافر ہر روز آتے اور کچھ وقت گذارتے، اور اپنی اصلی منزل مقصود کو کوچ کر جاتے ہیں اس سفری اقامت خانہ میں نہ انھیں سکون ہوتا ہے اور نہ قرار، بس لحہ بہ لمحہ سفر کی تیاری کے لئے پر تولتا رہتا ہے، جیسے ہی وقت سفر آگیا اس مسافر خانہ کی ہزارہا نیرنگیوں کو چھوڑ کر رخت سفر باندھتا ہے اور اس سے کہیں زیادہ ایک راہ گذر کا حال ہوتا ہے جو راستہ چلتے چلتے کسی بھی چیز کی پرواہ کئے بغیر اپنی منزل کی تلاش میں چلتا رہتا ہے۔

یہی حال مومن کا اس دنیا میں رہتا ہے وہ کبھی دنیا کی شادابیوں سے اپنا دل نہیں لگاتا بلکہ آخرت ہی اس کا ملجا وماویٰ رہتی ہے۔

دنیا کی اس بے ثباتی پر قرآن وحدیث سے ہزارہا شواہد ہمیں ملتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "يَا قَوْمِ إِنَّمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ"، (بھائیو! یہ دنیا کی زندگی (چند روز کا) فائدہ ہے اور ہمیشہ رہنے کا گھر تو آخرت ہی ہے۔[1])

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے: "مالی وللدنیا انما مثلی ومثل الدنیا کمثل راکب قام فی ظل شجرۃ ثم راح وترکھا" (مجھے دنیا سے کیا تعلق ہے، میری اور دنیا کی مثال ایک سوار کی سی ہے کہ اس نے کچھ وقت گذاری کے لئے کسی درخت کے سایہ میں قیام کیا، پھر اٹھا اور چلدیا

---

[1] سورۃ المومن ۳۹۔

اور درخت کو اپنے ہی مقام پر چھوڑ دیا"۔

حضرت ابن عمر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بلیغ نصیحت کی تشریح فرماتے ہوئے اہل ایمان کو یہ نصیحت فرمائی "جب تم شام کرو تو صبح کے انتظار میں نہ رہو اور جب صبح کرو تو شام کے انتظار میں نہ رہو"۔ یہ بڑی جامع نصیحت ہے، اس سے انسان کی بے بسی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی موت پر کتنا بے بس ہے، نہ جانے کب موت کا حکم آ جائے اور چلتا بنے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" جب ان کا وقت آجائے تو ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتے[1]

اور حضرت ابن عمر نے مزید اپنی نصیحت میں فرمایا "اپنی صحت کو مرض سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانو"۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو چاہئے کہ صحت وتندرستی کو غنیمت سمجھتے ہوئے اعمال صالحہ کی طرف رغبت کرے اور موت کے آنے سے پہلے اپنی زندگی کو غنیمت سمجھے، کیونکہ آنے والا دن کیسا ہوگا اس کی کسی کو خبر نہیں، بیماری میں نہ آدمی کچھ کر سکتا ہے اور نہ موت کے وقت کچھ کر سکتا ہے۔

ترمذی اور بیہقی میں ایک اور نصیحت کا اضافہ ہے "وعد نفسك من اهل القبور" (اپنے کو قبر والوں میں شمار کرلے۔) یعنی انسان کو یہ سمجھنا چاہئے گویا وہ دنیا میں رہا ہی نہیں، کیونکہ مومن دنیا کی زندگی کو کچھ نہیں سمجھتا بلکہ دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی سنوارنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

اور صحیح حاکم میں ابن عباس سے مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نصیحت مروی ہے جو آپ ایک شخص کو فرما رہے تھے: "تم پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے پہلے غنیمت سمجھو۔ تمہاری نوجوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور تمہاری صحتمندی کو بیماری سے پہلے اور تمہاری فارغ البالی کو محتاجی سے پہلے اور تمہارے فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور تمہاری زندگی کو موت سے پہلے"۔

پیش نظر اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابن عمر کو یہ جامع ترین نصیحت اور حضرت ابن عمر کی یہ تشریح ایک مرد مومن کے لئے گرانقدر عطیہ ہے۔

---

[1] سورہ یونس ۴۹۔

حدیث (۴۱)

مومن کی خواہش شریعت کے ماتحت ہونی چاہئے

عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا - قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : « لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهِ » حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ـ رَوَيْنَاهُ فِي كِتَابِ الْحُجَّةِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

تخریج حدیث اس حدیث کو "کتابُ الحجۃ" میں شیخ ابوالفتح نصر بن ابراہیم المقدسی الشافعی نے بیان کیا ہے، موصوف نے اس کتاب میں اصول دین کو اصحاب الحدیث کے اصولوں پر جمع کیا ہے اور حافظ ابونعیم نے اس حدیث کو اپنی "کتاب الاربعین" میں ذکر کیا ہے اور ائمہ حدیث نے اپنی مسانید میں اور طبرانی نے بھی بیان کیا ہے. لیکن اس حدیث کی سند پر کلام ہے، سنداً یہ حدیث ضعیف ہے لیکن معنیً اس کے بہت سے شواہد قرآن و حدیث میں پائے جاتے ہیں۔[۱]

ترجمہ حدیث حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میری تبلائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ کردے" یہ حدیث حسن ہے، ہم نے اس کو "کتابُ الحجۃ" میں صحیح سند کیساتھ بیان کیا ہے.

---

[۱] جامع العلوم والحکم صـ۳۶۴

شرح حدیث معنی و مفہوم کے اعتبار سے یہ حدیث اسلامی اصول میں بڑی اہم ہے۔ اس مختصر حدیث میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر و نواہی کی پابندی آگئی،

حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ اور رسول کے اوامر و نواہی کی پابندی کرنے کے لئے نفس کو اور نفسانی تمام خواہشات کو مکمل حیثیت سے کچل دینا پڑتا ہے' اللہ اور رسول کے حکم کے سامنے نہ کسی امام کی بات چل سکتی ہے اور نہ کسی مولوی و مولانا کی بات کا لحاظ ہو سکتا ہے' اور نہ کسی پیر و مرشد کی بات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے' جہاں اللہ و رسول کا حکم ملا، بسر و چشم بلا کسی چوں و چرا کے قبول کرنا ہوگا اور اسی میں ہماری عافیت ہوگی، ورنہ دین ھویٰ پرستی (خواہشاتِ نفس) کا پابند ہو کر رہ جائے گا۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس ھویٰ پرستی کو ترک کر دینے کا حکم ملتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔ اور کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کے لئے یہ نہیں ہو سکتا کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم کر دیں تو ان کو اس بات میں کوئی اختیار رہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرمانا نہ مانے اور (دوسروں کی رائے) پر چلے تو وہ کھلا گمراہ ہو چکا ــــــ (الاحزاب ۳۶)

" أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا"
(کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا رکھا ہے تو کیا تم اس پر نگہبان ہو سکتے ہو ـــ)۔ (الفرقان ۴۳)

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ "

کہدو! اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (عذاب) بھیجے اور خدا نافرمان لوگوں کو

ہدایت نہیں کرتا۔ (سورۃ توبہ ۲۴)۔

جس انداز سے انسان اس ھوی پرستی کا شکار ہوتا ہے اس کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے میں نے صرف تین آیتیں پیش کی ہیں ان میں وہ تمام چیزیں مذکور ہیں جن میں انسان اپنی نفسانی خواہشات کی بناپر ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔

پہلی قسم یہ کہ انسان اپنی ارادت و عقیدت جس سے وابستہ کرلیتا ہے اس کی ہر بات کو پیاری اور محبوب سمجھنے لگتا ہے، چاہے وہ قرآن و حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، جب بھی دلیل دے گا کسی امام کی، کسی بزرگ کی، کسی پیر کی یا کسی مرشد کی، چاہے ان کی یہ بات کیسی ہی ہو۔ اس قسم کا عقیدتمند کبھی یہ زحمت نہیں اٹھائے گا کہ اس بزرگ کی بات کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر جانچے، اور کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرے، کیونکہ اندھی عقیدت کی وجہ سے اس کا حسن ظن یہ رہتا ہے کہ یہ بزرگ کسی قسم کی خطا کر ہی نہیں سکتے، جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات اپنے مشوروں پر صحابہ کے مشوروں کو ترجیح دی۔ اس میں اللہ کے رسول کی عزت و احترام میں کوئی بال برابر فرق نہیں آیا۔ لیکن بزرگوں کے عقیدتمند آنکھ بند کئے ہوئے ان کی ہر بات کو پتھر کی لکیر سمجھ بیٹھتے ہیں، اس سے ان آیات میں اور حدیث مذکورہ بالا میں روکا گیا ہے۔ حق یہ ہے کہ ہم اس امت کے ہر بڑے بزرگ کی بات کو قرآن وحدیث پر جانچیں ورنہ قیامت کے دن وہ بزرگ تو ہماری عقیدت اور ارادتمندی سے بری ہو جائیں گے اور ان کے اندھے عقیدتمند مجرم ٹھہر جائیں گے۔

دوسری قسم یہ کہ انسان خواہشات نفس کا مطیع و فرمانبردار بن جاتا ہے جیسے اس کا نفس چاہتا ہے کر بیٹھتا ہے، یہی خواہشات نفس کی پیروی ہی ہے جس نے ہزاروں بندگان خدا کو خدا کا درجہ دے رکھا ہے اور جن کے آگے سجدہ ریزی اور دست سوال کو دراز کرنا باعث فخر سمجھتا اور اسی کو اصل دین سمجھتا ہے۔

تیسری قسم یہ کہ انسان اپنے عزیز واقارب کی چاہتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے سیکڑوں خلاف شرع امور کا ارتکاب کرجاتا ہے اور جب بھی کوئی اس کو ٹوکتا ہے اور اور بتلاتا ہے کہ یہ کام غیر شرعی ہے تو اس کے جواز کے لئے اپنے اعزاء واقرباء کی خواہشات کا سہارا لیتا ہے۔ آج جتنے غیر شرعی رسومات ہماری زندگی میں دین کا جز بنائے ہوئے انجام دیئے جاتے ہیں وہ اسی مداہنت پرستی کا عطیہ ہیں۔

ان آیتوں کے علاوہ بہت سی حدیثیں ہم کو ایسی ملیں گی جن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں خواہشات پرستی کی تردید فرمائی ہے۔ انشاء اللہ بات کے سمجھنے کے لئے یہی مختصر کافی ہے ورنہ کتابوں کے انبار بھی بے فیض ہوں گے۔

اللھم فقھنا فی الدین۔

سوانح راوی حدیث ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل القرشی السہمی، اپنے باپ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، "ان کے باپ ان سے تیرہ سال بڑے تھے بعض نے بارہ سال کہا ہے" [۱]۔ بڑے عابد اور زاہد اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والے تھے، ان کے زہد و عبادت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "بلغنی أنك تقول لأقومن اللیل وأصومن النهار ما عشت، فقال قد قلته، فقال له لا تفعل، فصم وأفطر، وقم ونم» مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو میں جب تک زندہ رہوں گا، تمام راتیں عبادت اور تمام دن روزوں میں گذاروں گا، تو انھوں نے کہا ہاں میں نے یہ کہا ہے، آپ نے فرمایا تم ایسا مت کرو، تم روزہ رکھو اور افطار بھی کرو، راتوں میں عبادت بھی کرو اور آرام بھی کرو [۲]

حدیث سے والہانہ لگاؤ تھا ان کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جنھوں نے کثرت سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام بخاری نے "کتاب العلم" میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کے سوا اور کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر حدیثیں نہیں جانتا، اس کی وجہ یہ کہ عبداللہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔ (بخاری)

ابن سعد حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آیا میں وہ احادیث لکھ لیا کروں جو آپ سے سنتا ہوں؟ جب آپ نے اجازت مرحمت فرمائی تو میں نے لکھنے کا آغاز کر دیا، حضرت عبداللہ اپنے اس تحریر کردہ رسالہ کو "صادقہ" کہا کرتے تھے" (طبقات) اس کے باوجود حضرت عبداللہ کی مرویات کے مقابلہ میں حضرت ابو ہریرہ کی مرویات زیادہ ہیں اس کی کئی وجوہات ہیں جو ان کے

---

[۱] الاکمال [۲] الریاض المستطابہ ص ۲۰۰

کثرتِ مشاغل پر دلیل ہیں۔ آپ سے سات سو احادیث منقول ہیں۔ حضرت عبداللہ سے بکثرت تابعین نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ؎۱

آخری عمر میں یہ نابینا ہوگئے تھے۔ اپنے والد کے ساتھ مصر میں رہتے تھے، ان کے والد کا مصر میں انتقال ہونے کے بعد یہ شام منتقل ہوگئے، پھر مکہ مکرمہ آگئے۔ ؎۲

ان کا انتقال کہاں ہوا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں مکہ مکرمہ میں، بعض نے کہا طائف میں اور بعض نے مصر بتلایا، اور بعض فلسطین کہتے ہیں۔ ۶۳ھ یا ۶۵ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا، یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۵۳ سال زندہ رہے، اپنے والد کے ساتھ فتوحاتِ شام میں شریک رہے اور یرموک کے موقعہ پر یہی علمبردار تھے۔ ؎۳

ندوۃ السنۃ کا مقصد

ندوۃ السنۃ کا مقصد صالح اسلامی لٹریچر کا نہ نفع نہ نقصان کی بنیاد پر عوام کو فراہم کرنا ہے۔ اس کی ہر کتاب کی قیمت مصارف طباعت کے لحاظ سے انتہائی واجبی ہے نفع اندوزی ہمارا مقصد نہیں ہے۔ یہاں کی مطبوعہ کتاب کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ اصلاح عقائد میں ان شاء اللہ یہ کتابیں مفید ترین ثابت ہوں گی۔ اسکی تمام مطبوعات ہم سے طلب فرمائیے۔ آپ کا اشتراک ہمارا تعاون ہوگا۔

ملنے کا پتہ : ندوۃ السنۃ۔ بیرون فتح دروازہ

مکان نمبر ۹۵۰-۲-۱۹

حیدرآباد ۲۵۳ ۵۰۰۔ اے پی، انڈیا

؎۱ الحدیث والمحدثون ص۱۴۲، ؎۲ شرح الاربعین الانصاری۔
؎۳ الریاض المستطابہ۔

حدیث (۴۲)

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت ومغفرت

عَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ : « سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : « قَالَ اللهُ تَعَالَى : يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي ، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ ، يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئاً لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً » رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ : حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

تخریج حدیث اس حدیث کو صرف ترمذی نے "کتاب الدعوات' باب فی فضل التوبہ والاستغفار میں کثیر بن فائد کے ذریعہ بیان کیا ہے "حدثنا سعید بن عبید سمعت بکر بن عبد الله المزني يقول حدثنا أنس بن مالك فذكره - وقال حديث حسن غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه . [1]

ترجمہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ [2] نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" اے ابن آدم

---

[1] جامع العلوم والحکم' ترمذی - [2] حدیث ۱۳ میں سیرت گذرچکی ہے .

(انسان) جب بھی تو مجھ سے دعا کرے گا، اور مجھ سے اپنی امید رکھے گا، میں تجھ کو بخشش دوں گا، تیرے گناہ معاف کر دوں گا، اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔

اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کو چھولیں پھر تو مجھ سے بخشش چاہے تو میں تجھے بخشش دوں گا۔

اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر گناہ کے ساتھ میرے پاس آئے لیکن میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے تو میں تیرے پاس زمین بھر مغفرت لیکر آؤں گا۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے[1]

شرح حدیث یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور بے پایاں کرم و نوازش کی دلیل ہے، امام نووی نے اپنی کتاب "الأربعين النووية" کو اخلاص و نیت پر مشتمل مہتم بالشان حدیث "انما الاعمال بالنيات" سے شروع فرمائی، اور اس کا اختتام اس حدیث قدسی پر فرمایا۔ جس میں اللہ نے اپنی رحمت اور غفران، بخشش و نوازش سے اپنے گناہ گار بندوں کو ڈھانک لینے کا وعدہ فرمایا، اور یقیناً وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ "یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (الروم ۶)

مگر اس کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ "لا تشرك بي شيئاً" میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، اگر بندہ شرک جیسے مذموم اور اللہ کو انتہائی ناپسندیدہ و مبغوض عمل سے محفوظ رہے گا تو ان شاء اللہ گناہ گار بندوں کے حق میں یقیناً اس کا یہ وعدہ پورا ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتا جب وہ کائنات کو پیدا کرنے پر قادر ہے تو اہل کائنات کی خطاؤں کو درگذر کرنے اور معاف کرنے پر بھی قادر ہے، حقوق اللہ تو بندے کے توبہ و استغفار اور انابت الی اللہ سے معاف ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دیں گے، لیکن حقوق العباد معاف نہ ہوں گے۔ بندے کو ضروری ہے کہ وہ دنیا سے کوچ کر جانے سے پہلے ہی حقوق العباد سے مبرا ہو جائے، نہ جانے کب اس کو یہاں سے کوچ کرنا ہے اس لئے ان حقوق سے بروقت مبرا ہونا ہی بہتر ہے تاکہ اس کا معاملہ یہیں صاف ستھرا ہو جائے۔

---

[1] مصطلحات حدیث میں دیکھئے۔

یہ بڑی پیاری حدیث ہے' اس کا ایک ایک لفظ اللہ کے پیار و محبت میں ڈوبا ہوا ہے' بندہ کی اللہ سے عاجزی یہی ہے کہ وہ اللہ سے دعا کرے اور دعا بھی ایسی کہ اس میں پوری امید بھی رہے اور دعا کا یہی طریقہ تمام انبیاء و صلحاء کی سنت ہے مگر ان بندوں کا کیا حال ہوگا جو دعا تو کرتے ہیں لیکن بے امیدی کے ساتھ۔ بے امیدی اس طرح کہ کبھی اللہ کے سامنے وہ ہاتھ پھیلاتے ہیں تو کبھی غیر اللہ کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں' جو ہاتھ اللہ کے سامنے امید سے اٹھے وہ ہاتھ غیر اللہ کے سامنے ہرگز نہ اٹھے۔ جب غیر اللہ کے سامنے وہ ہاتھ اٹھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ سے ناامید ہو گیا ہے۔ نعوذ باللہ۔

اس حدیث میں غیر اللہ سے بے امید ہو کر اللہ کی طرف امید سے ہاتھ اٹھانے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ سبحان اللہ سمجھدار کے لئے یہ کتنی پیاری بات بتلائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ کتنی وسیع رحمت ہے کہ آسمان و زمین بھر بندہ گناہ کرتا ہے مگر اللہ سے غفران کا طالب ہے تو وہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔

نہ جانے مجھ سے کتنی کوتاہیاں اور خطائیں اس کتاب کی شرح و ترتیب میں ہو گئی ہیں' بندہ آخر بندہ ہے' اس کا علم محدود ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود اور اس کا علم وسیع ہے' اپنی سراپا عاجزی' انکساری اور کم علمی اور کوتاہ نظری و کوتاہ بینی و کوتاہ فکری کا بصد احترام بارگاہ الٰہی میں اعتراف کرتے ہوئے دست بدعا ہوں کہ

"رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ"

اے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

"وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ"

اور ہمارے قصور معاف کر دے' بے شک تو بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔

(البقرہ ۱۲۶ - ۱۲۸)

"رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ' وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ"

اے پروردگار اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ فرما'

اے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا'

اے پروردگار جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھ۔
اور اے پروردگار ہمارے گناہوں سے درگذر کر اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما' تو ہی
ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب فرما۔" آمین۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس مبارک حدیث پر" کتاب الأربعین النوویة" کی مختصر شرح" الأفضل" تکمیل پائی۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے باقیاتِ صالحات میں شمار فرما کر اپنی رضوان وخوشنودی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

بسم الله الرحمن الرحيم

سُبْحَٰنَ رَبِّكَ رَبِّ ٱلْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾
وَسَلَٰمٌ عَلَى ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَٱلْحَمْدُ لِلَّهِ
رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٨٢﴾

(سورة النحل)

مَراجع کُتب

اہم مراجع جن سے کتاب کی ترتیب میں استفادہ کیا گیا بعض دیگر مراجع کا ذکر بر موقعہ کتاب میں کر دیا گیا ہے۔

(۱) قرآن مجید
(۲) ترجمہ قرآن مجید: شاہ رفیع الدین دہلوی۔ نواب وحید الزمان خاں حیدرآبادی، مولانا فتح محمد خاں جالندھری
(۲) حواشی قرآن مجید: فوائد سلفیہ المسمی بہ اشرف الحواشی۔ ترتیب شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ الفلاح
(۴) تفسیر ابن کثیر: حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی
(۵) تفسیر المنار: السید رشید رضا
(۶) کتب احادیث: صحاح ستہ
(۷) فتح الباری شرح صحیح البخاری: حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی
(۸) شرح بخاری (اردو): مولانا محمد داؤد راز دہلوی
(۹) شرح مسلم نووی: امام نووی
(۱۰) السراج الوہاج شرح مسلم: نواب صدیق حسن خان قنوجی
(۱۱) مشکوٰۃ المصابیح: تحقیق شیخ ناصر الدین البانی
(۱۲) نزہتہ المتقین شرح ریاض الصالحین: ڈاکٹر مصطفےٰ سعید الخن
(۱۳) دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین: الصدیقی الشافعی
(۱۴) اللؤلؤ والمرجان: محمد فؤاد عبدالباقی
(۱۵) جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم: حافظ ابن رجب حنبلی بغدادی
(۱۶) المختار من شرح الاربعین النوویہ: عبدالخالق مسعود

(۱۷) کتاب شرح الاربعین النوویۃ: شیخ عبداللہ ابراہیم الانصاری دوحہ قطر
(۱۸) شرح اربعین نووی (اردو): مولانا محمد عاشق الٰہی
(۱۹) فقہ السنۃ: السید سابق
(۲۰) الکمال فی اسماء الرجال: خطیب تبریزی
(۲۱) الحدیث والمحدثون: استاذ ابوزھو
(۲۲) تاریخ حدیث و محدثین: مترجم از پروفیسر غلام احمد حریری
(۲۳) الریاض المستطابہ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابۃ: یحیٰ بن ابی بکر العامر الیمنی
(۲۴) سبیل الجنۃ: شیخ قاضی احمد بن حجر۔ دوحہ قطر
(۲۵) اصول الحدیث علومہ ومصطلحہ: ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب
(۲۶) مقدمہ در مصطلحات حدیث: شیخ الحدیث عبدالحق محدث دہلوی
(۲۷) تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید: محمد بن عبدالوہاب
(۲۸) تیسیر العزیز الحمید (مترجم اردو): مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی اعظمی
(۲۹) تحذیر المسلمین عن الابتداع والبدع فی الدین: شیخ قاضی احمد بن حجر۔ قطر
(۳۰) تطہیر الجنان والارکان عن درن الشرک والکفران: شیخ قاضی احمد بن حجر۔ قطر
(۳۱) اسباب شرک: مولانا فضل الرحمٰن کلیم کاشمیری
(۳۲) اعلام الموقعین: شیخ الاسلام ابن قیم الجوزیہ
(۳۳) زاد المعاد " " "
(۳۴) المعجم الوسیط: مجمع اللغۃ العربیۃ
(۳۵) شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔
(۳۶) فضائل حدیث مع کتابت تحجیت حدیث: مولانا عبدالسلام بستوی شیخ الحدیث

تم بحمد اللہ

چھوٹے اور کمسن بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے ایک ایسا نصاب تعلیم ترتیب دینے کی ضرورت تھی جو عصر حاضر کے لئے مفید اور کارآمد ہو، جس سے بچہ کا اسلامی ذہن بن سکے اس کا عرصہ سے احساس تھا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ندوۃ السنۃ کی جانب سے اس کی پیشقدمی ہوئی ہے اور اس کے مدیر مولانا محمد عبدالرحمن ندوی نے اپنی طویل دعوتی، تعلیمی وتدریسی دینی خدمات کے علمی تجربہ میں دو کتابیں بنام اسلامی تربیت وصحیح چہل حدیث ترتیب دی ہیں جو ہر ابتدائی دینی مدرسہ کے نصاب کے لئے بیحد مفید ہیں

اسلامی تربیت

اس کے پانچ حصے طبع ہو چکے ہیں۔ ان میں اصول تعلیم کو مدنظر رکھ کر بچوں کی نفسیات طبعی نشوونما اور ذہنی صلاحیت کے لحاظ سے اسلامی عقائد، عبادات اور اخلاق وآداب کے عنوانات پر سوال وجواب کی شکل میں اسباق مرتب کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی روزمرہ کام آنے والی دعائیں سورتیں اور صحیح احادیث مع ترجمہ آسان زبان میں مرتب کئے گئے ہیں۔ نیز اساتذہ وسرپرستوں کے لئے اصول تعلیم کے پیش نظر ضروری ہدایات بھی درج ہیں۔

صحیح چہل حدیث

مدارس میں بچوں کو احادیث حفظ کرانے کیلئے یہ جامع مجموعۂ احادیث ہے جس میں صحیح احادیث کو انتہائی محنت، تحقیق اور تخریج کے ساتھ منتخب کیا گیا ہے۔ یہ گلدستۂ احادیث چار حصوں پر مشتمل ہے جس کے ہر حصہ میں چالیس احادیث چالیس عنوانات کے تحت مع ترجمہ درج ہیں جن کا حفظ انشاءاللہ طالب علم کے لئے ہر دور میں مفید وکارآمد ہوگا۔ بچوں کی نفسیات اور طبعی مراحل نشوونما کا ... گیا ہے۔ یہ حصے ۳ سال تا ۱۲ سال کی عمر کے طلباء کے لئے ترتیب دیئے ... حفظ احادیث ... عمر کے لئے انشاءاللہ یکساں مفید ہوں گے۔

❀❀❀ ... ❀❀❀

بیرون فتح دروازہ

۱۹-۲ ...

۵۰۰... ، اے پی - انڈیا

جامعہ دار الحدیث السنیہ
کوٹلہ عالیجاہ حیدرآباد
مکان نمبر ۲۲-۱۲۲-۱۲-۳
JAMIA DARUL HADEES SUNNIYA (R) ★ KOTLA ALIJAH, HYD-24 A.P. INDIA

AL-AFZAL
SHARAH ARBAYEEN-E-NAVAVI

مطبوعاتِ ندوۃ السنۃ

تحفۂ رمضان ———— محمد عبد الرحمٰن ندوی — Price: Rs. 2/-

آسان مسنون طریقہ حج قرآن و حدیث کی روشنی میں —— ″ —— Price: Rs. 5/-

الافضل، شرح اربعین نووی ———— محمد عبد الرحمٰن ندوی — Price: Rs. 25/-

بچوں کیلئے جامع دینی نصاب

اسلامی تربیت (حصّہ اول) ———— محمد عبد الرحمٰن ندوی — Price: Rs. 3/-

اسلامی تربیت (حصّہ دوم) ———— ″ ———— Price: Rs. 3/-

اسلامی تربیت (حصّہ سوم) ———— ″ ———— Price: Rs. 3/-

اسلامی تربیت (حصّہ چہارم) ———— ″ ———— Price: Rs. 5/-

اسلامی تربیت (حصّہ پنجم) ———— ″ ———— Price: Rs. 7/-

اسلامی تربیت (حصّہ ششم) ———— ″ —— زیر طبع ————

اسلامی تربیت (حصّہ ہفتم) ———— ″ ————

حفظِ احادیث کیلئے جامع نصاب

صحیح چہل حدیث (حصّہ اول) (حصّہ دوم) محمد عبد الرحمٰن ندوی — Price: Rs. 2/-

صحیح چہل حدیث (حصّہ سوم) (حصّہ چہارم) ″ ————

حقیقتِ شعبان ———— ″ ————

NADWATUS SUNNAH

H.NO. 19-2-450, OUTSIDE FATEH DARWAZA

HYDERABAD - 500 253(A.P.) INDIA.